حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور

توہینِ رسالت کی شرعی سزا





تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

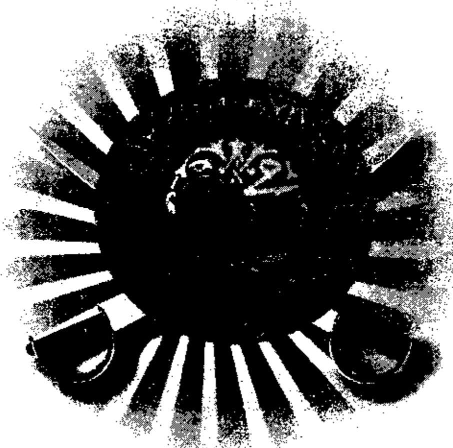
حقوق مصطفیٰ ﷺ

اور

توہین رسالت کی شرعی سزا

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ










نام کتاب

حقوق مصطفی
اور
توہین رسالت کی شرعی سزا

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

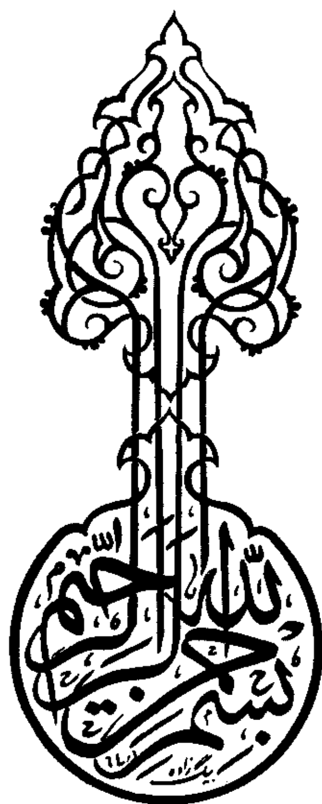
سرورق .... ابو سفیان عزیزی

طبع اول .... اپریل 2011ء

ناشر: ام القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ فتو مند گوجرانوالہ فون: 0321-6466422, 0333-8110896

Contact us:
hasanshahid85@hotmail.com
www.umm-ul-qura.org


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِینُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ .اَمَّا بَعْدُ :

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اس راقمِ آثم پر ایک خاص احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے زمانۂ طالب علمی ہی میں سیرت النبی ﷺ جیسے نازک وشیریں موضوع کی خدمت کرنے کا موقع مہیا فرمادیا اور سالِ فراغت سے ایک سال پہلے ہی اپنے اساتذہ کرام اور طالب علم ساتھیوں کے تعاون سے ''آئینۂ نبوت'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جس میں نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تقریباً تمام نمایاں پہلوؤں پر تحریریں مرتب کردیں، مثلاً نبی ﷺ بحیثیت باپ۔ نبی ﷺ بحیثیت ایک مثالی شوہر، تاجر، سپہ سالار، حکمران وغیرہ جیسے بیسیوں پہلوؤں پر مضامین یکجا ہیں۔

یہ کتاب سب سے پہلے بزم الہلال جامعہ سلفیہ فیصل آباد نے ۱۹۷۶ء میں شائع کی اور پھر مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ (سیالکوٹ) نے اس کا نقشِ دوم شائع کیا۔

متحدہ عرب امارات میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے ریڈیو ام القیوین کی اردو سروس سے روزانہ دینی پروگرام ''دین ودنیا'' نشر کرنے کی توفیق بخشی۔ یہ پروگرام اللہ کی توفیق سے چودہ سال روزانہ نشر ہوتا رہا۔ اس پروگرام میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اپنے سلسلۂ تقاریر میں تفصیل سے روشنی ڈالنے کا موقع مل گیا، اور ان دروس وتقاریر کو ''سیرت امام الانبیاء ﷺ'' کے نام سے شائع کیا۔

اب حال ہی میں ڈنمارک اور دیگر مغربی ممالک نے نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرکے جب آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تو اس موقع پر ہر مسلمان نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اپنے میدان میں حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان اور دفاعِ رسول ﷺ کا حق ادا کرنے کی مقدور بھر سعی کی، اسی ضمن میں راقم الحروف نے بھی اپنا حصہ ڈالا اور سعودی ریڈیو سے اپنے پروگرام ''اسلام اور ہماری زندگی'' میں اس موضوع پر تقاریر نشر کیں جن کا بیشتر حصہ ڈیلی اردو نیوز جدہ میں بھی قسط وار شائع ہوتا رہا۔ وہ تمام تقاریر و مضامین اب قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری لختِ جگر امّ طلحہ نبیلہ قمر۔ الریاض۔ کو جزاءِ خیر سے نوازے جس نے ریڈیو تقاریر کے سکرپٹس کی ترتیب و تدوین کرکے انھیں زیرِ نظر کتابی شکل دے دی ہے۔ اسی طرح ہم اپنے محترم بھائی جناب محمد ایوب مشتاق (ڈاریکٹر جنرل شرکہ رکن السنسنہ للمقاولات، الریاض، الجبیل، مقیم الخبر) کے بھی انتہائی شکرگزار ہیں جن کے تعاون سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

فجزاه الله في الدارين خيراً وبارك في أهله وماله.

اللہ تعالیٰ ہمارے اس ''بضاعۃ مزجاۃ'' کو قبول فرمائے اور بروزِ محشر ہمیں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ نصیب فرمائے۔ آمِین یَا رَبَّ الْعَالَمِین

وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهٗ

طالبِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

۵/ ۵/ ۱۴۲۸ھ = ۲۲/ ۵/ ۲۰۰۷ء

ترجمان سپریم کورٹ الخبر، وداعیہ متعاون، مراکزِ دعوت و ارشاد الدمّام، الخبر، الظہران ائیر بیس (سعودی عرب)

تصدیر

اسلام، نبی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ بالخصوص اور تمام کفار بالعموم بڑے تسلسل کے ساتھ کچھ نہ کچھ کہتے اور لکھتے آرہے ہیں جو کہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت مسلمانوں کے عقیدے میں شامل ہے اور آپ ﷺ کا دفاع ان کی ذمہ داری ہے۔

ڈنمارک کے ایک اخبار (جالنڈز [یولانو] پوسٹن) نے منگل ۲۲/شعبان ۱۴۲۶ھ کی اشاعت میں توہینِ رسالت پر مبنی خاکے شائع کیے جن میں نبی اکرم ﷺ کو ایک دہشت گرد کی حیثیت سے پیش کرنے کی بدترین جسارت کی۔ ایک خاکے میں نبی ﷺ کے سرِ اقدس پر ایک عمامہ دکھلایا گیا جسے بم کی شکل دی گئی۔ وہ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان مسلمانوں کا نبی ﷺ دھماکے کرنے والا اور تخریب کاری پھیلانے والا ہے۔ ان خاکوں کی اشاعت سے ملنے والے مسلمانوں کے وہ زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ناروے کے ایک اخبار نے عید الاضحیٰ (۱۰/ذوالحج ۱۴۲۶ھ) کو انھیں دوبارہ شائع کر کے مسلمانوں کے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔

ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف مسلمانوں میں سخت غم وغصہ اور قلق واضطراب پایا گیا اور وہ سراپا احتجاج بن گئے۔ اسلامی ممالک اور غیر مسلم

ممالک کے اسلامی حلقوں کے حبِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبے سے سرشار مسلمان ان اہانت آمیز خاکوں کے خلاف پر امن احتجاج کریں تو یہ ان کا حق ہے، اور اسے تو پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے امریکی سابق صدر بل کلنٹن نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (اردو نیوز، بروز ہفتہ ۱۹ر محرم ۱۴۲۷ھ)

ناموسِ رسالت کے حوالے سے پورے عالمِ اسلام میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی، ان میں اس بے چینی کا پھیل جانا ایک فطری عمل ہے۔ اس سلسلہ میں سرکاری و غیر سرکاری ہر سطح پر مظاہرے ہوئے اور انھی مظاہروں کی آڑ میں بعض شر پسند عناصر گھیراؤ جلاؤ، توڑ پھوڑ اور پتھراؤ کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔ سرکاری املاک کے ساتھ ساتھ مغربی ریسٹورانوں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ساتھ ساتھ بعض مظاہرین کی نجی گاڑیوں، موٹر سائیکلوں اور بند دکانوں کو بھی نشانہ بناتے رہے۔ نیز ڈنمارک کے پرچموں کو پاؤں تلے روندا اور انھیں نذرِ آتش کیا گیا۔

برِصغیر میں یہ احتجاج و مظاہرے پورے زوروں پر رہے اور دل آزار خاکوں کی اشاعت نے مسلمانوں کے جذبات کو بے قابو کیے رکھا۔ جگہ جگہ مظاہرین کی سنگباری و آتش زنی اور پولیس کے لاٹھی چارج کے مناظر دیکھنے میں آئے اور کارٹونسٹ کے قاتل کو انعام میں ایک ملین ڈالر، نئی کار اور اس کے وزن کے برابر سونا دینے کے اعلانات بھی سامنے آئے۔

ان سب حالات کے تناظر میں ہم چند امور اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں مثلاً:

① کفر و اسلام کی آویزش۔

② کفار کے عزائم۔

۳ رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ۔
۴ نبی ﷺ سے محبت کا حکم وفضیلت۔
۵ رسولِ اکرم ﷺ سے محبت کے تقاضے۔
۶ پرتشدّد مظاہروں، توڑ پھوڑ، گھیراؤ جلاؤ اور جانی و مالی نقصان کرنے کی شرعی حیثیت۔
۷ نبی ﷺ کو گالی دینے (توہینِ رسالت) کی سزا۔

یہ کتاب دراصل ہماری ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو مشار الیہ موقع پر سعودی ریڈیو (مکہ مکرمہ) سے کئی ماہ تک مسلسل نشر ہوتی رہیں جنھیں ہماری لختِ جگر امّ طلحہ نبیلہ قمر، الریاض ۔ نے مرتب کردیا ہے۔ فَجزَاھَا اللّٰہُ خَیراً وَوَفَّقَھَا لِکُلِّ خَیرٍ وَسَعَادَۃٍ.

اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت میں ہمارے جن احباب نے جو بھی تعاون کیا ہے ہم ان سب کے شکر گزار اور ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان سب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور نبی ﷺ کو محشر کے روز ہمارا بھی شافع بنائے۔آمین

طالبِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ
ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
۱۷/ ۱۴۳۰ھ = ۱۰/ ۲۰۰۹ء

ترجمان سپریم کورٹ الخبر ، وداعیہ متعاون، مراکزِ دعوت وارشاد
الدمّام، الخبر ، الظہران ائیربیس (سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کفر و اسلام کی آویزش:

اسلام اور کفر کی آویزش اور حق و باطل کا معرکہ تو ابتدائے آفرینش سے ہی جاری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی قوائے خیر و شر میں آویزش شروع ہوگئی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلے میں ابلیس کھڑا ہوگیا تھا۔ قرآن بتاتا ہے کہ اس نے اللہ کے حکم سے اپنی بغاوت و سرتابی اور حضرت آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کے خلاف اپنی معاندانہ مہم کا اعلان یوں کردیا تھا:

﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾

[الأعراف: ١٢]

''میں اس (آدم) سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اس کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اسے دھتکار دیا تو اس نے ﴿اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ [الأعراف: ١٤] کہہ کر اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی۔ اور اللہ نے اسے ﴿اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ [الأعراف: ١٤] کہہ کر مہلت دے دی۔ جس کے نتیجے میں اس نے نعرۂ بغاوت و عداوت بلند کیا۔

سورۃ الاعراف میں ہے:

﴿ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ [الأعراف: ١٦، ١٧]

''اُس نے کہا کہ اِس [آدم] کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ان کے [گمراہ کرنے کے] لیے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے حملہ کروں گا اور ان کی دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے بھی حملہ آور ہوں گا۔''

اس کے عداوت و بغاوت پر مبنی اعلان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

﴿ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ [الأعراف: ۱۸]

''یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جاؤ، جو شخص ان [بنی آدم] میں سے تیرا حکم مانے گا، میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔''

جب حق حضرت نوح علیہ السلام کی شکل میں رونما ہوا تو باطل کنعان کے روپ میں سامنے آ کھڑا ہوا، اور پھر حق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رنگ میں ظاہر ہوا تو باطل فرعون کی صورت اختیار کر آیا، حق حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی صورت میں جلوہ گر ہوا تو باطل نمرود بن کر آ گیا۔ غرض تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ حق و باطل کی یہ آویزش عہدِ قدیم ہی سے چلی آ رہی ہے۔ بالآخر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا، دعوتِ توحید دی اور حق کو قبول کرنے کی تبلیغ شروع کی تو باطل کا سب سے پہلا سرغنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب ثابت ہوا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور بڑی اذیت دی لیکن اس کا جو انجام ہوا وہ قدرے تفصیل کے ساتھ ہم آگے چل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے، بُرا بھلا کہنے اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کے انجام و سزا کے ضمن میں ذکر کرینگے۔ اِن شاء اللہ.

کفار کے عزائم:

حق و باطل کے اس معرکے اور کفر و اسلام کی اس آویزش میں مسلمانوں کے خلاف کافروں کے عزائم کیا ہیں؟ان باتوں کا تذکرہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں جابجا فرمایا ہے:

① کافر مسلمانوں کے اتنے بدخواہ ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی بھلائی نہ ملے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [البقرة: ١٠٥]

”جو لوگ کافر ہیں، اہلِ کتاب یا مشرک، وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے خیر (و برکت) نازل ہو، اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔“

② سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تم سے دین اسلام چھڑوانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة: ١٠٩]

”اپنے نفوس کے حسد کی وجہ سے اہلِ کتاب میں سے اکثر لوگ یہ

چاہتے ہیں کہ وہ تمھیں ایمان سے پھیر کر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں جبکہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔''

③ جب تک مسلمان اپنا دین نہیں چھوڑتے کفار خصوصاً یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے دشمنی کرتے رہیں گے جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ﴾ [البقرة: ١٢٠]

''اور آپ سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ آپ اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کر لیں۔ (ان سے) کہہ دیں کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبر!) اگر آپ اپنے پاس علم (یعنی وحیٔ الٰہی) کے آ جانے پر بھی ان کی خواہش پر چلیں گے تو آپ کو اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہو گا نہ کوئی مدد گار۔''

④ وہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دینے تک برسرِ پیکار رہیں گے لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سورۃ البقرۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ كَبِیْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَ لَا

يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة: ٢١٧]

''(اے نبی!) لوگ آپ سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیں کہ اُن میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اُس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (منع کرنا) اور اہلِ مسجد کو اُس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی، خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر طاقت رکھیں تو آپ کو آپ کے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

⑤ کفار کے عزائم میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کو دینِ اسلام سے ہٹا کر لا دینیت اور گمراہی کی راہ پر لانا چاہتے ہیں۔ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [آل عمران: ٦٩]

''(اے اہلِ اسلام!) بعض اہلِ کتاب اس بات کی خواہش رکھتے

ہیں کہ تمھیں گمراہ کر دیں مگر یہ (تمھیں کیا گمراہ کریں گے) اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور نہیں جانتے۔''

⑥ کفار کا ارادہ ہے کہ وہ مختلف ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو گمراہ کر دیں۔ چنانچہ ان کے اس عزم کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

[آل عمران: ٧٦]

''اور اہلِ کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو (کتاب) مؤمنوں پر نازل ہوئی ہے اُس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اُس کے آخر میں انکار کر دیا کرو تاکہ وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں۔''

⑦ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف چھپی ہوئی دشمنی، اس دشمنی سے کہیں زیادہ ہے جس کا اظہار وہ اپنی زبانوں سے کرتے ہیں اور کافر مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ سورۃ آل عمران میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [آل عمران: ١١٨]

''مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا، یہ لوگ

تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمھیں تکلیف پہنچے، اُن کی زبانوں سے تو دُشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔''

⑧ کافر مسلمانوں سے کبھی محبت اور دوستی نہیں کریں گے بلکہ وہ اپنے دلوں سے مسلمانوں کے خلاف شدید غیظ و غضب رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ [آل عمران: ۱۱۹]

''دیکھو! تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمھاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ (اُن سے) کہہ دو (بدبختو!) غصے میں مر جاؤ، اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔''

⑨ مسلمانوں کو کسی بھی معاملے میں فائدہ پہنچے تو یہ کفار کو برا لگتا ہے اور اگر وہ نقصان اٹھائیں تو کفار کو خوشی ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران میں یہی بات بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾ [آل عمران: ۱۲۰]

''اگر تمھیں آسودگی حاصل ہو تو انھیں بُری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کو برداشت اور (اُن سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو اُن کا فریب تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

⑩ سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عزائم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾ [النساء: ۸۹]

''وہ (کفار) چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی (اے مسلمانو!) کافر ہو جاؤ تا کہ تم اور وہ سب یکساں ہو جائیں۔''

⑪ مشرک اور یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [المائدۃ: ۸۲]

''(اے پیغمبر!) آپ دیکھیں گے کہ مؤمنوں کیساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر اُن لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم

نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''

⑫ کفار کے کرتوتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کی زبانی چاپلوسی تو کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے نفرت ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [التوبة: ٨]

''(بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب ان کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا، یہ منہ سے تو تمھیں خوش کر دیتے ہیں لیکن ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔''

⑬ اسلام کا غلبہ اللہ کا وعدہ ہے مگر یہ چیز مشرکوں کو سخت ناگوار ہے۔ اسی بات کا پتہ دیتے ہوئے سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبة: ٣٣]

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

⑭ کافر مسلمانوں کو اپنے اقوال و افعال ہر دو سے اذیت پہنچانا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بھی کافر ہو جائیں۔ چنانچہ سورۃ الممتحنہ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ [الممتحنة: ٢]

''اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں اور ایذاء کے لیے تم پر ہاتھ (بھی) چلائیں اور زبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔''

⑮ کفار کا ایک بدترین عزم یہ ہے کہ وہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں جیسا کہ قرآنِ کریم کی سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الصف: ٨]

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ اسلام) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

⑯ کفار سے اور کچھ نہ بن پڑے تو وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کم از کم مداہنت پسند ہوکر ماڈریٹ اسلام کے علمبردار بن جائیں۔ ان کے اس عزم کی خبر دیتے ہوئے سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾

[القلم: ٨، ٩]

''آپ جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کریں تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔''

مقامِ مصطفیٰ:

نبی اکرم ﷺ کی شان میں مغربی و یورپی ممالک کے پرنٹ میڈیا نے

پچھلے دنوں توہین آمیز خاکے شائع کر کے جو گستاخی کی ہے اور ناموسِ رسالت کے سلسلہ میں مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ اس کی خاطر وہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال تک کوئی بھی چیز قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [آل عمران: ١٦٤]

''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو انھیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ کے بعد انھی اوصاف کا حامل نبی بھیجنے کی دعا کی تھی۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ان کی وہ دعا ان الفاظ میں آئی ہے:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [البقرة: ١٢٩]

''اے پروردگار! ان (لوگوں) میں انھیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو انھیں تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور اُن (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔''

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بعض اوصافِ عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۱۲۸]

''(لوگو!) تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمھاری تکلیف اُن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمھاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

آپ ﷺ کی نرم دلی اور شفقت و رحمت کا پتہ دیتے ہوئے سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

''(اے نبی!) اللہ کی مہربانی سے آپ کی اُفتادِ مزاج اُن لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو اُن کو معاف کر دیں اور اُن کے لیے (اللہ سے) مغفرت مانگیں اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ کرلیا کریں اور جب (کسی کام کا) عزمِ مصمم کرلیں تو اللہ پر بھروسا رکھیں، بیشک اللہ تعالیٰ بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

جبکہ سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴾ [البقرة: ١١٩]

''(اے نبی !) ہم نے آپ کو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا ہے اور اہلِ دوزخ کے بارے میں آپ سے کچھ پرسش نہیں ہوگی۔''

یہی بات سورۃ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴾ [الإسراء: ١٠٥]

''اور ہم نے اس قرآن کو سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ سچائی کے ساتھ نازل ہوا۔ اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے تمھیں صرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اور سورۃ الفرقان میں ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴾ [الفرقان: ٥٦]

''اور ہم نے (اے نبی ﷺ!) تمھیں صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے۔''

اور سورۃ سبا میں فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [السبا: ٢٨]

''اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

اور سورۃ الفاطر میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [الفاطر: ٢٤]

''ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔''

سورۃ الاحزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾

[الأحزاب: ٤٥]

''اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اور سورۃ الفتح میں ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴾ [الفتح: ٨]

''اور ہم نے (اے محمد ﷺ!) تم کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔''

اس آیت میں ان دو اوصافِ گرامی ہی کے ساتھ آپ ﷺ کو شاہد (گواہی دینے والا) بھی قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ الفتح میں نبی اکرم ﷺ کے لیے مغفرت، پہلے پچھلے تمام گناہوں کی بخشش اور آپ ﷺ پر اتمامِ نعمت و ہدایت کی بشارتیں دی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾ [الفتح: ١، ٢]

''(اے میرے نبی!) ہم نے آپ کو فتح دی، فتح بھی صریح اور صاف تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔''

ان دونوں آیتوں کے نزول پر نبی ﷺ نے انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد میں مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر ان آیات کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''آج رات مجھ پر وہ آیت نازل ہوئی ہے جو میرے لیے روئے زمین کی تمام دولت سے بھی زیادہ محبوب و عزیز ہے۔''

پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مبارکیں دیں۔[1]

نبی رحمۃ للعالمین:

نبی کریم ﷺ کے عمامہ مبارکہ کو بم کی شکل دے کر آپ ﷺ کو دہشت گرد باور کروانے والے کیا جانیں کہ اس نبی ﷺ کو تو خالقِ کائنات نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

''اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔''

قرآنِ کریم میں نبی اکرم ﷺ کے اوصافِ مبارکہ اور فضائلِ حمیدہ جا بجا وارد ہوئے ہیں لیکن ان سب کا احاطہ اور تفصیل ہمارے پیشِ نظر نہیں ہے۔ نبی مکرم ﷺ اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے والوں کی چشم کشائی کے لیے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (4725) مسند أحمد (134/3)

صرف اس ایک آیت کی تفسیر خود نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ چنانچہ کتبِ تفسیر و حدیث اور تاریخ و سیرت کھول کر دیکھیں کہ نبی اسلام ﷺ کو تو خود خالقِ کائنات نے ''رحمۃ للعالمین'' کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

1- جانوروں کے لیے رحمت:

آپ ﷺ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک کے ساتھ بھی رحم وکرم فرماتے اور لطف ومحبت کا حکم فرمایا کرتے تھے، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① ابوداود، مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوہ بیہقی اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر ایک اونٹ بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ ﷺ نے شفقت کے ساتھ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے مالک کا پتہ کروا کر اسے فرمایا:

«اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هَذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا، فَاِنَّهٗ شَكَا اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ»[1]

''کیا تم اس جانور سے بدسلوکی کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو جس نے تمھیں اس کا مالک بنایا ہے؟ اس نے میرے سامنے تمھاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔''

② مسند احمد، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے کہ سواری والے جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] سنن أبي داود (2549) مسند أحمد (204/1) مسند أبي يعلىٰ (6787) مستدرك حاكم (99/2) ابن أبي شيبة (322/6) أبو عوانة (197/1)

« اِرْكَبُوا هٰذِهِ الدَّوَابَّ سَالِمَةً وَدَعُوهَا سَالِمَةً وَلَا تَتَّخِذُوهَا كَرَاسِيَّ »[1]

''ان جانوروں پر صحیح و سالم ہونے کی شکل میں سواری کرو اور جب ضرورت نہ ہو تو انھیں صحیح و سالم ہی فارغ چھوڑ دو۔ اور انھیں (بلا ضرورت) اپنے لیے کرسی نہ بناؤ۔''

نیز ابوداود اور بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِيَّاكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ »[2]

''خبردار! اپنے سواری والے جانوروں کی پشتوں کو بلاضرورت اپنے لیے منبر نہ بنالو۔''

۳ ابوداود اور ابن خزیمہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پشت اور پیٹ (کمزوری ومشقت کی وجہ سے) باہم ملے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ »[3]

''ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔''

۴ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ ایک صبح کسی کام سے نکلے تو دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر کسی نے اونٹ بٹھایا ہوا ہے، پھر اسی دن شام کو بھی دیکھا کہ وہ اونٹ اسی جگہ موجود ہے تو استفسار فرمایا کہ اس کا مالک کون ہے؟ مگر وہ نہ ملا تو بلاوجہ کسی جانور کو باندھ کر بٹھا رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] أبو داود (2567) سنن البيهقي (255/5) الآداب (795)

[2] أبو داود (2567) سنن البيهقي (255/5) الآداب (795)

[3] سنن أبي داود (2548) ابن خزيمة (2545)

«اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیُ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ»[1]

''ان جانوروں کے معاملہ میں خوفِ الٰہی سے کام لیا کرو۔''

سبحان اللہ! یہ تھی شانِ رحمۃٌ للعالمین۔ کہاں آپ ﷺ کی یہ شان اور کہاں ان کینہ ور اور بغض پرور لوگوں کے الزامات؟!

چڑیا (پرندوں) کے لیے رحمت:

⑤ الادب المفرد امام بخاری، سنن ابی داود اور مستدرک حاکم میں ہے کہ ایک سفر کے دوران کسی صحابی نے چڑیا کے گھونسلے سے اس کے دو بچے اٹھالیے، چڑیا نے صحابہ کرام سروں پر آکر پھڑ پھڑانا شروع کردیا۔ نبی ﷺ کو جب واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنُ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوُا وَلَدَهَا اِلَیُهَا»[2]

''اس کے بچے اٹھا کر اسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے فوراً اسے واپس لوٹا دو۔''

چیونٹیوں کے لیے رحمت:

⑥ سنن ابو داود میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک گھروندا جلا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا:

«اِنَّهٗ لَا یَنۡبَغِیۡ اَنُ یُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ»[3]

---

[1] مسند أحمد (181/4) ابن حبان (844)

[2] الأدب المفرد (384) أبو داود (2675، 5268) مستدرك (239/4) رياض الصالحين (1610)

[3] الأدب المفرد (384) أبو داود (2675، 5268) مستدرك (239/4) رياض الصالحين (1610)

''آگ کے خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو لائق نہیں کہ کسی کو آگ کے ساتھ عذاب دے۔''

2- ذبح کیے جانے والے جانوروں کے لیے رحمت:

⑦ حد تو یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو اس کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے رحم و احسان کی تعلیم فرمائی ہے، اور آپ ﷺ کی انھی تعلیمات کی روشنی میں قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی مسنون کیفیات و طریقہ کچھ یوں ہے کہ جانور کو ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے جانور کی نظروں سے دور، جہاں سے وہ دیکھ نہ سکتا ہو، اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لے۔ جانور کی نظروں سے دور اور اوجھل اس لیے کہ ذبح ہونے سے قبل ہی چھری تیز ہوتے دیکھ کر اسے تکلیف نہ پہنچے، اور چھری کو تیز اس لیے کر لے تا کہ جلد ذبح ہو جانے کی شکل میں جانور کو دیر تک چھری کے کاٹنے کی تکلیف نہ ہوتی رہے۔ اس سلسلہ میں معجم طبرانی کبیر و اوسط اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو بکری کو لٹا کر، اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھے اپنی چھری تیز کر رہا تھا، اور بکری یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَفَلَا قَبْلَ هٰذَا! اَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟»[1]

''کیا یہ کام اس سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا؟ کیا تو اس بیچاری کی دو مرتبہ جان لینا چاہتا ہے؟''

[1] المعجم الكبير (333/11) الأوسط للطبراني بحواله مجمع الزوائد (36/4) بيهقى (280/9)

یہی واقعہ مستدرک حاکم اور مصنف عبد الرزاق میں بھی مذکور ہے، اس میں الفاظ ہیں:

« أَتُرِيْدُ أَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ هَلَّا حَدَّدتَّ شُفْرَتَكَ قَبْلَ اَنْ تُضْجِعَهَا؟ »[1]

''کیا تو اسے کئی موتیں مار کر اس کی جان نکالنا چاہتا ہے؟ تم نے اسے لٹانے سے پہلے ہی چھری تیز کیوں نہ کر لی؟''

◈ الادب المفرد امام بخاری، معجم طبرانی کبیر و صغیر و اوسط، مسند احمد، مسند بزار اور مستدرک حاکم میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنِّیْ لَأَذْبَحُ الشَّاةَ فَأَرْحَمُهَا؟ »

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو کیا اس پر بھی رحم کروں؟''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« وَ الشَّاةُ اِنْ رَحِمْتَهَا رَحِمَكَ اللّٰهُ »[2]

''اگر تم ذبح کی جانے والی بکری پر بھی رحم کرو گے تو اللہ تم پر رحم کرے گا۔''

◈ جبکہ الادب المفرد امام بخاری، معجم طبرانی اور الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی میں ارشادِ نبوی ہے:

« مَنْ رَحِمَ وَ لَوْ ذَبِيْحَةَ عُصْفُوْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[3]

---

[1] مستدرك حاكم (4/231) مصنف عبد الرزاق (8608)

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني (1/33-34)

[3] صحيح الجامع الصغير [6261] السلسلة الصحيحة [1/34]

"جس نے ذبیحہ پر رحم کھایا اگرچہ وہ چڑیا ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔"

3- قصاص میں قتل کیے جانے والے کے لیے رحمت:

⑩ صحیح مسلم، سننِ اربعہ، سنن کبریٰ بیہقی، دارمی، مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ»[1]

"اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کو فرض قرار دیا ہے، لہٰذا اگر تم کسی کو (قصاص میں) قتل کرو تو اسے بھی اچھے طریقے سے قتل کرو، اور اگر کسی جانور کو ذبح کرنا ہو تو اسے بھی اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تمھیں چاہیے کہ اپنی چھری کو خوب تیز کرلو اور ذبیحہ کو (جلد ذبح کرکے) آرام پہنچاؤ۔"

اسوۂ حسنہ:

⑪ ان ارشادات وتعلیمات کے ساتھ ساتھ خود آپ ﷺ کا اپنا عملِ مبارک بھی یہی تھا جیسا کہ صحیح مسلم، ابو داود، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو مجھے حکم فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ! هَلُمِّي الْمُدْيَةَ» "اے عائشہ! چھری لاؤ۔"

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (2815) سنن الترمذي، رقم الحديث (1409) سنن النسائي، رقم الحديث (4405) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (3170)

پھر فرمایا:

«اِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ»[1] "اسے پتھر پر خوب تیز کرو۔"

وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ چھری لی، مینڈھا پکڑ کر لٹایا اور اسے ذبح کیا۔

4- حرام جانوروں کے لیے رحمت:

⑫ یہ مذکورہ سابقہ واقعات تو حلال جانوروں سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو عذابِ جہنم کی خبر دی جس نے بلی کو باندھے رکھا اور کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی ہی مرگئی۔[2]

اس واقعہ میں عذابِ جہنم کی خبر دینے میں بھی آپ ﷺ کی شانِ رحمت نمایاں ہے تاکہ لوگ ایسا کرنے سے باز رہیں اور مبتلائے عذاب نہ ہوں۔

⑬ صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی راہ گیر مسافر کو پیاس نے ستایا تو وہ ایک کنویں میں اترا، پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے، پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے، اس مسافر کے دل میں رحم آیا اور اس نے کنوئیں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم (122،121/13) أبو داود (2792) مسند أحمد (78/6) بيهقي (282،272،267/9)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (2365) صحيح مسلم، برقم (240/14، 172/16) مسند أحمد (269/2)

«فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ»[1]

''ہر جاندار پر ترس کھانا باعثِ اجر ہے۔''

⑭ جبکہ بخاری و مسلم اور مسند احمد میں تو یہاں تک مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے ایک ایسے کتے کو کنویں کے کنارے دیکھا جسے قریب تھا کہ پیاس کی شدت موت کی نیند سلا دے۔ اس نے اس پر ترس کھا کر پانی نکال کر اسے پلایا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

«فَغَفَرَ لَهَا بِهِ»[2]

''اللہ نے اس عورت کو اسی نیکی کے عوض بخش دیا۔''

کیا ان ارشادات و تعلیمات سے کہیں بے رحمی، ظلم و تشدد، تخریب کاری اور دہشت گردی کا شائبہ بھی نظر آتا ہے؟ پتہ نہیں اہلِ مغرب کس منہ سے ہمارے نبی رحمت ﷺ پر اس طرح کے گھناؤنے الزامات لگاتے ہیں؟!

خلفا و صحابہ رضی اللہ عنہم کے قولی و عملی نمونے:

نبی اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ حضرت عمر فاروق، ابن عمر، ابو درداء رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھی کئی ایسے واقعات طبقات ابن سعد، سنن بیہقی، مسند احمد اور کتاب الزہد امام احمد میں مذکور ہیں۔[3]

⑮ طبقات ابن سعد میں حضرت مسیّب بن دارم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے ایک اونٹوں والے کو چوٹ ماری اور ساتھ ہی فرمایا:

---

[1] صحیح البخاري (2363) صحیح مسلم (241/14) مسند أحمد (375/2)

[2] صحیح البخاري (3321) صحیح مسلم (242/14) مسند أحمد (507/2)

[3] تفصیل کے لیے دیکھیں: سلسلة الأحادیث الصحیحة (1/35-38)

"لِمَ تَحمِلُ عَلٰی بَعِیرِكَ مَا لَا یُطِیقُ"[1]

"تم اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ کیوں لادتے ہو جو اسکی طاقت سے زیادہ ہے؟"

◈ ۱۶ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو بکری کو لٹا کر چھری تیز کر رہا تھا۔ انھوں نے اسے اپنے درّے سے معمولی انداز سے مارتے ہوئے فرمایا:

"أَتُعَذِّبُ الرُّوحَ ؟ أَلَا فَعَلْتَ هٰذَا قَبلَ أَنْ تَأْخُذَهَا."[2]

"کیا تم اس کی روح کو [دو مرتبہ] تکلیف دینا چاہتے ہو؟ یہ کام [چھری کو تیز کرنا] تم نے پہلے ہی کیوں نہ کرلیا؟"

◈ ۱۷ بیہقی ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی بکری کو ذبح کرنے کے لیے اسے ٹانگ سے گھسیٹے لیے جارہا تھا تو اسے دیکھ کر انھوں نے فرمایا:

"وَیُلَكَ! قُدْهَا اِلَی الْمَوْتِ قَوْدًا جَمِیْلاً."[3]

"تیرا برا ہو! اسے موت کی طرف اچھی طرح سے لے کر جاؤ۔"

لیکن اس اثر کے راوی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع ہونے کی وجہ سے از روئے سند یہ اثر ضعیف ہے۔

البتہ اسی مفہوم کا ایک اور اثر بھی سنن کبریٰ بیہقی میں ابن سیرین رحمہ اللہ ہی سے مروی ہے کہ اسی طرح بکری کو گھسیٹے لیے جانے والے شخص کو دیکھ کر انھوں نے فرمایا تھا:

---

1. الصحيحة (1/35-36)
2. سنن البيهقي (9/280) السلسلة الصحيحة (1/36)
3. غاية المرام للألباني (ص: 288)

"سُقْهَا لَا أُمَّ لَكَ إِلَى الْمَوْتِ سَوْقًا جَمِيلًا." ❶

''تیری ماں نہ ہو، اسے اچھے طریقے سے سوئے مقتل لے کر جاؤ۔''

⓲ مسند احمد میں حضرت وہب بن کیسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بکریاں چرانے والے ایک آدمی کو دیکھا جو انھیں بہت بری جگہ پر چرا رہا تھا جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے بدرجہا بہتر جگہ دیکھی تھی، چنانچہ انھوں نے اس سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"وَيْحَكَ يَا رَاعِيُ! حَوِّلْهَا."

''اے بکریوں کے چرواہے! تیرا بھلا ہو، انھیں یہاں سے [ہٹا کر اس اچھی جگہ] لے جاؤ۔''

اور آگے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«كُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» ❷

''ہرنگران [وچرواہا] اپنی زیرِ نگرانی رعیت و اشیا کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

⓳ حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اونٹ تھا جس کا نام ''دمون'' تھا، اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت مانگ کر لے جاتا تو وہ اسے یہ تاکید کرکے بھیجا کرتے تھے:

"لَا تَحْمِلُوا عَلَيْهِ إِلَّا كَذَا وَكَذَا فَإِنَّهُ لَا يُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ."

''اس پر اتنے اور اتنے سے زیادہ بوجھ نہ لادنا کیونکہ یہ اس سے زیادہ کی طاقت نہیں رکھتا۔''

---

❶ الصحيحة (36/1)

❷ مسند أحمد (5869) و حسنه الألباني في الصحيحة (37/1)

جب ان کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو انھوں نے اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے دمون! کل کو میرے رب کے پاس میری شکایت نہ کرنا کیونکہ میں تجھ پر تیری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا کرتا تھا۔''[1]

﴿۴۰﴾ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے بارے میں کتاب الزہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں مروی ہے کہ ان کا ایک غلام خچر پر بار برداری کر کے روزانہ ایک درہم کما کر لایا کرتا تھا، ایک دن وہ ڈیڑھ درہم لایا تو انھوں نے اسے کہا کہ تم نے آج خچر کو خوب تھکایا ہے:

''أَجِمَّهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.''[2]

''اس کے بدلے میں اب اسے تین دن ریسٹ دو۔''

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات و عملِ مبارک، خلفاء و صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و حسنِ تعامل اور تابعین و حکّامِ اسلام کے ان واقعات پر ایک مرتبہ ذرا نظر ثانی کریں اور توجہ کے ساتھ دیکھیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو تعلیمات صادر فرمائی تھیں اور جو حسین نامۂ اعمال پیش فرمایا تھا، خلفاء و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے حکّامِ اسلام نے ان پر کس طرح عمل کر کے مثالیں قائم فرما دیں۔

آج انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس نبی کو تم دہشت گرد باور کروانے پر تلے ہوئے ہو وہ تو نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں تک کے حقوق محفوظ کر گئے ہیں اور یہ صرف کتابی حد تک جمع خرچ ہی نہیں ہے بلکہ انھیں باقاعدہ نافذ بھی کیا گیا۔

---

[1] الصحيحة (37/1)

[2] الصحيحة (37/1)

اسی طرح آج کل یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کے خون کو پانی سے بھی سستا سمجھ کر بے دریغ بہانے والے یہ اہلِ مغرب اپنے کتوں اور بلیوں کو بھی بسکٹ کھلاتے، نہلاتے اور نہ صرف نرم و گرم گدوں پر بٹھاتے بلکہ گود میں اٹھائے پھرتے ہیں، ان حدود کو پھلانگنے والی حرکتوں سے قطع نظر جانوروں سے حسنِ سلوک کا سبق سب سے پہلے ہمارے اسی نبی ﷺ نے دیا تھا جنھیں ٹیرارسٹ باور کروانے پر تم لوگ ادھار کھائے بیٹھے ہو۔ کیا ایسے نبی ﷺ یا اس کے پیروکاروں سے انسانوں حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بے رحمی، سنگدلی اور دہشت گردی کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟

5- کفار کے لیے رحمت:

1 اور تو اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت و نبوت تو خود کفار کے لیے بھی باعثِ رحمت تھی چنانچہ سورۃ الانبیاء کی آیت ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں امام ابن کثیر نے امام ابن جریر کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

"مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ كُتِبَ لَهُ الرَّحْمَةُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ لِمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ عُوْفِيَ مِمَّا أَصَابَ الْأُمَمَ مِنَ الْخَسْفِ وَ الْقَذْفِ."[1]

"جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لایا اس کے لیے دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمتیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لایا وہ بھی [بعثت و برکتِ مصطفیٰ ﷺ کے باعث] زمین میں دھنسائے جانے اور آسمان سے پتھر برسائے جانے جیسے ان

[1] تفسیر ابن جریر [99/9] تفسیر ابن کثیر [3/ 270]

عذابوں سے محفوظ رہے گا جن میں پہلی امتیں مبتلا کی گئی تھیں۔''

۲ اسی طرح کی ایک اور روایت امام ابن ابی حاتم نے بھی بیان فرمائی ہے، جبکہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"مَنْ تَبِعَهٗ كَانَ لَهٗ رَحْمَةً فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مَنْ لَمْ يَتْبَعْهُ عُوْفِيَ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ سَائِرُ الْأُمَمِ مِنَ الْخَسْفِ وَ الْمَسْخِ وَ الْقَذْفِ." [1]

''جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی ان کے لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کریں وہ بھی زمین میں دھنسائے جانے، شکلیں مسخ کی جانے اور پتھر برسائے جانے جیسے ان عذابوں سے محفوظ رہیں گے جن سے پہلی قومیں دوچار ہوئیں۔''

۳. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں تو درکنار کافروں کے لیے بھی رحمت و برکت ہونے کا ثبوت قرآنِ کریم کی مذکورہ آیت میں موجود ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کا تو یہ عالم ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار و مشرکین کے ہاتھوں تنگ آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مشرکین کے لیے بددعا کریں تو صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

«اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّاناً وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً» [2].

''میں لعنت و بددعا کرنے کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ مجھے تو

---

[1] المعجم الكبير للطبراني [23/12] ابن كثير [176/3]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [2599]

رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

4. سنن دارمی، شعب الایمان بیہقی، طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ»[1]

"میں رحمتِ مہداۃ [ہدیۂ رحمت] ہوں۔"

5. ایسے ہی الادب المفرد امام بخاری، مستدرک حاکم، شعب الایمان بیہقی اور طبقات ابن سعد میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ»[2]

"مجھے حسنِ اخلاق کے اتمام و تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔"

6. نبی اکرم ﷺ کے کفار کے لیے بھی رحمت ہونے کا اندازہ اور کفار کے ساتھ بھی آپ ﷺ کے حسنِ سلوک کا پتہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی کو نبی اکرم ﷺ نے کوئی سزا نہیں دی بلکہ معاف کر دیا حالانکہ اس بات کا صاف انکشاف ہوگیا تھا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو جادو کر کے بہت پریشان کیا تھا جیسا کہ قرآنِ کریم کی آخری دو سورتوں [معوذتین] کی تفسیر اور صحیح بخاری کتاب الطب، صحیح مسلم اور مسند احمد میں تفصیلی واقعہ مذکور ہے۔[3]

7. اسی طرح صحیح بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو بعض منافقین نے سازش کے ذریعے نبی

---

[1] صحيح الجامع الصغير (2345)

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث (45)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (5430) مسند أحمد (57/6)

اکرم ﷺ کو قتل کرنا چاہا۔ نبی اکرم ﷺ پر ان کی سازش کا راز فاش ہوگیا اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ ان سازش کرنے والوں کو قتل کروادیا جائے لیکن نبی ﷺ نے انھیں بھی معاف کردیا اور ساتھ ہی فرمایا:

«لَا يُتَحَدَّثُ أَنَّ مُحَمَّداً يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ» [1]

''میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ محمد [ﷺ] اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔''

اور انھیں ساتھی اس لیے کہا کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں تھے اگرچہ دراصل وہ کافر [منافق] تھے۔

۸ کفار و مشرکین کے ساتھ بھی نبی اکرم ﷺ کی رحمت و رأفت کا اندازہ کرنا ہوتو فتح مکہ کا واقعہ ذہن میں رکھ کر دیکھیں کہ جنھوں نے نبی ﷺ کو مارا، لہولہان کیا، دانت توڑے، بیٹیوں کو طلاقیں دے کر ذہنی و نفسیاتی اذیتیں پہنچائیں، گالیاں دیں، برا بھلا کہا، جنہوں نے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے جو بالآخر ہجرت پر جا کر ختم ہوئے۔ لیکن فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، مشرکین سے اپنا قبلہ آزاد کروایا اور بیت اللہ شریف کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا تو اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار قدسی نفوس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اس طرح بائیبل کے سفر استثناء (باب: ۳۳) کے پہلے اور دوسرے فقرہ میں دی گئی بشارت بھی پوری ہوگئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرما گئے ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3330]

''خداوند سیناء سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔''[1]

یہ وہ دِن تھا کہ کوئی ہماشما کی طرح ہوتا تو گن گن کر بدلے لیتا۔ اسلام اور نبی اسلام ﷺ کو زک پہنچانے والوں کو چن چن کر مارتا کیونکہ یہی اہلِ مکہ وہ گردن زدنی و کُشتنی لوگ تھے جنھوں نے نبی ﷺ اور نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ صرف مکہ کے اندر تکلیفیں دی تھیں بلکہ پہلے ہزاروں میل دور حبشہ اور پھر تین سومیل دور مدینہ منورہ چلے جانے کے باوجود بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا، ان کے ساتھ آپ ﷺ جو بھی سلوک کرتے، روا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے کیا سلوک فرمایا تھا؟ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''قریش کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھاری جاہلانہ نخوت اور آباء واجداد پر اِترانے کا غرور آج توڑ دیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ سب لوگ ہی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، جنھیں مٹی سے بنایا گیا تھا۔''

پھر آپ ﷺ نے سورہ حجرات کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾

[الحجرات: 13]

''لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد وزن سے پیدا کیا، اور تمھارے خاندان و قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ کے یہاں سب سے زیادہ معزز و مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔''

[1] رحمةٌ للعالمین (1/ 116 حاشیہ)

اور آخر میں فرمایا:

«اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ»[1]

''جاؤ تم آزاد ہو اور آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔''

یہ خطبہ امام طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ جبکہ امام قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (۲/۱۶۳ طبع قدیم) میں آپ ﷺ کے جانی دشمن مگر حقیقی چچا حارث کے بیٹے ابو سفیان اور حقیقی پھوپھی عاتکہ کے بیٹے عبد اللہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق برادرانِ یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں معافی مانگتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕیْنَ﴾

[یوسف: 91]

''اللہ کی قسم! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت بخشی ہے اور واقعی ہم خطا کار تھے۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے بھی جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے الفاظ دہراتے ہوئے سورہ یوسف کی آیت تلاوت فرمائی جس میں ہے:

﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ [یوسف: ۹۲]

''آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔''

خون آشام دشمنوں کے ساتھ یہ رویہ؟ یہی تو آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر ہیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ

---

[1] رحمۃ للعالمین (1/ 120)

6- محاربین کے لیے بھی رحمت اور نبی اکرم ﷺ کا جنگی ضابطۂ اخلاق:

نبی اکرم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے اور کفار کے لیے بھی آپ ﷺ کے باعثِ رحمت و برکت ہونے کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں اور خصوصاً امن کے دور میں تو رحم دلی اور کرم گستری آسان ہے جبکہ نبی اسلام ﷺ کی رحمت و شفقت اور حلیمی و کریمی کا تو یہ عالم ہے کہ حرب وضرب اور جنگ کے دوران بھی انتہائی رحم دل تھے اور اسی کی تعلیم اپنے پیروکاروں کو دی۔

میدانِ جنگ میں جانے والے اسلامی عساکر کو آپ ﷺ یہ تاکید کرکے بھیجا کرتے تھے کہ عین گھمسان کی جنگ اور میدانِ کار زار میں بھی بوڑھوں، عورتوں، راہبوں اور بچوں جیسے جنگ سے غیر متعلقہ انسانی طبقوں کو قتل نہ کرو۔ چنانچہ سنن ابی داود میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اسلامی افواج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو انھیں یہ تاکید فرماتے:

«...اِنْطَلِقُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخاً فَانِياً وَ لَا طِفْلاً صَغِيْراً وَ لَا امْرَأَةً ...»[1]

"اللہ کے نام سے اور اسی کے سہارے روانہ ہوجاؤ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ملّت پر قائم رہنا، کسی عمر رسیدہ بوڑھے، شیر خوار بچے [نوعمر لڑکے لڑکی] اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔"

ابو داود کی سند پر تو امام شوکانی نے کلام کیا ہے۔[2] جبکہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت تو صحیح بخاری، مسلم شریف، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، موطأ امام مالک اور مسند امام احمد میں بھی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن

---

[1] أبو داود، رقم الحديث (2614)

[2] نيل الأوطار (4/7/247)

عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے دوران ایک عورت کو مقتول پڑے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر نکیر فرمائی:

((... فَنَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَ الصِّبْيَانِ))[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

اسی طرح بچوں اور ساتھ لائے گئے نوکروں چاکروں اور خادموں کو قتل کرنا بھی بعض احادیث میں منع آیا ہے۔ چنانچہ ابو داود، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک حاکم، سنن کبریٰ بیہقی اور مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((... لَا تَقْتُلُوْا ذُرِّيَّةً وَ لَا عَسِيْفًا))[2]

''بچوں اور خادموں یا نوکروں چاکروں کو قتل نہ کرو۔''

ایسے ہی سنن نسائی، دارمی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند امام احمد میں ہے کہ بعض غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ مغلوب کفار کے بچے بھی قتل کیے گئے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا بَالُ أَقْوَامٍ ذَهَبَ بِهِمُ الْقَتْلُ حَتّٰى قَتَلُوا الذُّرِّيَّةَ؟ أَلَا! لَا تَقْتُلُوا الذُّرِّيَّةَ))[3]

''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو قتل کرنے پر آئے تو انھوں نے بچوں کو

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح (148/6) رقم الحديث (3014) صحيح مسلم، رقم الحديث (1744) مؤطا إمام مالك (447/2) مسند أحمد (22/2) المنتقىٰ مع النيل (246/7/4)

[2] أبو داود (2669) مسند أحمد (488/3) حاكم (122/2) المنتقىٰ مع النيل (248/7/4) وحسنه الألباني في الإرواء (35/5)

[3] سنن الدارمي (223/2) ابن حبان (1658 الموارد) مستدرك حاكم (123/2) مسند أحمد (435/3) اسے امام حاکم اور علامہ ذہبی و البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ الإرواء (35/5، 36)

بھی قتل کر دیا، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔''

یہ کلمات آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے۔

جبکہ مسند احمد ہی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے:

«... لَا تَغْدَرُوْا وَ لَا تَغْلُوْا وَ لَا تُمَثِّلُوْا وَ لَا تَقْتُلُوْا الْوِلْدَانَ وَ لَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ»[1]

''بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، کسی مقتول کا مُثلہ نہ کرنا [اس کے کان ناک نہ کاٹنا] نہ ہی بچوں کو قتل کرنا اور نہ ہی عبادت گاہوں میں پڑے راہبوں کو قتل کرنا۔''

اس روایت کی سند کے ایک راوی کو امام شوکانی نے ضعیف قرار دیا ہے البتہ لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کی سند متکلّم فیہ ہے لیکن بچوں اور عورتوں پر قیاس کرنے سے جو بے ضرر اور شریکِ جنگ نہیں ہوتے اس بات کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے کہ مصروفِ عبادت راہبوں کو حتیٰ کہ اندھے اور دوسرے معذوروں کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔[2]

یہ صرف انھیں لوگوں پر بس نہیں تھا جو جنگ میں شریک نہ ہوں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو اپنی افواج کے جرنیلوں کو یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ کفار کے مقابلے کے لیے جائیں تو محاربین افواج کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں یا پھر اپنی جان و مال کے تحفظ کے

---

[1] مسند أحمد [300/1]

[2] نيل الأوطار (248/7/4)

بدلے میں جزیہ دینا قبول کرلیں تو وہ اپنے ہی دین پر قائم رہ سکتے ہیں، اور اگر انھیں یہ دونوں چیزیں قبول نہ ہوں تو پھر ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ»

''میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ خیبر کو فتح کروائے گا۔''

اور صبح وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں آیا تو انھیں آپ ﷺ نے مذکورہ سابقہ ہدایات دیں اور آخر میں فرمایا:

«لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ»[1]

''تمھارے ہاتھوں اللہ کسی ایک بھی آدمی کو اسلام کی ہدایت دے دے تو یہ تمھارے لیے لال اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔''

کافروں پر حملہ کے یہی آداب صحیح مسلم، سننِ اربعہ، سنن بیہقی اور مسند امام احمد میں بھی وارد ہوئے ہیں۔[2]

حملہ آور کافر سے حسن سلوک:

صحیح بخاری اور مسند احمد میں ایک غیر مسلم بدو غورث بن الحارث کا واقعہ مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک درخت کے سائے میں دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی، اس نے تلوار سونت کر کہا:

"مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّي؟" (تمھیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟)

---

[1] صحيح البخاري، حديث (2924)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (2783)صحيح مسلم، رقم الحديث (1731)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ'' وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کانپتے ہوئے اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اب تلوار نبی ﷺ کے دستِ مبارک میں تھی۔ آپ ﷺ نے اسے ہوا میں لہراتے ہوئے اس سے پوچھا:

''مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ؟'' (اب تمھیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟)

اس نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ایک اچھے انسان ثابت ہونگے۔ نبی ﷺ نے پوچھا:

''کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں؟''

اس نے عرض کیا کہ میں یہ گواہی تو نہیں دیتا، تاہم میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ لڑائی نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی ایسی قوم و قبیلے کا ساتھ دوں گا جو آپ ﷺ کے خلاف جنگ کریں گے۔ نبی ﷺ نے اس پر قابو پالینے کے باوجود اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے لوگوں کے پاس پہنچا تو اس نے وہاں جا کر کہا:

''قَدْ جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ.''[1]

''میں تمام انسانوں میں سے بہترین شخص کے پاس سے تمھارے پاس آیا ہوں۔''

یہ تھا ایک کافر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا حسنِ سلوک اور اس کافر کی نبی ﷺ کے بارے میں شہادت!

بندھے ہوئے تلخ کلامی کرنے والے سے حسنِ سلوک:

وہ کافر جو پکڑ کر باندھا ہوا ہو اور اس کی خیریت دریافت کی جائے تو وہ نہ صرف آنکھیں دکھائے بلکہ زبان بھی چلائے تو کوئی ہماشما ہو تو اس کی گردن

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (2913) مسند أحمد (189/5)

اتار دے اور اگر یہی رویہ کسی حاکم کے ساتھ اختیار کیا جائے تو وہ سرتن سے جدا کردینے کے احکام جاری کردے مگر رسولِ رحمت ﷺ کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو بھی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابو داود، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ بالتفصیل درج ہے کہ یمامہ کے اس رئیس اور بنی حنیفہ کے اس سردار کو نجد کی طرف بھیجے ہوئے نبی ﷺ کے ایک گھڑ سوار فوجی دستے نے قید کرلیا اور مدینہ منورہ میں لاکر مسجدِ نبوی ﷺ کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی ﷺ تشریف لائے اور اس کا حال دریافت فرمایا:

«مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» ”اے ثمامہ! تمھاری کیا خیر خبر ہے؟“

اس نے کہا:

”عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ! اِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ.“

”میرے پاس تو سب خیر خبر ہے، اگر تم مجھے قتل کردو گے تو ایک خون والے کو قتل کرو گے [جس کا بدلہ لیا جائے گا] اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کرو گے جو تمھارا احسان مند ثابت ہوگا۔“

اگلے دن بھی یہی سوال و جواب ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ اس عالی اخلاق اور حسنِ سلوک کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ مسجدِ نبوی کے ایک قریبی نخلستان [کھجوروں کے باغ] میں گئے، غسل کیا، دوبارہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا:

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ»

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد ﷺ

اللہ کے رسول ہیں۔''

اور پھر نبی ﷺ سے کہنے لگے:

« وَاللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ!مَاكَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَيَّ، وَ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ أَبْغَض اِلَيَّ مِنْ دِيْنِك، فَأَصْبَحَ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيَّ، وَ اللّٰهِ مَاكَانَ بَلَدٌ أَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَيَّ»

''اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ نفرت جس چہرے سے تھی وہ آپ ﷺ کا چہرا تھا جبکہ اب آپ ﷺ کا رُخِ انور میرے لیے دنیا کا محبوب ترین چہرہ ہوگیا ہے اور دنیا کا بدترین دین آپ کا تھا جو اب میرے نزدیک تمام ادیانِ عالم سے محبوب ترین دین ہوگیا ہے اور دنیا کے جس شہر سے مجھے سب سے زیادہ نفرت تھی وہ آپ ﷺ کا شہر مدینہ منورہ تھا جو اب مجھے سب سے محبوب ترین لگنے لگا ہے۔''

اسی حدیث میں ان کے قبولِ اسلام کا بنیادی سبب بننے والے اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ اس کی جزئیات بھی اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کفار سے ہمیشہ حسنِ سلوک فرمایا۔ چنانچہ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد جب عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ گئے تو مشرکینِ مکہ میں سے کسی نے کہہ دیا کہ صابی [بے دین] ہوگئے ہو؟ انھوں نے جواباً فرمایا:

نہیں بلکہ میں نبی ﷺ پر ایمان لاکر مسلمان ہوا ہوں۔ اور ساتھ ہی فرمایا: اللہ کی قسم ہے کہ آج کے بعد نجد و بنی حنیفہ سے گندم کا ایک دانہ بھی مکہ

نہیں آیا کرے گا جب تک کہ نبی ﷺ کی اجازت نہ فرمادیں۔قریشِ مکہ پر ان کے اس اقدام سے جان کے لالے پڑنے لگے تو انھوں نے نبی ﷺ کو خط لکھ بھیجا جس میں رِحم وقرابت کا واسطہ دے کر ثمامہ رضی اللہ عنہ سے سفارش کی درخواست کی تو نبی ﷺ نے واقعی سفارش کر دی، پھر انھیں گندم کی سپلائی شروع ہوئی۔[1]

جبکہ انسان تو انسان ہے بوڑھا ہو یا بچہ، عابد و راہب ہو یا کافر و بے خدا، نبی اکرم ﷺ تو حلال و حرام جانوروں، پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کے لیے بھی انتہائی رحم دل اور مہربان تھے جیسا کہ اس سلسلہ میں ایک درجن سے زیادہ احادیث و واقعات اور آثار ذکر کیے جاچکے ہیں، پھر آپ ﷺ کے صحابہ و تابعین کے متعدد واقعات ان پر مستزاد ہیں۔ یہ نبی ﷺ کی ان مشفقانہ تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ آپ ﷺ کے خلفاء وصحابہ رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کے عمّال و گورنرز اور آپ ﷺ کی افواج کے جرنیل رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کے خیالات و کردار کے مالک ہوگئے تھے اور انسان تو انسان وہ کفار کے پھل دار درختوں کو کاٹنے، جلانے، فصلوں کو تباہ اور آبادیوں کو ویران کرنے اور بلا ضرورت اونٹوں بکریوں کو کاٹ پھینکنے سے بھی اپنی افواج کو حکماً منع کیا کرتے تھے۔ چنانچہ موطا امام مالک میں مرسل سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک امیرِ عساکر یا جرنیل کو شام کی طرف روانہ کرتے ہوئے یہ تاکید فرمائی:

"اِنِّیْ مُوْصِیْكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلُ اِمْرَأَةً وَ لَا صَبِیّاً وَ لَا كَبِیْراً هَرِماً وَ لَا تَقْطَعُ شَجَراً مُثْمِراً وَ لَا تُخَرِّبُ عَامِراً وَ لَا تَعْقِرَنَّ شَاةً وَ لَا بَعِیْراً اِلَّا لِمَأْكَلِهٖ وَ لَا تَعْقِرَنَّ نَخْلاً وَ لَا تُحْرِقُهُ وَ لَا

---

[1] صحيح البخاري (3/165) صحيح مسلم، رقم الحديث (5/ 158) أبو داود (2679) مسند أحمد (2/446) سنن البيهقي (9/65) إرواء الغليل (5/41)

تَغْلُلْ وَ لَا تَجْبُنْ.[1]

''میں تمھیں دس باتوں کی وصیت و تاکید کرتا ہوں: عورت، بچے، اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت نہ کاٹنا، آباد کھیتوں اور مکانوں کو برباد نہ کرنا، بلا ضرورت کوئی بکری یا اونٹ ذبح نہ کرنا سوائے کھانے کیلئے، کھجوریں نہ کاٹنا، نہ انھیں جلانا، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور نہ بزدلی دکھانا۔''

صرف بعض خاص حالات میں درخت کاٹنے جلانے کی اجازت بھی دی گئی ہے جیسے کہ سورۃ الحشر کی آیت (۵) اور صحیحین سے پتہ چلتا ہے۔[2]

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہیں جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتے، حکمرانی کی آرزو یا توسیعِ ملک کی تمنا یا غلبہ وقوت کے اظہار یا جوشِ انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ اور مذاہبِ مختلفہ و ادیانِ متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتے ہیں۔ دنیا کا رحمدل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تأمل نہیں کرسکتا۔ اب اصولِ بالا پر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو پڑھیں:

1- ﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ

---

[1] موطأ الإمام مالك [447/2]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (1746) المنتقى مع النيل (4/7/250-252)

اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [الحج: ٣٩، ٤٠]

''جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے (انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے، بیشک اللہ توانا اور غالب ہے۔''

2- ﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاوَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ [النساء: ٧٥]

''اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ

اے اللہ! ہمیں اس شہر سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر
کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی
طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔"

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو یہ ملک گیری کے لیے ہے نہ ہوسِ حکمرانی کے لیے بلکہ ضعیفوں، عورتوں اور بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ اور نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمۂ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے معابد کو حفاظت وحمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی مقدس کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیانِ مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں، اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں، تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہی کی رحمتِ قلبی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کرسکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تا کہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جن سے جنگ ٹل ہی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴾ [التوبة: ٢]

"تو (مشرکو!) تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کرسکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔"

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ﴾ [النساء: ۹۰]

''مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ اُن کے دل تمھارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے رک گئے ہوں، تمھارے پاس آ جائیں (تو احتراز ضروری ہے) اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے۔''

ایسے لوگ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:

﴿ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَ اَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ [النساء: ۹۰]

''پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمھاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمھارے لیے اُن پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔''

خیال کریں کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بہ جبر قبول کروانا ہرگز نہیں۔

غور کریں کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی آپ کو نظر آئے گا، جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق ﴿بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ ہی کا نہ ہوتا بلکہ وہ تو ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریقِ جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریقِ جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کرے کہ وہ غیر جانب دار رہے گا۔ نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ ان کے مخالفین کا۔ دیکھیں اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبول کروانا ہوتا تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔[1]

نبیٔ رحمت ﷺ کے اوصاف حمیدہ:

① رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہیں جنھوں نے 14، 15 سال کی عمر میں حرب الفجار کو دیکھا اور اسی وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا اور انسان کا انسان کو شکارِ غضب و وحشت بنانا ناپسند فرمایا۔

② رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہیں جن کی فطرتِ سلیمہ اور طینتِ طیبہ نے حلف الفضول (قبل از نبوت محمدیہ ﷺ مکہ معظّمہ میں ایک انجمن قائم کی گئی تھی، جس کے ممبر قسم کھایا کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی امداد کیا کریں گے، عورتوں اور یتامیٰ پر ظلم نہ ہونے دیں گے، قتل و غارت گری کے روکنے کی سعی کیا کریں گے۔ اس انجمن میں فضل نام کے کئی ممبر شامل تھے اس لیے اس انجمن کا نام "حلف الفضول" ہوگیا تھا) کے عہد و پیمان کو مستحکم و استوار بنانا اور ایک شریف النفس کے لیے مظلوموں کی داد خواہی، حفاظتِ مسافراں اور اعانتِ بے چارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا۔

③ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہیں جنھوں نے دشمن کو بھی دوست بنالینے کی تدبیر سکھائی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] رحمة للعالمين (319/2)

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾

[حم السجدة: ٣٤]

''اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمھارا گرم جوش دوست ہے۔''

④ رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہیں جن کی نگاہ میں رومی و یونانی اور مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جن کے دربار میں مِدْعَم سوڈانی، بلال حبشی، فیروز خراسانی، سلمان فارسی، صہیب رومی، اثامہ نجدی اور عدی طائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں، جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران حبقر ان، آلِ حمیر کا مدعیٔ الوہیت ذو الکلاع اور یمن کا بڑا کاہن ضماد غلامانِ بارگاہ سے بہت پیچھے صفِ نعال میں خرم و شاداں موجود ہے۔[1]

غرض نبی اکرم ﷺ نے اپنے اخلاقِ عالیہ کے ذریعے جنگوں کے وہ اغراض و مقاصد اور اہداف ہی بدل کر رکھ دیے جن کے لیے جنگ کی آگ بھڑکائی جاتی تھی۔

پہلے جنگ سلب و نہب، قتل و غارت، ظلم و ستم، جبر و استبداد، انتقامی کارروائی، بدلہ لینے، ضعیفوں کو دبانے، آبادیوں کو ویران کرنے، مکانوں کو تباہ کرنے، عورتوں کی عزت لوٹنے، بوڑھوں بچوں پر ظلم ڈھانے، فصلوں کو تباہ کرنے، چوپایوں کو ہلاک کرنے اور زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے کے لیے لڑی جاتی تھیں۔ مگر نبی ﷺ کے اختیار فرمودہ قواعد وضوابط کے نتیجے میں جنگ

---

[1] رحمۃ للعالمین (3/ 94،95)

شریف مقاصد کے حصول کے لیے کیا جانے والا جہاد بن گئی جس کے انتہائی اعلیٰ اہداف اور قابلِ ستائش اغراض و مقاصد ہوتے ہیں، جو ہر زمان و مکان کے لیے باعثِ اعتزاز و افتخار ہیں حتیٰ کہ وہ جنگ اب انسان کو بندوں کی بندگی سے آزاد کروا کر اللہ کی عبودیت کے لیے کھلا چھوڑنے والا جہاد بن گئی۔ وہ معاشرہ جس میں کل تک طاقتور مچھلیاں ضعیف و کمزور کو کھا جاتی تھی اب اس میں ہر قوی سے ضعیف کا حق لیا جانے لگا، زمین کو غدر، بدعہدی، خیانت، گناہ اور سرکشی سے پاک کر دیا گیا اور اس جہاد کی بدولت ہی دنیا امن و آشتی، سکون و سلامتی، رحمت و رأفت، شفقت ومحبت اور مروت سے بھر گئی۔

جو شخص ایسی عادلانہ، منصفانہ اور رحمدلانہ تعلیمات حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی اس طرح کے کریمانہ سلوک کی مثالیں قائم کرنے والا ہو اور دورانِ جنگ میں بھی اتنا رحیم ہو اس کے بارے میں قاتل، سفاک اور دہشت گرد جیسے الزامات عائد کرنے والے لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جو آسمان پر تھوکنا چاہے تو وہ لوٹ کر اسی کے منہ پر گرتا ہے۔

اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ:

نبی اکرم ﷺ کا جو مقام و مرتبہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور خود نبی اکرم ﷺ نے حسنِ سیرت و کردار کا جو عملی نمونہ پیش فرمایا ہے اسے خود اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الأحزاب: ٢١]

"تمھارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے (یعنی) اُس

شخص کے لیے جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔''

اور ایک دوسرے مقام پر سورۃ القلم میں نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم: ٤]

''اور اخلاق آپ کے بہت عالی ہیں۔''

یہ تمام شہادتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، خود نبی ﷺ نے بھی اپنے اخلاقِ عالیہ اور حسنِ کردار و عمل کی گواہیاں دی ہیں جن میں سے بعض ذکر کی جا چکی ہیں۔

نبی ﷺ غیر مسلموں (اغیار) کی نظر میں:

بعض منصف مزاج غیر مسلم سکالرز، حکّام اور لیڈروں نے بھی نبی ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے، جن میں سے چند ایک کے اقوال پیشِ خدمت ہیں:

① فرانس کے سابق بادشاہ اور معروف شخصیت نپولین بوناپارٹ نے آپ ﷺ کو ''سردارِ اعظم'' اور ''عظیم انسان'' قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''محمد (ﷺ) دراصل سردارِ اعظم تھے۔ آپ (ﷺ) نے اہلِ عرب کو درسِ اتحاد دیا۔ حضرت محمد (ﷺ) عظیم انسان تھے جب آپ (ﷺ) دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت اہلِ عرب صدیوں سے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ دنیا کے سٹیج پر دیگر قوموں نے جو عظمت و شہرت حاصل کی اس قوم نے بھی اسی طرح ابتلاء و مصائب کے دور سے گزر کر عظمت حاصل کی۔ اور اس نے اپنی روح و نفس کو آلائشوں سے پاک کر کے تقدس و پاکیزگی کا جوہر حاصل کیا۔''

② معروف جرمن ادیب وشاعر گوئٹے لکھتا ہے:

''میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ رات عقیدت و احترام کے ساتھ مناؤں جس رات میں حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہونے کی تکمیل ہوئی تھی۔''

③ مشہور و معروف فلاسفر ٹالسٹائی لکھتا ہے:

'' اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد (ﷺ) ان جلیل القدر مصلحین (REFORMERS)اور اصلاح کاروں میں سے ہیں جنہوں نے عالمِ انسانیت کی بڑی خدمات سرانجام دیں۔''

④ معروف مغربی مؤرخ گبن لکھتا ہے:

''عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (ﷺ) کے مسائل نے ان کے پیروکاروں میں اس درجہ دینی نشہ پیدا کیا کہ جس کو حضرت عیسیٰ کے ابتدائی پیروکاروں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے، اور ان کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ملتی، چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سر سبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔''

⑤ معروف مغربی شخصیت جارج سیل ان لفظوں میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے:

''حضرت محمد (ﷺ) کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے۔''

⑥ فرانسیسی دانشور پروفیسر سیڈیو، یوں اعتراف کرتا ہے:

'' حضرت محمد (ﷺ) خندہ رُو، ملنسار، خاموش طبع، کم گو، بکثرت ذکرِ الٰہی کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل کے مالک تھے۔''

⑦ نامور برطانوی مؤرخ و فلاسفر جارج برنارڈ شا نے ''محمد ﷺ'' کے نام

سے ایک کتاب لکھی جس میں اس کی رگِ انصاف پھڑکی اور اس نے دل کھول کر نبی ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس نے لکھا:

''آئندہ سو سال میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا مگر یہ موجودہ اسلام نہ ہوگا بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد (ﷺ) کے زمانے میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔''

اس طرح اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی حکومت نے اس کتاب کے تمام نسخے اکٹھے کروا کر انھیں نذرِ آتش کروادیا تھا۔ غرض برنارڈ شا نے نبی ﷺ کو ''انسانیت کا نجات دہندہ'' قرار دیا اور لکھا:

''ازمنۂ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں اور پادریوں نے جہالت وتعصّب کی وجہ سے مذہبِ اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوجاتی، انھوں نے تو حضرت محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انھوں نے حضرت محمد (ﷺ) کو اچھے لفظوں سے یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے، اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد ﷺ عیسائیت کے مخالف نہیں بلکہ وہ ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں ''انسانیت کے نجات دہندہ'' ہیں۔ اور اگر آج آپ (ﷺ) دنیا کی زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لیں تو آپ (ﷺ) تمام مسائل کو بخوبی حل کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں، آپ امن وسلامتی کے پیامبر ہیں۔''

⑧ ماضی قریب کے تمام سیاسی نظریات کو بہت قریب سے دیکھنے اور انسانی جان

و مال پر خود انسانوں ہی کے ظلم و جبر کو دیکھ کر ایک کافر مصنف نے کہا:

''موجودہ انسانی مصائب سے نجات پانے کی واحد صورت یہی ہے کہ محمد (ﷺ) اس دنیا کے حکمران بنیں۔''[1]

⑨ ''محمد (ﷺ) اپنی ذات اور قوم کے لیے نہیں بلکہ دنیائے ارض کے لیے ابرِ رحمت تھے۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں ہے جس نے احکامِ الٰہی کو اس عمدہ طریقے سے سرانجام دیا ہو۔''[2]

⑩ پروفیسر آرنلڈ نے اپنی معروف کتاب ''پریچنگ آف اسلام'' کے صفحہ (۳۷۹) پر لکھا:

''مدارس میں اگر قرآن کی تعلیم دی جائے تو کچھ کم ترقی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔''

⑪ جان ولیم ڈریپر نے لکھا:

''بنی نوعِ انسان پر جس شخص کی زندگی سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی وہ محمد (ﷺ) کی ذاتِ گرامی ہے۔''

⑫ اخبارِ اندلس کے مصنّف مسٹر اسکاٹ کا کہنا ہے:

''اگر محمد (ﷺ) اللہ کے رسولِ برحق نہیں تھے تو پھر کوئی رسول دنیا میں آیا ہی نہیں۔''

⑬ نامور مغربی فلاسفر و دانشور روسو (ROUSSOU) نے یہ تمنا کی:

''کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ (ﷺ) انسانیت کو بلندیوں پر پہنچانے کے لیے عرب کے لق ودق صحرا میں عظیم انقلاب

---

❶ شانِ محمد ﷺ از میاں عابد حسین (ص:9) بحوالہ محبتِ رسول ﷺ مولانا مقصود الحسن فیضی (ص:9)

❷ مصدر سابق۔

کا آغاز کر چکے تھے۔ آپ بہت اعلیٰ مرتبہ والے سیاسی مدبر تھے۔
آپ (ﷺ) کا لایا ہوا نظام شاندار تھا۔''

⑭ نوبل انعام یافتہ انگریز فلسفی اور نامور ادیب تھومس کارلائل اپنی کتاب ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' میں نبی اکرم ﷺ کو انقلاب کے ''ہیرو'' اور ''بطلِ عظیم'' قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

''یہ انقلاب کیا تھا؟ عربوں کے لیے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھا جو انھیں تاریکی سے نور کی طرف لے آیا۔ عرب اس کے ذریعے پہلی دفعہ زندہ ہوا۔ ایک ایسی قوم جو ابتدائے آفرینش سے گمنامی کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی۔ ان کی طرف ایک رسول آیا جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ قوم ایمان لے آئی۔ وہ دیکھو وہی گمنام چرواہے دنیا کی ممتاز ترین قوم بن گئے۔ نوعِ انسانی ایک خشک نیستاں کی طرح ایک شرارہ کے انتظار میں تھی۔ وہ شرارہ اس بطلِ جلیل کی صورت میں آسمان سے آیا۔ اور تمام نوعِ انسانی کو شعلہ صفت بنا گیا۔ بانیٔ اسلام کے ناقابلِ انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔ آپ (ﷺ) کا دماغ علم و معرفت کا خزانہ اور حکمت و فضیلت کی کان ہے۔ آپ ﷺ کے حکیمانہ ارشادات سے فائدہ اٹھانا انسانیت کا فرضِ مبین ہے۔ آپ کا تیئس سالہ دورِ نبوت ایک ''ہیرو'' کی تمام صفات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔''

⑮ معروف مغربی مصنف سر ولیم میور نے اپنی کتاب ''لائف آف محمد ﷺ'' میں لکھا ہے:

''ہمیں بلا تکلف اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ اس [تعلیمِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام] نے اُن تاریک توہمات کو ہمیشہ کے لیے جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکال دیا جو صدیوں سے اس ملک پر چھائے ہوئے تھے۔ بت پرستی خارج البلد ہوگئی۔ توحید اور اللہ کی موجودہ رحمت کا تصور محمد ﷺ کے متبعین کے دلوں کی گہرائیوں اور زندگی کے اعماق میں جاگزیں ہوگیا۔''

⑯ ہندوؤں کے مذہبی پیشوا مہاتما گاندھی نے نبی ﷺ کو ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:

''جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس وقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہوگئے۔ اسلام دینِ باطل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار رسولِ عربی (ﷺ) کا ایمان، ایقان، ایثار اور اوصافِ حمیدہ تھے۔ ان صفات نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا تھا۔ یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت کے ساتھ پھیلتا دیکھ کر خوفزدہ ہیں۔''

⑰ ۱۹۲۰ء میں برصغیر کے راج پال نامی ایک شخص نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' لکھی تھی جس میں اس نے آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی پر ناروا اعتراضات کیے۔ راج پال گستاخ کا کام تو غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ نے ۱۹۲۹ء میں تمام کردیا تھا لیکن اس کی گستاخانہ کتاب کا جواب

شیخ الاسلام فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴۸ء) نے بنام ''مقدس رسول'' دیا تھا جس کو مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی، مفتی کفایت اللہ، مولانا عبد الباری لکھنوی، مولانا عبد الشکور لکھنوی، مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ظفر علی خان اور خواجہ حسن نظامی رحمہ اللہ نے بہت پسند کیا۔ بعض منصف مزاج ہندوؤں نے بھی اس جواب کو سراہا۔ امام العصر مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۵۶ء) نے تو یہاں تک فرمایا کہ میں اس کتاب کا نام ''مقدس رسول'' رکھنے پر قربان جاؤں۔

راج پال کی اس رسوائے عالم کتاب ''رنگیلا رسول'' میں بھی آنحضرت فداہ ابی و امی و روحی و قلبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ساختہ تعریف اور خوبیاں بیان ہوگئی ہیں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

> ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تجارت کا حساب دیا اور اپنی اجرت لے کر رخصت ہوئے۔ ان کی شرمیلی آنکھیں، ضرورت سے کم گو زبان اور قدرتی جمال، اس سے بڑھ کر بیوپار کا کھرا پن، پھر بے تکلفی اور سادگی، جو دل میں تھا وہی زبان پر تھا وہی عمل میں۔ بڑھیا [حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا] پر یہ بے ساختگی اثر کرگئی۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تنہائی کا شریک بنانا چاہا۔''

⑱ ۱۹۷۸ء میں ایک امریکی ادیب و مصنف مائیکل ہارٹ نے ''تاریخِ انسانیت کی 100 مؤثر شخصیات'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، وہ اگرچہ عیسائی تھا لیکن اس نے منصفانہ و محققانہ نظر سے مطالعہ کیا تھا، لہٰذا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عہد ساز شخصیتوں میں سب سے پہلے نمبر پر ذکر کیا۔ اور

اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ ﷺ کے مقابلے کا دوسرا کوئی تھا ہی نہیں کہ جسے پہلے نمبر پر لایا جاتا۔

⑲ برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس نے کہا:

''اسلام ایک ایسا عظیم مذہب ہے جس کی پیروی میں انسان کے لیے خیر و برکت ہے۔''

⑳ ''سیرتِ محمد ﷺ'' نامی کتاب کی امریکی مصنفہ کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے:

''نائین الیون کے بعد مخالفینِ اسلام نے ان قرآنی آیات کے حوالے پیش کیے جن میں جارحیت پسندانہ رویہ جھلکتا ہے اورانھیں تشدّد و دہشت گردی کی دلیل بنایا۔ ایسے ہی تورات و انجیل میں بھی جارحیت پسندی کے حوالے ملتے ہیں انھیں تو کوئی ناقد نشانہ نہیں بناتا؟ اور پھر عیسائی سربوں نے سربرینیکا میں آٹھ ہزار مسلمانوں کا قتلِ عام کیا تب تو کسی نے عیسائیت کے بارے میں یہ فتویٰ نہیں دیا کہ یہ مذہب امنِ عالم کے لیے بڑا خطرہ ہے!!''

㉑ معروف کتاب ''انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا'' میں لکھا ہے:

''محمد ﷺ کا مذہب حقیقتاً دین ابراہیم علیہ السلام کا احیاء تھا۔ قانون ساز، ماہرِ حرب، منتظم اور جج آپ ﷺ کی شخصیت کے مختلف پہلو تھے۔ خوفناک قبائلی تعصّب کا خاتمہ، عورتوں کو ان کے حقوق خصوصاً وراثت میں حصہ دلانا اور دختر کشی کا خاتمہ آپ ﷺ کی عظیم اصلاحات ہیں۔''

اس سلسلہ میں بہت ساری شہادتیں اور گواہیاں ذکر کی جاسکتی ہیں لیکن اس سے بات بہت طویل ہوجائے گی۔ بعض اہلِ علم نے تو اس موضوع پر مستقل

کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جن میں مولانا محمد حنیف یزدانی رحمہ اللہ کی کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ۔ غیر مسلموں کی نظر میں'' ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل بڑی جامع کتاب ہے جسے مکتبہ نذیریہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نے شائع کیا ہے۔ایسے ہی لاہور سے شائع ہونے والے مجلّہ ماہنامہ'' الدعوۃ'' نے بھی اپنی دو قسطوں میں ''رحمۃ للعالمین ﷺ کو 100 غیر مسلم دانشوروں کا خراجِ عقیدت'' کے عنوان سے قاضی کاشف نیاز کا ایک مقالہ نشر کیا ہے جو کہ ماہِ صفر و ربیع الاول ۱۴۲۷ھ کے شمارہ ۳ اور ۴ (مارچ، اپریل ۲۰۰۶ء) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز دیکھیے: پیغمبرِ اسلام ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں۔ از محمد یحییٰ، ترجمہ محمد عاصم بٹ۔ حضرت محمد ﷺ غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں۔ از ساجد امین خاں طبع سویرا پبلیکیشنز لاہور)

محبت رسول ﷺ کی فرضیت

قرآنِ کریم کی روشنی میں:

❀ کوئی بھی انسان اپنے کسی بھی مذہبی پیشوا اور دینی راہنما کی توہین و تضحیک پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ وہ پیشوا و راہنما کوئی عام شخص نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر گواہی دینے والی شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ یہ عظیم منصب نبی اکرم ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے چنانچہ سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ [النساء: ٤١]

''بھلا اُس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور آپ کو اُن لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔''

دوسری جگہ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [النحل: ٨٩]

''اور (اس دن کو یاد کریں) جس دن ہم ہر اُمت میں سے خود اُن

پر گواہ کھڑے کریں گے اور (اے پیغمبر!) آپکو ان لوگوں پر گواہ لائیں گے اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔"

اسی طرح قرآن کریم کی سورۃ الحج میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾ [الحج: ۷۸]

"اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمھیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمھارے لیے) تمھارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمھارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو وہی تمھارا دوست ہے اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے۔"

نیز سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا﴾

[الأحزاب: ٤٥]

''اے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اسی طرح سورۃ الفتح میں بھی آپ ﷺ کے اس منصبِ عالی کا پتہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا﴾ [الفتح: ٨]

''اور ہم نے (اے محمد !) آپ کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔''

❁ اسی پر بس نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ سے خود اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اس نے اپنی اور اپنے فرشتوں کی محبت کا پتہ دیتے ہوئے اور تمام اہلِ ایمان کو آپ ﷺ سے محبت کرنے اور آپ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

❁ بلکہ ایک دوسرے مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمھیں بخش دے تو تم میرے نبی کی اتباع اور پیروی کرو۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ

یَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ [آل عمران: ۳۱]

''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

❀ امت مسلمہ اپنے نبی ﷺ کی شان میں کسی کی کوئی گستاخی کیسے گوارہ کرسکتی ہے؟ اس کے جذبات مجروح کیوں نہ ہوں گے؟ اور وہ توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے کے خلاف غم وغصہ سے کیوں نہ بھڑک اٹھیں گے؟ جبکہ مسلم امہ کو نبی اکرم ﷺ سے محبت کرنے کا حکم خود ربِ کائنات نے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میرے رسول ﷺ کی محبت دوسری تمام محبتوں پر غالب نہ رکھو گے، اپنے اعزاء و اقارب اور تمام متاعِ دنیا سے زیادہ میرے نبی ﷺ سے پیار نہ کرو گے تو پھر عتاب و عذابِ الٰہی کا انتظار کرو۔ چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشادفرمایا:

﴿قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُ نِ اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِهٖ وَ اللّٰہُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ﴾ [التوبة: ٢٤]

''(اے نبی!) کہہ دیں کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز

ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

- عزیز و اقارب اور متاعِ دنیا تو درکنار مسلمانوں کو تو یہ حکم ہے کہ اپنے دلوں میں اپنی جانوں سے بھی زیادہ نبی اکرم ﷺ کی محبت پیدا کریں۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾ [الأحزاب: ٦]

"پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو (تو اور بات ہے) یہ حکم کتاب (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔"

- اہلِ ایمان کو اپنے تمام ارادوں، تمناؤں اور فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا﴾ [الأحزاب: ٣٦]

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی اَمر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔''

- یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ہر مومن و مسلمان نبی اکرم ﷺ ہی کو باہم متنازع معاملہ میں فیصلہ صادر فرمانے کے لیے مقرر کرے اور جب آپ ﷺ کسی بھی معاملہ میں فیصلہ فرمادیں تو اسے دل و جان سے قبول کرلیا جائے، خواہ اپنے حق میں ہو یا خلاف، اور اس کے متعلق اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔

چنانچہ سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء: ٦٥]

''آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

حدیث شریف کی روشنی میں:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح خود نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی محبت کو دوسری تمام محبتوں پر غالب کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو اسے صفتِ ایمان ہی سے محروم قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ارشادِ نبوی مروی ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»[1]

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بال بچوں، ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرنے لگے۔''

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

«لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»[2]

''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے اہل وعیال، دولت و مال اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

جبکہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا:

«وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ»[3]

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اور بال بچوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

متاعِ دنیا، دولت و مال، اہل وعیال اور اقارب کی محبت ہی پر بس نہیں

---

[1] صحيح البخاري، برقم [15] صحيح مسلم [44] مسند أحمد [177/3]

[2] مصدر سابق۔

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [14]

بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو تکمیلِ ایمان کی شرط یہ رکھی ہے کہ آپ ﷺ مومن کو اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تر ہو جائیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی معیت میں تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

«يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِيْ»

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب و عزیز ہیں سوائے میری جان کے۔"

اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ»

"نہیں [ابھی تمھارا ایمان درجۂ کمال کو نہیں پہنچا] مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے [تم اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتے ہو] جب تک کہ میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب تر نہ ہو جاؤں۔"

اب حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

«فَاِنَّهُ الْآنَ وَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ»

"بلاشبہ اب، اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی عزیز تر ہو گئے ہیں۔"

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْآنَ يَا عُمَرُ»[1]

"اے عمر! اب [تمھارا ایمان درجۂ کمال کو پہنچا ہے]"

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح (43/7) رقم الحديث (3694)

محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے چند نمونے:

اہل و مال اور دل و جان سے زیادہ محبت کا معیار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پورا کر کے دکھلا دیا:

① حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے اس اقرار اور نبی ﷺ کی تصدیق کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبِ مصطفیٰ ﷺ کی ایسی مثالیں قائم کیں جنھیں آدمی پڑھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے، انھوں نے نبی ﷺ کی محبت و رفاقت کے سامنے دنیا جہاں کو پرِکاہ کی اہمیت بھی نہ دی۔ ان میں سے چند حیرت انگیز نمونے پیشِ خدمت ہیں:

② صحیح مسلم، شرح السنہ بغوی، سنن کبریٰ بیہقی اور مسند امام احمد میں حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات نبی ﷺ کے یہاں گزارتا اور وضو کا پانی اور دیگر ضرورت کی اشیا لایا کرتا تھا۔ ایک دن اس خدمت پر خوش ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا:

''کچھ مانگ لو''

میں نے عرض کیا: «أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ»

''مجھے جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ چاہیے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور کچھ؟'' تو انھوں نے عرض کیا:

''بس صرف یہی رفاقت چاہیے۔'' تب نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«فَأَعِنِّي عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ»

''تب پھر بکثرت سجدوں [نوافل] کے ساتھ میری مدد کرو۔'' (تاکہ

---

❶ صحيح مسلم مع شرح النووي (206،205/4/2) سنن البيهقي (486/2) شرح السنة للبغوي (149/3) مسند أحمد (59/4)

تمھارے لیے سفارش کرنے میں مجھے آسانی ہو جائے)

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالَم تھا کہ وہ اپنے جسم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا لیا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے روز اپنی ایک غلطی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقتی طور پر شکست کا سامنا کرنا پڑا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تتر بتر ہو گئے۔ اس موقع پر معروف تیر انداز حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سرِ اقدس اونچا کر کے مشرکین کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے:

" يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ! بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي! لَا تُشْرِفْ لَا يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُوْنَ نَحْرِكَ."[1]

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں! آپ اپنا سرِ اقدس اونچا نہ کریں کہیں مشرکین میں سے کسی کا تیر آپ کو نہ لگے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔"

④ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ "البداية و النهاية" (۳/ ۳۰۵) میں ہجرت کے دوسرے سال کے واقعات کے ضمن میں ابو جہل کے قتل کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں کھڑے دو بچوں (معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما) میں سے ہر ایک نے باری باری پوچھا: چچا جان! ابو جہل کہاں ہے؟ انھوں نے تعجب سے پوچھا: تم اُس کا کیا کرو گے؟ انھوں نے کہا:

« أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ

[1] صحیح مسلم (1811) الجهاد، باب قول الله تعالى: ﴿وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾

رَأَيْتَهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ، حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا »

''مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے جونہی اسے دیکھ لیا تب تک پیچھے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک کا خاتمہ نہ ہوجائے۔''

میں نے جیسے ہی ابوجہل کو دیکھا تو انھیں بتایا کہ وہ جا رہا ہے جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے:

« فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ »[1]

''وہ اپنی تلواریں نکالے اس کی طرف لپکے اور اسے قتل کر دیا۔''

5 کتبِ سیرت میں ایسے بکثرت واقعات ملتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی خاطر اپنی جانوں تک کی کوئی پرواہ نہ کی مگر نبی ﷺ کو کانٹا بھی نہ چبھنے دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن دثنہ اور حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہما کے واقعات باہم ملتے جلتے ہیں کہ انھیں کفار و مشرکین نے پکڑ کر قتل کرنے کی تیاری کر لی تو ان سے پوچھا:

« أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّداً عِنْدَنَا الْآنَ فِي مَكَانِكَ نَضْرِبُ عُنُقَهُ وَ أَنَّكَ فِي أَهْلِكَ؟ »

''کیا اب تم پسند کرتے ہو کہ محمد [ﷺ] تمھاری جگہ ہوں اور ہم ان کی گردن ماردیں اور تم اپنے اہل و عیال میں جا بیٹھو؟''

اس پر انھوں نے جواب دیا:

« وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّداً الْآنَ فِي مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ فِيهِ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (2972) صحيح مسلم، رقم الحديث (1752)
البداية والنهاية (305/3)

تُصِيبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيهِ وَإِنِّي جَالِسٌ فِي أَهْلِي»

''اللہ کی قسم! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ جہاں بھی ہیں وہاں آپ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر والوں کے درمیان بیٹھا ہوں۔''

یہ بات سن کر ابوسفیان نے کہا تھا:

" مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَداً يُحِبُّ أَحَداً كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً." [1]

''میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (ﷺ) کے صحابی ساتھی ان سے کرتے ہیں۔''

اور پھر ان لوگوں نے انھیں شہید کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات کی عکاسی اس شعر میں ہے:

یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
نبی کے پائے اقدس میں فقط کانٹا ہی چبھ جائے

6 نبی ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا یہ عالَم تھا کہ نبی ﷺ نے ایک دن منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ تَعَالىٰ خَيَّرَ عَبْداً بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ »

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس دنیا کی رونقیں لے لے یا پھر جو کچھ اس [اللہ تعالیٰ]

---

[1] سيرت ابن هشام (3/181) السيرة النبوية الصحيحة للدكتور أكرم ضياء العمري (2/400)

کے پاس [آخرت میں] ہے اسے حاصل کرلے تو اس بندے نے
وہ [رضاءِ الٰہی و جنت] پسند کرلیا ہے جو اس کے پاس ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بے اختیار رونے لگے اور زبان سے یہ کلمات نکل گئے:

« فَدَيْنَاكَ بِأَبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا » ''آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔''

راویٔ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ دیکھو! یہ بوڑھا بلا وجہ رو رہا ہے، حالانکہ ان کا رونا بلا وجہ نہیں تھا۔ وہ بندہ خود نبی ﷺ تھے اور آپ ﷺ نے دنیا کی بجائے آخرت کو اختیار کرلیا تھا، جس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے جلد بچھڑنے والے ہیں۔ اور ساتھ ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گواہی دے دی:

« وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا »[1]

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔''

نبی ﷺ سے محبت کے فوائد و ثمرات اور فضائل و برکات:

نبی ﷺ سے محبت کے فوائد و ثمرات اور فضائل و برکات بھی تو بہت گراں قدر ہیں جس کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کی بعض احادیث سے لگایا جاسکتا ہے، اور ان میں سے سب سے اہم ترین چیز نبی ﷺ کی معیت و رفاقت اور حصولِ جنت ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

---

[1] صحيح البخاري (حديث :466 ص : 99) و كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ باب قول النبي ﷺ: "سدوا الأبواب إلا باب أبي بكر" (حديث :3654، ص: 748، 749)

بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے خود اپنے آپ، اپنے اہل و عیال اور اپنے بال بچوں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جب میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کی یاد آتی ہے تو مجھ سے صبر نہیں ہو پاتا جب تک کہ میں آ کر آپ ﷺ کی زیارت سے شرفیاب نہیں ہو جاتا لیکن جب اپنی اور آپ ﷺ کی موت یاد آتی ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جنت میں آپ ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بلند مراتب پر فائز ہوں گے اور میں اگر جنت میں چلا بھی گیا تو کسی نچلے درجے میں ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے شرفِ دیدار سے محروم نہ ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے ان کی یہ بات سن لی مگر تب تک کوئی جواب نہ دیا جب تک حضرت جبریل علیہ السلام سورۃ النساء کی آیت کے وہ الفاظ نہ لے آئے جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [النساء: ٦٩] [1]

”اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔“

یہ معیت و رفاقت کوئی اس صحابی کے لیے خاص نہیں بلکہ جس کا دل بھی حبِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہے یہ درجہ اس کے لیے بھی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

---

[1] مجمع الزوائد للهيثمي (7/7)

«اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» [1]

''آدمی [بروزِ قیامت] اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی ہوگی۔''

اسی طرح صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی ﷺ نے پوچھا:

«وَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟»

''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟''

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے کچھ زیادہ نمازیں نہیں پڑھی نہ ہی بہت زیادہ روزے رکھے ہیں اور صدقات و خیرات بھی کچھ زیادہ نہیں کیے:

«وَ لٰكِنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ»

''لیکن میں نے اس کے لیے حب الٰہی اور حب مصطفیٰ ﷺ کا خزانہ ضرور جمع کر رکھا ہے۔''

تب آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» [2]

''تم [قیامت کے دن] اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم نے محبت کی ہے۔''

راویٔ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''اسلام لانے کے بعد ہمیں آپ ﷺ کے اس ارشاد کی خوشی سے بڑھ کسی دوسری چیز کی خوشی نہیں ہوئی۔''

---

[1] صحيح البخاري [553/10] صحيح مسلم [2034/4] رقم الحديث: [2640]

[2] صحيح مسلم (2032/4) رقم الحديث (2639)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، میرے اعمال اگرچہ ان جیسے نہیں لیکن مجھے امید ہے کہ [اس محبت کی وجہ سے] میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا۔''

تعظیم و توقیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ثمرات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی تعظیم تو بہت بڑی بات ہے آپ کے تو لکھے ہوئے مکتوبِ گرامی کی تعظیم کرنے والوں نے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برعکس اپنے اس عملِ تعظیم و توقیر کی وجہ سے بہت برکتیں پائیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام سہیلی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکتوبِ گرامی شاہِ روم ہرقل کو لکھا تھا اس نے اگرچہ اسلام قبول نہ کیا لیکن اس مکتوبِ گرامی کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور اسے سونے کے بنے صندوق میں ریشم کے کپڑے میں سنبھال کر رکھا۔ وہ مکتوبِ گرامی ہرقل کے خاندان میں ایک قیمتی وراثت کے طور پر نسل در نسل منتقل ہوتا آیا یہاں تک کہ طلیطلہ پر غلبہ پانے والے فرنگی حاکم تک پہنچا اور پھر اس کی اولاد کے پاس رہا۔

حافظ ابن حجر ہی نے سیف الدین فلیح المنصوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرنگی بادشاہ نے انھیں سونے کا وہ صندوق دکھایا، پھر اسے کھولا اور اس سے ایک سونے کا قلمدان نکالا جس میں وہ مکتوبِ گرامی رکھا تھا جس کے اکثر حروف مٹ چکے تھے اور ریشم کے کپڑے کا ٹکڑا اس مکتوبِ گرامی پر جڑ چکا تھا۔ وہ مکتوبِ گرامی ہمیں دکھلاتے ہوئے اس فرنگی حاکم نے کہا:

''یہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی ہے جو انھوں نے میرے دادا

قیصرِ روم ہرقل کو لکھا تھا۔ ہم اسے آج تک نسل در نسل وراثت میں پارہے ہیں اور ہمارے آباء واجداد نے ہمیں یہ وصیّت کر رکھی ہے کہ جب تک یہ مکتوبِ گرامی ہمارے پاس رہے گا تب تک حکومت ہمارے ہاتھ رہے گی۔ ہم اسے انتہائی حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں اور اس کی غایت درجہ تعظیم وتکریم کرتے ہیں، اور دوسرے عیسائیوں سے اسے چھپا کر رکھتے ہیں تاکہ ہماری حکومت کو دوام حاصل رہے۔"[1]

[1] بحواله الانتصار لرسول اللهﷺ مقال الشيخ خالد الشائع [انٹرنیٹ] و خطبة الشيخ محمد صالح المنجد في جامع عمر بن عبد العزيز الخبر (کیسٹ و سی ڈی)

حبِ مصطفیٰ ﷺ کی علامتیں اور تقاضے

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس کلمہ کا معنی و مفہوم اچھی طرح سمجھے اور حقوق اللہ اور حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی معرفت حاصل کرے، اور پھر اعتقادی، قولی اور عملی طور پر انھیں ادا بھی کرے۔

نبی اکرم ﷺ سے حقیقی محبت یہ نہیں کہ تحفظِ ناموسِ رسالت کے نام پر جلوس نکالا، بپھر گئے، بے قابو ہو گئے، پھر اپنے ہی ملکوں اور اپنے ہی لوگوں کی بند دوکانوں پر سنگباری کی، گاڑیاں نذرِ آتش کر دیں یا ان کے شیشے توڑ دیے، سرکاری و نجی اَملاک برباد کر دیں، نعرے بازی کر دی، امن و امان بحال رکھنے میں کوشاں پولیس پر پتھراؤ کر دیا اور سمجھ لیا کہ ہم نے حبِ رسول ﷺ اور تحفظِ ناموسِ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔

حقیقی حب مصطفیٰ ﷺ کی کچھ علامتیں ہیں اور پھر ان علامتوں کے ساتھ ساتھ اس کے کچھ مطالبے اور تقاضے بھی ہیں جنہیں پورا کیے بغیر وہ محبت صادق ثابت نہیں ہوگی۔

علاماتِ محبتِ رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے بعض علامتیں مقرر فرمائی ہیں جن کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص حب رسولِ ﷺ کے دعوے میں کہاں تک سچا ہے اور اس کے دعوے کی دلیل کیا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [البقرة: ١١١]

''(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دیں کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

اور جس شخص میں حب رسول ﷺ کی علامتیں جتنی زیادہ ہوں گی اس کے دعوے کی صداقت اور اس کی محبت کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا۔ اور جس قدر ان علامتوں میں کمی ہوگی اسی قدر اس کا دعوائے حب و شوق بھی بے جان ہوگا۔

بعض اہلِ علم نے اس سلسلے میں چار علامتوں کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً:

① دیدار و قربِ رسول ﷺ کی دلی تمنا اور اس کے لیے بہر قیمت تیاری۔

② آپ ﷺ پر جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار ہونا۔

③ اتباعِ اوامر اور اجتنابِ نواہی۔

④ نصرتِ سنت اور دفاعِ شریعت۔[1]

جبکہ بعض اہلِ علم نے کچھ دوسری علامتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو یہ ہیں:

⑤ علم قرآن و سنت۔

⑥ بکثرت یادِ حبیب ﷺ۔

⑦ محبتِ احبابِ مصطفیٰ ﷺ۔

1- زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی تمنا کرنا:

حبِ مصطفیٰ ﷺ کے دیگر تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر مؤمن و مسلمان اپنے دل میں اس بات کی شدید تمنا رکھے کہ اے کاش! مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو سکے۔ یہ نبی ﷺ سے شدید محبت کی علامت بھی ہے اور اس محبت کا تقاضا بھی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

[1] شرح مسلم للنووي (16/2) فتح الباري (59/1) عمدة القاري (144/1)

«مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي إِلَيَّ حُبًّا، نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي، يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَ مَالِهِ» ❶

''میری امت کے مجھ سے شدید محبت رکھنے والے لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس بات کی خواہش رکھتے اور تمنا کرتے ہیں کہ انھیں چاہے اپنے سارے اہل وعیال اور دولت و مال کے عوض ہی میری زیارت نصیب ہوجائے تب بھی یہ سودا مہنگا نہیں۔''

صحیح مسلم اور مسند احمد میں اس سے ملتی جلتی ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا، قَوْمٌ يَكُونُونَ [أَوْ يَخْرُجُونَ] بَعْدِي، يَوَدُّ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ فَقَدَ أَهْلَهُ وَ مَالَهُ وَ أَنَّهُ رَآنِي» ❷

''میری امت میں سے مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور چاہیں گے کہ اگر اپنا تمام اہل و مال دے کر بھی میری زیارت کا شرف حاصل کرسکیں تو سودا مہنگا نہیں۔''

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال ہے تو اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جانے اور انصارِ مدینہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور زیارت و دیدار سے خوش ہونے کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسند احمد کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے لوگ چھتوں پر چڑھ چڑھ کر راستہ دیکھ رہے تھے، راستہ لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ یہ نعرے لگا رہے تھے:

---

❶ صحیح مسلم (2178/4) رقم الحدیث [1832]

❷ مسند أحمد (5/ 156، 170) صحیح الجامع، رقم الحدیث (1003) الصحیحة، رقم الحدیث (1418)

" اَللّٰهُ أَكْبَرُ! جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، جَاءَ مُحَمَّدٌ ﷺ."

''اللہ اکبر! اللہ کے رسول تشریف لے آئے، حضرت محمد ﷺ نے قدم رنجہ فرما دیا ہے۔''

حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" وَ تَنَازَعَ الْقَوْمُ أَيُّهُمْ يَنْزِلُ عَلَيْهِ." [1]

''لوگوں میں اس بات پہ تنازع ہونے لگا کہ نبی ﷺ کس کی ضیافت میں آئیں؟''

جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" فَمَا رَأَيْتُ يَوْماً قَطُّ أَنْوَرَ وَلَا أَحْسَنَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبُوْ بَكْرٍ الْمَدِيْنَةَ." [2]

''میں نے اتنا روشن اور خوبصورت دوسرا کوئی دن نہیں دیکھا جتنا نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدینہ آمد کا دن تھا۔''

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ." [3]

''میں نے اہلِ مدینہ کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا جتنے خوش وہ اس دن تھے جس دن نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔''

2- اطاعت و اتباعِ رسول:

نبی اکرم ﷺ سے محبت و تعلقِ خاطر کی علامات میں سے ایک نشانی یہ

---

1. مسند أحمد (155/1) وصححه أحمد شاكر.
2. الفتح الرباني (290/20)
3. صحيح البخاري (260/7)

ہے کہ محبت کا دعویٰ کرنے والا شخص نبی اکرم ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے والا، آپ ﷺ کی شریعت پر چلنے والا، آپ ﷺ کے منہج کو اختیار کرنے والا اور آپ ﷺ کی سنتوں کی اقتدا کرنے والا ہو۔حب صادق کی علامت یہ ہے کہ اس کی عبادات کے دوران یہ باقاعدہ نظر آئے کہ یہ شخص نبی ﷺ کے بتائے ہوئے مسنون طریقے کے مطابق نمازیں ادا کرتا ہے، اپنی طرف سے طہارت و نماز کے طریقوں میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا اور نہ ہی محض لوگوں کے ڈر سے سنتوں کو ترک کرتا اور اپنوں کے دباؤ میں آکر بدعات وخرافات اور ناجائز امور کا ارتکاب کرتا ہے۔ ہماری شادی بیاہ اور پیدائش و اموات کے مواقع ہماری حب رسول ﷺ کی صداقت کی قلعی کھول دیتے ہیں۔ اسی طرح کئی خود ساختہ تہوار اور بعض کافروں کی نقالی میں منائے جانے والے میلے ٹھیلے، کھیل تماشے اور رنگ رلیاں بھی ہماری حب رسول ﷺ کا بخوبی پتہ بتا دیتی ہیں۔

نمازوں کی طرح روزے میں نبی ﷺ کے عمل وطریقہ کو اپنایا جائے اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی نبی ﷺ کو اپنا اُسوہ اور نمونہ بنایا جائے۔ غرض ہر کام آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق کیا جائے اور ہر قدم آپ ﷺ کی سنت کی روشنی میں اٹھایا جائے۔ آپ ﷺ کی سنتوں کا احیاء کیا جائے اور اپنی خواہشاتِ نفس پر آپ ﷺ کی سنتوں کو ترجیح دی جائے۔اس بات کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی شخص نبی ﷺ سے محبت وتعلقِ خاطر کا دعویدار ہو اور وہ آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی سے اعراض کرے بلکہ ان سے استہزاء کرنے اور ان کا اور ان پر عمل پیرا لوگوں کا مذاق اڑانے والا ہو!

یہ اطاعت واتباعِ رسول ﷺ کوئی من مرضی کا سودا بھی نہیں بلکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور یہ ہم پر فرض و واجب ہے، اور اس بات کا پتہ کئی قرآنی

آیات اور ارشاداتِ نبویہ سے چلتا ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۳۱، ۳۲]

”(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔“

جبکہ آگے اسی سورت میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۳۲]

”اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔“

نیز سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء: ۱۳، ۱۴]

”یہ (تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور

اُس کی حدوں سے نکل جائے گا اُس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔''

سورۃ النساء ہی کی ایک اور آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [النساء: ۵۹]

''مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کی بھی، اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

جبکہ اس سورۃ النساء ہی میں اطاعتِ رسول ﷺ کو اطاعتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ [النساء: ۸۰]

''جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر! آپ کو ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

آگے چل کر سورۃ الانفال کی (آیت: ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ

اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ [الأنفال: ٢٠]

''اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو اور اُس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سنتے ہو۔''

سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ [الأحزاب: ٧٠، ٧١]

''مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک بڑی مراد پائے گا۔''

سورۃ محمد میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلاَ تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ٣٣]

''مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔''

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی کے اس حکم و وجوب پر ہی بس نہیں بلکہ قرآنِ کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے احکام و اوامر کی نافرمانی کرنے والوں کو سخت وعید فرمائی ہے اور آفت و فتنہ اور عذابِ الیم کی خبر دی ہے۔ چنانچہ سورۃ النور میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لاَ تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [النور: ٦٣]

''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اطاعتِ رسول ﷺ کس طرح بجا لایا کرتے تھے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے صرف چند واقعات ہی کافی ہیں۔

1- تعمیلِ ارشاد میں عدمِ تاخیر:

صحیح بخاری اور بعض دیگر کتب میں مذکور ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کیں، آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِس کی اجازت دیتے ہوئے سورۃ البقرۃ کی یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ [البقرة: 144]

''(اے نبی!) ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، پس ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیں اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) اُن کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے بے خبر نہیں ہے۔''

تب سے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

آپ ﷺ کی معیت میں ایک آدمی نے نماز پڑھی اور پھر اس کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس صحابی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

«هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَانْحَرَفُوْا وَ هُمْ رُكُوْعٌ فِي صَلوٰةِ الْعَصْرِ»[1]

''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی ہے اور آپ ﷺ کو کعبہ شریف کی طرف منہ کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ وہ لوگ نمازِ عصر کے رکوع میں تھے کہ عین اسی حالت ہی میں قبلہ شریف کی طرف گھوم گئے۔''

اندازہ فرمائیں کہ انھوں نے رکوع سے اٹھنے کا بھی انتظار نہیں کیا، چہ جائیکہ

[1] صحيح البخاري مع الفتح (232/13)

وہ اگلی نماز کا انتظار کرتے۔ اسی واقعہ کی وجہ سے اس مسجد کا نام ہی ''مسجدِ قبلتین'' ہوگیا کیونکہ وہاں ایک ہی نماز دو قبلوں کی طرف منہ کرکے پڑھی گئی۔

2- ابلتی ہانڈیاں بہادیں:

صحیح بخاری میں ایک اور واقعہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے منادی کرنے والے نے یہ اعلان کردیا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ»

''اللہ اور اس کا رسول تمھیں پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔''

اس اعلان کا سننا ہی تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پکنے کو تیار ابلتی ہوئی ہانڈیاں بہادیں۔ ان لوگوں نے اتنا بھی انتظار نہیں کیا کہ اس مرتبہ کا پکا ہوا گوشت تو کھالیں آئندہ چھوڑ دینگے۔

3- شراب کا سیلاب آگیا:

اسی طرح کا رویہ اس وقت بھی اختیار کیا گیا جب شرابِ خانہ خراب کی حرمت نازل ہوئی۔ لوگوں نے لبوں تک پہنچے ہوئے جام واپس رکھ دیے اور گھروں میں موجود شراب کے تمام جام توڑ دیے، راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں اتنی شراب بہائی گئی:

"فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ."[1]

''مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔''

اور بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:

''مدینہ کی گلیوں میں گویا شراب کا سیلاب آگیا ہو۔''

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح (39/10) تفسير ابن كثير (83/2)

4- کنگن اتار پھینکنا:

نبی ﷺ کے ارشادات کی تعمیل و بجا آوری میں صرف مرد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی پیش پیش نہیں تھے بلکہ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ چنانچہ سنن ابی داود میں روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ ہی اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ نبی ﷺ نے پوچھا:

«أَتُعْطِيْنَ زَكٰوةَ هٰذَا ؟» ''کیا تم ان کنگنوں کی زکوٰۃ دیتی ہو؟''

اس نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَيَسُرُّكِ أَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ؟»

''کیا تمھیں پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھیں ان کے بدلے جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنائے؟''

راویٔ حدیث حضرت عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس عورت نے وہ دونوں کنگن بچی کے ہاتھ سے نکالے اور نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا:

«هُمَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ لِرَسُوْلِهٖ» [1]

''یہ میری طرف سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں صدقہ ہیں۔''

5- نقاب وحجاب کی پابندی:

آج کل مسلمان مرد داڑھی منڈوانے اور لباس و پوشاک حتیٰ کہ طور اطوار میں تقلیدِ فرنگ کے اتنے دلدادہ ہو چکے ہیں کہ مسلم اور کافر میں فرق کرنا مشکل

[1] سنن أبي داود للألباني (291/1)

ہوگیا ہے۔ یہی معاملہ مسلمان عورتوں کا بھی ہے کہ بے پردگی وعریانی میں وہ بھی کسی سے کم نہیں، جب برقعہ، پردہ یا نقاب وحجاب کی بات ہوتو بعض عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ دل کا صاف ہونا ضروری ہے صرف چہرہ چھپالینے سے کیا ہوتا ہے؟ ان سے کوئی پوچھے کہ کیا تمھارے دل نبی اکرم ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور صحابہ کی عورتوں سے زیادہ پاک ہیں؟ انھیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم فرمایا تھا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٥٩]

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (منہ) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں، یہ اَمر ان کے لیے موجبِ شناخت (وامتیاز) ہو گا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

انھوں نے فوراً نقاب وحجاب کا اہتمام شروع کردیا اور دل کی صفائی کا کوئی بہانہ نہیں بنایا۔

6- کناروں پر چلنا:

اسی پر بس نہیں بلکہ سنن ابی داود میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کے بعد دیکھا کہ گلی میں مردوزن کا اختلاط ہوگیا ہے تو عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

« اِسْتَأْخِرْنَ، فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيْقِ»

''پیچھے ہٹ جاؤ، تمھیں یہ اجازت نہیں کہ راستے کے درمیان میں

چلو، تمھیں کنارے پہ چلنا چاہیے۔''

حدیث کے راوی صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى أَنَّ ثَوْبَهَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا.''[1]

''عورت اس طرح دیوار کے ساتھ ہوکر چلتی کہ اس کے کپڑے دیوار کے ساتھ چمٹ چمٹ جاتے تھے۔''

ببین ایں تفاوت را   از کجا تا بہ کجا

3- علم قرآن وسنت:

نبی اکرم ﷺ سے محبت کی علامتوں ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر نازل کی گئی اللہ کی کتاب قرآنِ کریم اور اس کے علوم کو سیکھا جائے، اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس کی بکثرت تلاوت کی جائے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی احادیث وسنن کا علم حاصل کیا جائے، ان میں وارد اوامر ونواہی کے مطابق چلا جائے اور ان پر عمل پیرا لوگوں سے محبت کی جائے۔

4- بکثرت یادِ حبیب ﷺ:

یہ ایک فطری امر ہے کہ انسان جس سے جتنی زیادہ محبت کرتا ہے اسی قدر اس کا دل اس کی یادوں سے معمور رہتا ہے۔ ایک مقولہ مشہور ہے:

''مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ.''[2]

''جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اسے بکثرت یاد کرتا ہے۔''

انھی الفاظ کی ایک حدیث بھی ہے لیکن اسے کبار محدثین کرام نے ضعیف

---

[1] الصحيحة، رقم الحديث (856)

[2] دیکھیے: ضعيف الجامع للألباني (149/5/3)

قرار دیا ہے۔

لہٰذا وہ تو قابلِ استدلال نہیں تاہم فطرت کا تقاضا یہی ہے اور سچی محبت کی علامت بھی کہ محبّ جلوت وخلوت میں قلب و قالب سے اپنے محبوب کو یاد کرے اور اس کی زبان اس کے ذکر سے تکان محسوس نہ کرے، اور اس کی کیفیت یہ ہو ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار جب
ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یا پھر اس کیفیت کو یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے ؎

تم میرے پاس ہوتے ہو جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حبیبِ کبریاء نبی ﷺ کی بکثرت یاد کئی طریقوں سے ممکن ہے جن میں سے بعض صورتیں بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں مثلاً:

① نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا بکثرت مطالعہ کرنا جس کے لیے آج عربی، اردو اور انگلش ہر زبان میں بہترین کتبِ سیرت موجود ہیں۔

② زندگی میں ہر قدم اٹھانے سے پہلے نبی ﷺ کی سنت وطریقہ معلوم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا۔

③ نبی ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا، جس کی فضیلت قدرے تفصیل سے تھوڑا آگے چل کر ذکر کی جارہی ہے۔

5- محبتِ احبابِ مصطفیٰ ﷺ:

نبی ﷺ سے محبت کی علامتوں ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر اس شخص اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس سے نبی ﷺ کو محبت تھی۔ آلِ رسول، اہلِ بیت اور انصار ومہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے کیونکہ انھیں اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت و رفاقت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ انھوں نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کے رخِ انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور بلاواسطہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے آپ ﷺ کے ارشادات سننے کی سعادت وعزت پائی۔ انھوں نے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر آپ ﷺ کا بھرپور دفاع کیا اور آپ ﷺ کی ذات و ارشادات کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کے لیے اپنی لسان اور شمشیر وسناں کا استعمال کیا، اور انھوں ہی نے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت [قرآن و سنت] ہم تک پہنچائی۔ نبی ﷺ نے اپنے قرابت داروں سے رشتہ داری کی محبت و مودت کا تو باقاعدہ مطالبہ فرمایا ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

[الشورىٰ: ٢٣]

”یہی وہ (انعام ہے) جس کی اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔ کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صِلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی محبت (تو چاہیے) اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں ثواب بڑھائیں گے بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔“

جبکہ صحیح مسلم، سنن دارمی اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے:

«أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ» [1]

---

[1] صحيح مسلم (1873/4) سنن الدارمي (432/2) مسند أحمد (114/2، 367/4)

”میں تمھیں اپنے اہلِ بیت سے حسنِ سلوک و محبت کے لیے اللہ کا خوف دلاتا ہوں۔“

اسی حدیث میں ہے کہ حضرت حصین بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے اہلِ بیت نہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

((نِسَآءُہٗ مِنْ أَھْلِ بَیْتِہٖ))

”آپ ﷺ کی بیویاں بھی آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں سے ہیں۔“

مزید فرمایا کہ اہلِ بیت وہ بھی ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور پھر آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس کا تذکرہ فرمایا۔ رضي الله عنهم.

آلِ رسول اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم جن کی محبت حبِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے ان کی اہلیّت وصلاحیت کا یہ عالَم ہے کہ ان کی تطہیر و پاکیزگی کا پتہ تو خود قرآنِ کریم نے دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣]

”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔“

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ارشاد سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے اہلِ بیت سے محبت کرکے آپ ﷺ کی رضا وخوشی حاصل کی جائے جس میں آپ ﷺ کی اطاعت کا اجر وثواب بھی آجائے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"اِرْقَبُوْا مُحَمَّداً فِي أَهْلِ بَيْتِهِ." [1]

''حضرت محمد [ﷺ] کو آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں تلاش کرو۔''

یعنی آپ ﷺ کے اہلِ بیت کا ادب و احترام مدِنظر رکھا کرو۔

عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بھی قرآن کے متعدد مقامات خصوصاً سورۃ الفتح شاہد ہے، اورصحیح بخاری و مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد و طیالسی میں نبی ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

« لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَ لَا نَصِيْفَهُ» [2]

''میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو وہ ان کے ایک مٹھی دانے صدقہ کرنے کے ثواب کو تو کیا اس کے آدھے کو بھی نہیں پا سکتا۔''

نیز صحیح بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَ آيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ» [3]

---

[1] صحيح البخاري (26/5)

[2] صحيح الجامع، رقم الحديث (2310)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (3573) صحيح مسلم، رقم الحديث (74)

''ایمان کی نشانی انصار صحابہ سے محبت اور نفاق کی نشانی انصار صحابہ سے بغض ونفرت ہے۔''

جبکہ بخاری ومسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

«اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا الْمُنَافِقُ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ» [1]

''انصار سے محبت صرف مومن ہی کرتے ہیں اور ان سے نفرت صرف منافق کرتے ہیں۔ جس نے ان سے محبت کی اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو ان سے نفرت کرتا ہے اس سے اللہ نفرت کرتا ہے۔''

غرض اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن لوگوں کو یہ مقام ومرتبہ دیا ہے ہم پر فرض بنتا ہے کہ ہم بھی ان کا مکمل احترام واکرام کریں، عزت سے سب کا نام لیں اور نام کے ساتھ ہی حسبِ موقع ایک صحابی ہو تو ''رضی اللہ عنہ'' صحابیہ ہو تو ''عنہا'' دو صحابی یا صحابیات ہوں تو ''عنہما'' مجموعہ صحابہ ہوں تو ''عنہم'' اور مجموعہ صحابیات ہوں تو ''عنہن'' بھی کہیں۔

① صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ کی رضا وخوشنودی کا پتہ تو خود قرآنِ کریم نے دے رکھا ہے چنانچہ سورۃ التوبۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة: ١٠٠]

''جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (3572) صحيح مسلم، رقم الحديث (75)

مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اُس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ایسے ہی سورۃ الفتح میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ [الفتح ١٨]

''(اے پیغمبر!) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر سکینت وتسلی نازل فرمائی اور انھیں جلد فتح عنایت کی۔''

اسی طرح سورۃ البینہ کی آخری آیت میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة: ٨]

''اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش، یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔''

محبت کا ایک انداز:

احبابِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محبت کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ ان کے لیے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے تمام اہلِ ایمان کے لیے مغفرت وبخشش کی دعائیں کی جائیں اور اپنے دلوں کو ان کے خلاف حقد وحسد اور بغض ونفرت سے

پاک رکھا جائے، اور اس کے لیے اللہ سے دعائیں کی جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر: ٩، ١٠]

''اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو، اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور (ان کے لیے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کو اپنی رضا و خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمایا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے بھی انھیں اس امت کے بہترین لوگ قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ »[1]

''لوگوں میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے والے (صحابہ) ہیں، اس کے بعد ان کا درجہ آتا ہے جو ان کے بعد (تابعین) ہیں اور پھر وہ جو ان کے بھی بعد (تبع تابعین) آئیں گے۔''

راویٔ حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' فَلَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهٖ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً. ''

''مجھے معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا۔''

جبکہ نبی ﷺ کے احباب و اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والوں کے بارے میں نبی ﷺ کی وعیدیں پہلے ذکر کی جاچکی ہیں جنھیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

استاذ اور سادات کا ادب ایک نادر مثال:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے شیخ و استاذ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بڑے ادب و تواضع سے ان کی سواری کی لگام پکڑے کھڑے تھے، اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا:

''رسول اللہ کے برادرِ عم زاد! لگام چھوڑ دیں۔''

اس پر انھوں نے کہا:

---

[1] صحيح البخاري (3_2/5) صحيح مسلم (1964/4)

”ہمیں اسی طرح اپنے علماء کا ادب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“

اب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ”مجھے اپنا ہاتھ دکھائیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ چوم لیا اور کہا:

”ہمیں اسی طرح اہلِ بیت کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“[1]

بہترین دلوں والے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پوری نوعِ انسانی میں سے بہترین دلوں کے مالک تھے۔ چنانچہ مسند احمد، طیالسی اور شرح السنہ بغوی میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف اور مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

” اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ فَابْتَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ، ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدَ قَلْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ، يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى دِيْنِهٖ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَ مَا رَأَوْهُ سَيِّئاً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ.“[2]

”اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں دیکھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تمام بندوں کے دلوں سے بہترین پایا، لہٰذا انھیں اپنے لیے اور اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمالیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے

---

[1] تاريخ دمشق (326/19) الإصابة لابن حجر (146/4)

[2] مسند أحمد (379/1) منحة المعبود ترتيب مسند الطيالسي (ص: 3) شرح السنة للبغوي (214/1)

علاوہ باقی بندوں کے دلوں پر نظر دوڑائی تو آپ ﷺ کے ساتھیوں کے دلوں کو سب سے بہتر پایا، لہٰذا انھیں اپنے نبی ﷺ کے وزیر منتخب کرلیا جو آپ ﷺ کے دین کے لیے جہاد کرتے رہے۔ چنانچہ یہ تمام مسلمان [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ اور جسے یہ سب برا قرار دیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہی ہوتی ہے۔"

حبِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضے

جس طرح حب مصطفیٰ ﷺ کی بعض علامتیں ہیں اسی طرح اس کے چند مطالبات اور تقاضے بھی ہیں جن کا پورا کرنا واجب اور ضروری ہے، اور وہ درج ذیل ہیں:

① درود شریف پڑھنا:

نبی ﷺ سے محبت وتعلقِ خاطر کے مطالبات اورتقاضوں میں سے سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اسمِ گرامی مکمل احترام واکرام کے ساتھ لیا جائے اور آپ ﷺ کا نام لینے، سننے، لکھنے اور پڑھنے کے ساتھ ہی آپ ﷺ پر درود بھی پڑھا جائے کیونکہ اس صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو سب سے پہلے تو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے فرشتے بھی نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی تمام اہلِ ایمان مسلمانوں کو بھی حکم فرمادیا ہے کہ تم بھی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا کرو۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی اُن پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

① اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود پڑھنا:

نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے حبِ رسول ﷺ کا ایک تقاضا پورا ہوگا اور ساتھ ہی پڑھنے والے کو اس کے دیگر فوائد و ثمرات اور فضائل و برکات بھی حاصل ہوں گی۔

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ اور اس کے مقربین فرشتے بھی نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ رحمتوں کے نزول کی شکل میں اور فرشتے طلبِ استغفار و رفعِ درجات کی صورت میں، اور ساتھ ہی اہلِ ایمان کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی نبی ﷺ پر درود پڑھا کریں، تاکہ وہ بھی اس شرف سے بہرہ مند ہوں۔ اس عمل کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس کو پہلے اللہ نے اپنی طرف اور پھر اپنے فرشتوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ آیت کو "اِنَّ" کے ساتھ شروع کیا جو نہایت تاکید کے لیے آتا ہے، پھر مضارع کے صیغہ "یُصَلُّوْنَ" سے ذکر فرمایا ہے جو اس بات کے استمرار اور دوام کی دلیل ہے۔ یعنی یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ع

یُصَلِّيْ عَلَیْهِ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ
بِهٰذَا بَدَا لِلْعَالَمِیْنَ کَمَالُهٗ

"اللہ جل جلالہ بھی نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور یہ بات تمام جہانوں کے لیے نبی ﷺ کے شرف و کمال کی عمدہ دلیل ہے۔"

اس اعتبار سے نبی ﷺ کا یہ شرف حضرت آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ نبی ﷺ کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ تعالیٰ

خود بھی شامل ہے جبکہ آدم علیہ السلام کے اعزاز میں فرشتے ہی شامل ہوئے تھے اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ شامل ہوئے جبکہ یہاں دوام واستمرار ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ع

عقل دُور اندیش می داند کہ تشریفے چنیں
ہیچ دیں پرور ندید وہیچ پیغمبر نیافت

''دُور اندیش اور عقل ودانش والے لوگ جانتے ہیں کہ ایسا شرف کسی دین پرور نے کہیں دیکھا نہ پہلے کسی پیغمبر کو یہ نصیب ہوا۔''

(2) دس رحمتیں نازل، دس نیکیاں حاصل، دس درجات بلند، دس گناہ معاف:

صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً»[1]

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

سنن نسائی، دارمی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد اور فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاسماعیل القاضی میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَ الْبِشْرُ يُرٰى فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: إِنَّهٗ جَاءَنِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ: أَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا»[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (306)

[2] مسند أحمد (4/29،30) مستدرك حاكم (2/420) الترغيب و الترهيب (2/497) مشكوٰة بتحقيق الألباني (1/292) و صححه لشواهده.

''نبی ﷺ ایک دن تشریف لائے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسرّت کے آثار نمایاں تھے۔ فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا ربّ کہتا ہے: کیا یہ چیز آپ کو راضی کرنے کے لیے کافی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے میں اس پر دس رحمتیں بھیجوں گا اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام کہے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں گا۔''

نیز سنن نسائی اور مسند احمد والی روایت میں ہے:

﴿ مَنْ صَلَّىٰ عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلٰوةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَ مَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَ رَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَ رَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا ﴾

''آپ کی امت میں سے جس نے آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اسے دس نیکیاں عطا کرے گا، اس کے دس گناہ معاف کرے گا، اس کے دس درجات بلند کرے گا اور جس طرح وہ درود پڑھے ویسے ہی اللہ کی طرف سے جواب بھی پائے گا۔''

اور طبرانی میں ہے:

﴿ يَقُوْلُ الْمَلَكُ: وَ أَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ ﴾

''فرشتہ اس بندے کو کہتا ہے: اللہ تجھ پر بھی درود (رحمتیں) بھیجے۔''

جبکہ الادب المفرد امام بخاری، سنن نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

﴿ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَ حَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيْئَاتٍ، وَ رُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ ﴾[1]

---

[1] مستدرك حاكم (1/550) صحيح الجامع الصغير (3/5/316)

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دورد پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔''

3 قبولیتِ دعا کا نسخہ:

سنن ابی داود، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اُس نے نماز پڑھی اور دعا کی:

''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

« عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّيْ! إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هَوَ أَهْلُهٗ وَ صَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهٗ »

''اے نمازی! تم نے جلدی کی ہے، جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بیٹھ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرو اُن الفاظ کے ساتھ کہ جن کا وہ اہل ہے، اور مجھ پر درود پڑھو پھر دعا مانگو۔''

راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک اور آدمی آیا، اس نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا تو نبی ﷺ نے اسے فرمایا :

« أَيُّهَا الْمُصَلِّيْ ! أُدْعُ تُجَبْ»[1]

''اے نمازی! اب جو مانگو گے وہ ملے گا۔''

4 مشکلات ومصائب کا حل اور گناہوں کا کفّارہ:

سنن ترمذی، مستدرک حاکم، مسند احمد اور فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (3676) سنن النسائي، رقم الحديث (1284)

لاسماعیل القاضی اور مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ:

«اِنِّيْ أُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلٰوتِيْ؟»

''میں آپ پر بکثرت درود شریف پڑھتا ہوں، اس کے لیے اپنے کُل وقت میں سے کتنا خاص کروں؟''

آپ نے فرمایا« مَا شِئْتَ » ''جتنا چاہو'' میں نے عرض کیا: ''چوتھائی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:« مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» ''جتنا چاہو، لیکن اگر (چوتھائی سے) زیادہ کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''آدھا؟'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''جتنا چاہو، لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''دوتہائی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری مرضی، لیکن اگر اس سے بھی بڑھالو تو تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا:« اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِيْ كُلَّهَا» ''میں سارا وقت آپ پر درود پڑھنے میں وقف کر دیتا ہوں۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَنْ تُكْفٰى هَمَّكَ وَ يُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ»[1]

''تب تو تمھارے تمام دُکھ درد دور اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

صحیح مسلم، سنن ابی داود اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا»[2]

---

[1] مستدرك حاكم (421/2) فضل الصلوٰة للقاضي إسماعيل بتحقيق الألباني (ص 32) مشكوٰة مع تحقيق الألباني (293/1) و حسنه.

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (384)

''جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ اور آخر میں مجھ پر درود بھیجو۔ اس لیے کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر اس کے بدلے اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

⑤ جو مانگو سو ملے:

سنن ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے۔ جب میں نے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور پھر اپنے لیے دعا مانگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَهُ» [1] ''مانگو اور پاؤ، مانگو اور پاؤ۔''

⑥ سلام الٰہی کا انعام بے بدل:

سنن کبریٰ بیہقی، مسند احمد، مستدرک حاکم اور فضل الصلوٰۃ للقاضی اسماعیل میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوگئے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود ہوئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں ڈر گیا مبادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی ہو۔ میں نے قریب ہو کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ اقدس کو اٹھایا اور مجھ سے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے اپنا خدشہ بیان کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِنَّ جِبْرِيْلَ عليه السلام قَالَ لِيْ: أَلَا أُبَشِّرُكَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلٰوةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ» [2]

---

[1] صحيح سنن النسائي (275/1) مسند أحمد (1/25،26،38) و صفة الصلوٰة (ص: 109)

[2] مسند أحمد (191/1) سنن البيهقي (370/2)

''حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا: کیا میں آپ کو خوش خبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیغام دیا ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا میں اُس پر رحمتیں نازل کروں گا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا میں اُس پر سلام بھیجوں گا۔''

⑦ قبولیتِ نماز کا ذریعہ:

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے جلاء الافہام میں تین احادیث نقل کر کے لکھا ہے کہ انفرادی طور پر تو ان کی اسانید قابلِ حجت نہیں لیکن اگر ان تینوں کو اکٹھا کیا جائے تو یہ قوت اختیار کر جاتی ہیں۔

① ان تینوں میں سے ایک دارقطنی وبیہقی میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع حدیث ہے، جس کے الفاظ ہیں:

«لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِطَهُوْرٍ وَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ»[1]

''وضو کیے اور مجھ پر درود پڑھے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

② دوسری حدیث سنن ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کے الفاظ ہیں:

«لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم»[2]

''جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔''

③ تیسری حدیث سنن دارقطنی میں حضرت بُریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں:

«يَا بُرَيْدَةُ! اِذَا صَلَّيْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَلَا تَتْرُكَنَّ التَّشَهُّدَ وَ

---

[1] الصحيحة [54/5] الترغيب والترهيب [505/2]

[2] حواله جات سابقه.

الصَّلٰوۃَ عَلَيَّ فَاِنَّھَا زَکٰوۃُ الصَّلٰوۃِ »[1]

''اے بریدہ! جب تم نماز پڑھو تو تشہد (سلام) اور مجھ پر درود پڑھنا ہرگز نہ چھوڑو، کیونکہ یہ نماز کی زکوٰۃ ہے۔''

⑧ روزِ قیامت قربِ مصطفیٰ:

ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« أَوْلَی النَّاسِ بِيْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَکْثَرُھُمْ عَلَيَّ صَلٰوۃً »[2]

''قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے قریب ترین وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔''

⑨ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ نیکیاں اور فرشتوں کی دعائیں:

فضل الصلوٰۃ علی النبی میں اسماعیل القاضی نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ أَوْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِیْلَةَ حَقَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِيْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ »[3]

''جس نے مجھ پر درود بھیجا یا میرے لیے مقامِ وسیلہ کا سوال کیا، قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت وسفارش پکی ہوگئی۔''

معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ حِیْنَ یُصْبِحُ عَشْرًا، وَ حِیْنَ یُمْسِيْ عَشْرًا، أَدْرَکَتْهُ شَفَاعَتِيْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ »[4]

---

[1] حواله جات سابقه.

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [484]

[3] فضل الصلاة [حديث: 5]

[4] صحيح الجامع الصغير، حديث [6233]

"جس نے ہر صبح دس مرتبہ اور ہر شام دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری سفارش کا حق دار ہوگا۔"

فضل الصلوٰۃ علیٰ النبی ﷺ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ» [1]

"جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔"

فضل الصلوٰۃ علیٰ النبی ﷺ ہی میں حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ أَوْ لِيُكْثِرْ» [2]

"جب کوئی شخص مجھ پر دُرود پڑھتا ہے تو جب تک وہ دُرود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے رہتے ہیں، اب چاہے وہ کم پڑھے یا زیادہ پڑھے۔"

تارکین درود کے لیے وعیدیں:

درود شریف سے فضائل و برکات کے حصول والی بات محض اختیاری ہی نہیں کہ پڑھیں تو یہ فوائد وثمرات ملیں گے نہ پڑھیں تو ہماری مرضی بلکہ یہ معاملہ بڑا ہی گھمبیر ہے۔ یہ صرف حب مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہی نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کا حق بھی ہے اور یہ حق ادا نہ کرنے والوں کو سخت وعید بھی سنائی گئی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث میں مروی ہے۔

---

[1] فضل الصلوٰة علىٰ النبي ﷺ [حديث: 11]

[2] مشكاة مع تحقيق الألباني، رقم الحديث (925)

① رحمتِ الٰہی سے دُوری:

ایک حدیث جو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی کتبِ حدیث میں مروی ہے جس کی بعض روایات میں منبر اور اس کی تین سیڑھیوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مرتبہ آمین کہنے اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر وجہ بتانے کا ذکر بھی آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے اللہ کی طرف سے یہ پیغام دیا۔ اور بعض روایات میں منبر، سیڑھیوں، جبریل علیہ السلام اور آمین کے ذکر کے بغیر ہی ارشادِ نبوی ہے:

«رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، وَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ »[1]

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کی موجودگی میں ماہِ رمضان آیا اور اس حال میں نکل بھی گیا کہ اس نے اپنی بخشش نہ کروالی۔ اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور انھوں نے (حسن سلوک کے عوض) اسے جنت میں داخل نہ کیا۔ اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے سامنے (اے نبی!) آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا۔“

② سب سے بڑا بخیل کون؟

سنن ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، مسند احمد، معجم طبرانی کبیر اور عمل الیوم و اللیلہ ابن السنی میں حضرت علی اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث [3545]

«اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»[1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکرِ جمیل آیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔''

اس حدیث میں نبی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر درود شریف نہ پڑھنے والے کو وعید سنائی گئی ہے اور اُسے بخیل شمار کیا گیا ہے جبکہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»[2]

''لوگوں میں سے سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکرِ جمیل آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

اس حدیث میں تو نبی ﷺ کے ذکر پر درود نہ پڑھنے والے شخص کو سب سے بڑا بخیل قرار دیا گیا ہے۔

③ قبولیتِ دعا میں رکاوٹ:

اسی موضوع کے بعض آثار بھی ہیں جیسا کہ شعب الایمان بیہقی، معجم طبرانی اوسط اور مسند الفردوس دیلمی میں حضرت علی و انس رضی اللہ عنہما سے موصولاً اور موقوفاً مروی ہے جسے بعض کبار محدّثین کرام نے موصولاً بھی صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس کے کئی شواہد بھی ہیں، اس کے الفاظ ہیں:

«كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ»[3]

''ہر دعا اُس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔''

---

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (1736)

[2] فضل الصلوٰة علىٰ النبي ﷺ [حديث: 37]

[3] الصحيحة (54/5) صحيح الجامع (4399) الترغيب (505/2)

④ راہِ جنت گم ہو جاتی ہے:

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ»[1]

''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ گم کر بیٹھا۔''

⑤ روزِ قیامت حسرت و ندامت کا سامنا:

صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَ يُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ اِنْ دَخَلُوْا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ»[2]

''کوئی قوم جب کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے حسرت و ندامت کا باعث ہوگی اگرچہ دوسری نیکیوں کی وجہ سے وہ جنت ہی میں کیوں نہ چلے گئے ہوں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے لیے معروفِ عام درودِ ابراہیمی کے علاوہ بھی کئی صیغے ہیں۔ درود شریف پڑھنے کے عام حکم اور وقت کے علاوہ بعض مقامات پر درود شریف پڑھنے کا خاص حکم بھی ہے، درود شریف کے مسنون الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کرنے، بعض خانہ ساز درود پڑھنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام اور کسی غیر نبی پر درود شریف پڑھنے کا

1. صحيح سنن ابن ماجه للألباني (740)
2. سلسلة الأحاديث الصحيحة (76)

حکم اور ان امور کی تفصیل مطلوب ہو تو اس سلسلہ میں ہماری کتاب ''درود شریف۔ برکات و فضائل اور احکام ومسائل'' دیکھی جاسکتی ہے جو (192) صفحات پر مشتمل ہے اور اسے نورِ اسلام اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔

⑥ نبی ﷺ کے لیے مقام وسیلہ کی دعائیں کرنا:

حبِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں میں سے دوسرا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے مقامِ وسیلہ وفضیلہ اور مقامِ محمود عطا کرنے کی دعائیں کی جائیں۔ یہ مقامِ وسیلہ جنت کا وہ عالی شان مرتبہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے سوا کسی کے لیے زیبا نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری، سنن اربعہ، مسند احمد اور بعض دیگر کتبِ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

« مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّداً الْوَسِيْلَةَ وَ الْفَضِيْلَةَ وَ ابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[1]

''جس نے اذان سن کر یہ دعا کی اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد ﷺ کو مقامِ وسیلہ وفضیلت عطا فرما اور آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ تو اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت وسفارش حلال ہوگئی۔''

⑦ عزت واحترام اور تعظیم وتوقیر کرنا:

حبِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں ہی میں سے تیسرا تقاضا یہ ہے کہ محبت و

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (614) صحيح سنن أبي داود، رقم الحديث (540) صحيح الجامع، رقم الحديث (6423)

تعلقِ خاطر کا دعویدار دل و جان سے نبی اکرم ﷺ کی عزت و احترام اور تعظیم و تکریم کرے اور ہر اس کام سے اجتناب کرے جو اس کے منافی ہے۔

نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر تین طرح سے ہوگی:

① دل سے۔ ② زبان سے۔ ③ دیگر اعضاء سے۔

1. دل سے تعظیم کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ کے منصبِ نبوت و رسالت کا دل سے اقرار کرے۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کا معترف ہو اور آپ ﷺ کو دل وجان، دولت و مال اور ہر چیز سے زیادہ محبت کرے۔

2. زبان سے تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ان صفات کا تذکرہ کیا جائے جن کے آپ ﷺ بجا طور پر اہل و مستحق ہیں۔ آپ ﷺ نے جو صفات خود بیان فرمائی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جو صفات بیان کی ہیں ان سب کا تذکرہ کیا جائے لیکن اس میں نہ تو افراط، مبالغہ آمیزی اور غلو وتشدّد ہو، نہ ہی تفریط و تقصیر اور کوتاہی کی جائے۔

3. اعضاء سے تعظیم و احترام یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تمام احکام و اوامر پر اپنے اعضاءِ جسم کے ساتھ عمل کیا جائے۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو دیگر تمام ادیان پر غالب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ آپ ﷺ کی شریعت کی مدد ونصرت کی جائے اور آپ ﷺ کی ناموس و حرمت کا تحفّظ و دفاع کیا جائے۔[1]

الغرض نبی اکرم ﷺ کا اس حد تک احترام و اکرام ہو کہ اپنی آواز بھی آپ ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو حتیٰ کہ آپس کی گفتگو کے دوران بھی اپنی آواز

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: الصارم المنكي في الرد علىٰ السبكي، لابن عبد الهادي (ص:351-454)

کو نبی مکرم ﷺ کی آواز سے پست رکھا جائے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کے واقعات بہت ہی مفید ہیں، جن میں سے ہی ایک صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد میں مروی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی آواز بھی نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند کرنے کو اپنے لیے باعثِ ہلاکت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورۃ الحجرات کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الحجرات: ۲]

''اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔''

تو اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر بیٹھ گئے کیونکہ فطرتی طور پر وہ بلند آہنگ تھے، ان کی آواز اونچی تھی اور ساتھ ہی کہنے لگے:

'' أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّيْ مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتاً عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ.''

'' یہ آیت نازل ہوگئی اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میری آواز نبی ﷺ سے بلند ہے لہٰذا میں تو اہلِ جہنم میں سے ہوگیا ہوں۔''

ان کی یہ بات نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار کی گئی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَ لٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ»[1]

''تم اہلِ جہنم میں سے نہیں بلکہ تم تو اہلِ جنت میں سے ہو۔''

سورۃ الحجرات کی مذکورہ بالا آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جب تم نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کرو تو نہایت سکون و وقار سے بات کرو، ایسے اونچی اونچی آواز سے نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی سے کرتے ہو، جبکہ بعض اہلِ علم نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو یا محمد اور یا احمد ﷺ کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہہ کر ادب و احترام سے بات کرو۔ اگر ان آداب اور احترام کے تقاضوں کا خیال نہ رکھا گیا تو اس میں بے ادبی کا احتمال ہے جس سے لاشعوری میں تمھارے تمام اعمال برباد ہو سکتے ہیں۔ سورۃ النور میں حکمِ الٰہی ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: ٦٣]

''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

مطلب یہ کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے لے کر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (3613) صحيح مسلم، رقم الحديث (119)

یافلان، یا فلان کہہ کر بلاتے ہو اسی طرح نبی ﷺ کو آپ کا نام لے کر یا محمد یا محمد کہہ کر نہ بلاؤ بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ وغیرہ کہا کرو۔ اس ادب کا تعلق آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ضرورت پیش آیا کرتی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوں۔[1]

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو نبی ﷺ کی عظمت و جلالت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی آوازیں پست رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ الحجرات میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴾ [الحجرات: ٣]

''جو لوگ پیغمبرِ الٰہی کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔''

مسند احمد کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عامیانہ انداز کے ساتھ حجرے سے باہر کھڑے کھڑے نبی اکرم ﷺ کو یا محمد یا محمد ﷺ کی آوازیں لگانے والے بنوتمیم کے اعرابی و گنوار قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ''بے عقل'' قرار دیا ہے۔[2]

چنانچہ سورۃ الحجرات کی آیت انھیں کے بارے میں نازل ہوئی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحجرات: ٤]

---

[1] تفسير القرطبى (307/16/8 ـ 309) تفسير أحسن البيان (ص: 992)

[2] مسند أحمد (394/6،488/3)

''جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی جلالت وشان اور آپ ﷺ کے ادب واحترام کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر نہ رکھنا ''بے عقلی'' ہے۔[1]

ایک وضاحت:

یہاں یہ بات پیشِ نظر رکھیں کہ جس طرح احترامِ رسول ﷺ کی خاطر نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ ﷺ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھنا ضروری اور اونچی اونچی آوازیں نکالنا مکروہ ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی مسجد میں بھی اپنی آوازوں کو پست رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا تو مجھے کسی نے کنکری ماری، کیا دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے مجھے حکم فرمایا کہ جایئے اور ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے آیئے۔ میں گیا اور انھیں لے آیا۔ انھوں نے اُن سے مخاطب ہوکر پوچھا: ''تم کون ہو اور کہاں کے ہو؟'' انھوں نے بتایا کہ ہم طائف سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ!"[2]

''اگر تم مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا، تم نبی اکرم ﷺ کی مسجد میں کھڑے ہوکر اپنی آوازوں کو بلند کر رہے ہو!''

---

[1] تفسیر القرطبي (309/16/8) تفسير أحسن البيان أيضاً.

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (470)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

''علما نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس آوازوں کو بلند کرنا بھی اتنا ہی مکروہ و ناپسندیدہ فعل ہے جتنا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے پاس تھا کیونکہ آپ ﷺ زندگی میں اور موت کے بعد حیاتِ برزخ میں ہر حال میں قابلِ صد ہزار تعظیم و احترام اور جلیل القدر ہیں۔''[1]

نیز قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کا احترام و اکرام وفات کے بعد بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں تھا، اور آپ کا کلامِ ماثور (احادیث) آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح رفیع الشان ہے جیسے آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلتے وقت تھا۔ جب آپ ﷺ کی احادیث پڑھی جائیں تو وہاں موجود ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی آواز بلند نہ کرے اور نہ ہی اس سے اعراض و روگردانی کرے جس طرح کہ یہ نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے اور آپ ﷺ کی زبان سے سننے والے کے لیے لازم تھا۔''[2]

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ یہ نبی مکرم ﷺ کے ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کی خاطر عام گفتگو میں آوازوں کو پست رکھنے کا حکم ہے یہاں اونچی آواز سے نبی اکرم ﷺ کا استخفاف و توہین مراد نہیں کیونکہ وہ تو سراسر کفر ہے۔[3]

---

1. تفسیر ابن کثیر (183/4)
2. تفسیر القرطبي (307/16/8)
3. قرطبي (307/16/8)

جس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کا جو ادب و احترام کیا وہ تو بخاری و مسلم والے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے واقعہ ہی سے ظاہر ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ والا مذکورہ بالا واقعہ بھی واضح ہے۔

ادب و احترام کی چند مثالیں:

غرض سلف صالحینِ امت نے اس سلسلہ میں بہترین مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ وہ نبی ﷺ کے ذکرِ خیر یا آپ ﷺ کی احادیث و ارشادات میں سے کسی حدیث کے تذکرہ کے وقت ایسے ہوجاتے کہ ان پر ہیبت و جلال طاری ہوجاتا اور وہ ادب کی تصویر بن جایا کرتے تھے۔

1. حضرت عَمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک ہی مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ انھوں نے کہا:

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ." "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"

تب میں نے ان کی طرف بغور دیکھا کہ یہ کلمات کہنے سے پہلے انھوں نے اپنی ازار ڈھیلی کرلی، ان کی رگیں پھول گئیں اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا:

"أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، أَوْ دُوْنَ ذٰلِكَ، أَوْ قَرِيْباً مِّنْ ذٰلِكَ أَوْ يُشْبِهُ ذٰلِكَ."[1]

"یا اس طرح کے الفاظ کہے یا اس سے کچھ کم یا اس کے قریب قریب یا اس کے مشابہ۔"

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع للخطيب البغدادي (2/66-67) و شرح الشفاء للقاضي عياض و ملّا علی قاری (2/74)

② متعدد ائمہ کرام کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ بے وضو ہونے کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے، ان میں سے حضرت قتادہ، جعفر بن محمد، مالک بن انس اور اعمش کے اسماءِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں بلکہ وہ اس کے لیے وضو کو مستحب سمجھتے تھے اور بلا وضو حدیث بیان کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ چنانچہ ضرار بن مرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُّحَدِّثُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ هُمْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ."[1]

''وہ بلا وضو نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنے کو مکروہ شمار کرتے تھے۔''

③ جبکہ امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فَرَأَيْتُ الْأَعْمَشَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحَدِّثَ وَ هُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ تَيَمَّمَ."[2]

''میں نے امام اعمش رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرنے لگتے اور وضوء نہ ہوتا تو تیمّم کر لیتے تھے۔''

④ ابوسلمہ بیان کرتے ہیں:

''امام مالک بن انس رحمہ اللہ جب حدیث بیان کرنے کے لیے گھر سے نکلنے لگتے تو نماز کے وضو کی طرح مکمل وضو کرتے، سب سے اچھا لباس زیبِ تن کرتے، ٹوپی پہنتے اور داڑھی کو کنگھا کرتے۔ ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

«أُوَقِّرُ بِهٖ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ»[3]

---

[1] جامع بیان العلم و فضله لابن عبد البر (1217/2) شرح الشفاء (77/2)

[2] جامع بیان العلم و فضله لابن عبد البر (1217/2) شرح الشفاء (77/2)

[3] الجامع للخطیب (34/2) و شرح الشفاء (77/2)

''ایسا کر کے میں حدیثِ رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر بجا لاتا ہوں۔''

⑤ ابن ابی الزناد بیان کرتے ہیں کہ تابعی کبیر حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیمار لیٹے ہوئے تھے اور جب ان سے حدیث بیان کرنے کے لیے کہا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے پکڑ کر بٹھا دو۔ مجھے یہ بات گوارہ نہیں کہ میں لیٹے لیٹے حدیثِ رسول ﷺ بیان کروں۔[1]

⑥ امام مالک بن انس کا گزر امام ابو حازم کی مجلسِ درس پر ہوا جبکہ وہ حدیثِ رسول ﷺ بیان فرما رہے تھے، وہ بیٹھے نہیں بلکہ آگے گزر گئے اور نہ بیٹھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور مجھے یہ بات خلافِ ادب لگی کہ میں حدیثِ رسول ﷺ کو کھڑے کھڑے سنوں۔''[2]

امام محمد بن سیرین (صاحب تعبیر الرؤیا) دورانِ گفتگو ہنس لیا کرتے تھے لیکن جب حدیثِ رسول ﷺ آجاتی تو مکمل ادب و احترام کی تصویر بن جایا کرتے تھے۔[3]

⑦ حماد بن سلمہ کہتے ہیں:

ہم ایوب سختیانی کے پاس بیٹھے تھے کہ شور سنائی دیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ شور کیسا ہے؟ کیا انھیں یہ بات نہیں پہنچی کہ نبی ﷺ کی حدیث کے بیان کے دوران آوازیں بلند کرنا ویسے ہی ہے جیسے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں آپ ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنا تھا۔[4]

---

[1] الجامع للخطیب (45/2) و جامع بیان العلم (1220/2)

[2] الجامع للخطیب (57/2)

[3] الجامع للخطیب (57/2)

[4] الجامع للخطیب (1/128۔130)

⑧ احمد بن سلیمان القطان کہتے ہیں:

امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی مجلس میں کسی کو باہمی گفتگو کرنے کی اجازت نہ تھی اور نہ ہی کوئی بیانِ حدیث کے دوران قلم تراش سکتا تھا اور نہ ہی کوئی ہنستا مسکراتا تھا۔ اگر کسی کو بات کرتے، ہنستے یا قلم تراشتے دیکھ لیتے تو انھیں ڈانٹتے ہوئے جوتا پہنتے اور اپنے گھر میں داخل ہوجاتے تھے۔[1]

⑨ ابن نمیر بھی اسی طرح ہی کیا کرتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت تھے۔

⑩ ایسے ہی امام شافعی کے استاذ امام وکیع کی مجلس کا عالم ہوتا تھا یوں لگتا جیسے لوگ نماز میں ہوں۔ اگر کسی سے کوئی ناگوار فعل سرزد ہوتا دیکھتے تو جوتا پہنتے اور گھر میں داخل ہوجاتے تھے۔[2]

⑪ ابن نمیر تو غضبناک ہوکر چلاّ اٹھتے اور اگر کسی کو قلم تراشتے دیکھتے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔[3]

⑫ معروف محدث امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھتے تو وہاں موجود تمام لوگوں کو مکمل سکوت و خاموشی کا حکم دے دیتے اور سورۃ الحجرات والا یہ ارشادِ الٰہی پڑھتے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ [الحجرات: ٢]

---

[1] الجامع للخطیب (1/129)

[2] الجامع للخطیب (1/130)

[3] الجامع للخطیب (1/130)

"اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

اور اس آیت کی یہ تفسیر کرتے کہ جس طرح نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے حدیث سنتے وقت بغور سننا اور خاموش رہنا واجب ہے اسی طرح آپ ﷺ کی احادیث کو پڑھنے سننے کے وقت بھی مکمل خاموشی ضروری ہے۔[1]

⑬ اسی طرح ایک ثقہ راوی امام مصعب بن عبد اللہ رحمہ اللہ امام مالک کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا ذکرِ جمیل کیا جاتا تو ان کا رنگ بدل جاتا اور وہ فرطِ محبت و احترام سے رونے لگتے۔ ایک دن ان سے اس سلسلہ میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہوا ہے اگر وہ تم نے بھی دیکھا ہوتا تو تم مجھ پر نکیر نہ کرتے۔ میں [ایک ثقہ و فاضل شخص] امام القراء محمد بن منکدر رحمہ اللہ کو دیکھا کرتا تھا کہ ہم جب بھی ان سے کسی حدیث کے بارے میں پوچھتے تو حب و احترامِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبات سے مغلوب ہو کر وہ رونے لگتے تھے۔[2]

⑭ امام مالک بیان کرتے ہیں کہ جب بھی میں ثقہ راوی، مفتی اور عابد شخص حضرت صفوان بن سلیم مدنی کے پاس آتا اور جب بھی ان کے سامنے نبی ﷺ کا ذکرِ مبارک آتا تو وہ رونے لگتے اور روتے ہی چلے جاتے حتیٰ کہ لوگ انھیں روتے چھوڑ کر وہاں سے نکل جاتے تھے۔ (ایضاً)

---

[1] خطبات الشيخ حموش عن حقيقة محبة النبي ﷺ، انٹرنیٹ، المنبر.

[2] حوالہ سابقہ.

ادب واحترام کی ایک اور صورت:

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور احترام واکرام ہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت کوئی ذو معنی لفظ استعمال نہ کیا جائے جس سے کسی بھی انداز سے توہین کا کوئی دور کا بھی اشارہ ملتا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے الفاظ کے استعمال سے منع فرمایا ہے، سورۃ البقرۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة: ١٠٤]

''اے اہلِ ایمان! (گفتگو کے وقت پیغمبر سے) رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لیے دُکھ دینے والا عذاب ہے۔''

''رَاعِنَا'' کی بجائے ''اُنْظُرْنَا'' کہنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ یہودی لوگ بغض وعناد کی بنا پر اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر ''رَاعِيْنَا'' کر دیتے تھے جس کا معنیٰ ہے ''ہمارا چرواہا'' یا پھر ''رَاعِنَا'' کا ہی ایک معنیٰ ''احمق'' بھی ہے لہٰذا تنقیص واہانت کا شائبہ ہونے کی وجہ سے اس لفظ کا استعمال ہی ممنوع قرار دے دیا تاکہ رائی، رعونت اور حماقت جیسے تمام معانی سے دور کا بھی واسطہ نہ رہے۔[1]

⑧ احیاءِ سنت اور تعمیلِ ارشاد:

نبی ﷺ سے محبت محض زبانی جمع خرچ تک رہنی چاہیے اور نہ ہی اس کا کوئی سالانہ یا ماہانہ اظہار کافی ہے بلکہ حب مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ محبِ رسول ﷺ ہر وقت آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھے اور ہر اس سنت

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن كثير (1/148۔149) الشفاء للقاضي عياض (2/37)

کے احیاء میں کوشاں رہے جو گردشِ زمانہ کی دھول تلے دب گئی ہو یا ہوسِ دنیا اور خواہشاتِ نفس کی وجہ سے طاقِ نسیان پر رکھی جا چکی ہو، ایسی تمام متروک سنتوں کا احیاء ایک اچھے مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ بڑے اجر و ثواب والا کام بلکہ ایک صدقہ جاریہ بھی ہے جیسا کہ ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

« مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئاً، وَ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً، فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً »[1]

''جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جبکہ ان کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اور جس نے کوئی بدعت ایجاد کی اور اس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے گناہ جتنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے اور اس کی صحت و ضعف مختلف فیہ ہے حتیٰ کہ علامہ البانی نے ایک طرف تو اسے صحیح سنن ابن ماجہ میں ذکر کیا ہے جبکہ دوسری طرف ضعیف الجامع الصغیر میں اسے ''ضعیف'' لکھا ہے۔

البتہ صحیح مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت جریر بن

---

[1] سنن ابن ماجه (76/1) بتحقيق محمد فؤاد عبد الباقي، صحيح سنن ابن ماجه للألباني، حديث (173) ضعيف الجامع الصغير (153/3، حديث: 5365)

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، اور سنن ابن ماجہ کی ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح و ثابت احادیث میں بھی یہ معنی و مفہوم موجود ہے البتہ ان میں ((مَنْ أَحْيَا)) کے الفاظ نہیں بلکہ ((مَنْ سَنَّ)) کے الفاظ ہیں۔[1]

اور باقی الفاظ و مفہوم بالکل قریب قریب وہی ہیں، جبکہ ((مَنْ أَحْيَا)) اور ((مَنْ سَنَّ)) میں بھی کوئی خاص اصولی فرق نہیں ہے۔

⑨ احکام و اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب:

نبی کریم ﷺ سے محبت کے تقاضوں ہی میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے صادر ہونے والے تمام اوامر و احکام پر عمل پیرا ہوا جائے اور جن امور سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے ان تمام کاموں سے مکمل اجتناب و گریز کیا جائے، اور یہ محض تقاضا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے اور نافرمانی پر سخت سزا کی خبر دی گئی ہے۔

چنانچہ سورۃ الحشر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَآ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: ٧]

”جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے

[1] مختصر مسلم (533) ابن ماجه (74/1، حديث :203) صحيح الترغيب (48/1 حديث: 60) صحيح الجامع (6305،6306)

اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے، سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

خود نبی اکرم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں جس چیز کا حکم دوں اسے اپنا لو اور جس چیز سے منع کر دوں اس سے باز آجاؤ۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، سنن نسائی و ابن ماجہ، دارقطنی اور مسند احمد کی ایک قدرے طویل حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« ...إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ [بِأَمْرٍ] فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَ إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ »[1]

''... میں تمھیں جب کسی کام کا حکم دوں تو اس پر حسب استطاعت عمل پیرا ہو جاؤ اور جس چیز سے روک دوں اس سے باز آجاؤ۔''

جبکہ سنن ابن ماجہ میں مختصر ارشادِ نبوی مروی ہے:

« مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا »[2]

''میں تمھیں جس کام کا حکم دوں اسے حسبِ استطاعت کرگزرو اور جس سے روک دوں اس سے باز آجاؤ۔''

⑩ پیش قدمی نہ کرنا:

محبانِ رسول ﷺ کے لیے حبِ رسول ﷺ کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري (4/422) مختصر صحيح مسلم (639) سنن النسائي (2/2) سنن ابن ماجه (1،2) مسند أحمد (2/257)

[2] سنن ابن ماجه (1،2) صحيح الجامع (5552)

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو اپنے سامنے رکھیں اور آپ ﷺ نے جو کام خود کیا یا کرنے کا حکم فرمایا اسے اپنالیں، جس کام سے منع فرمایا اس سے باز آجائیں اور کسی بھی کام کے فعل و ترک میں من مانی نہ کریں، اور نبی کریم ﷺ کی مرضی سے تجاوز کر کے آپ ﷺ سے پیش قدمی کا ارتکاب ہرگز نہ کریں کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجرات میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الحجرات: ١]

''مومنو! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے پیش قدمی کرنے کا تو سوائے اس کے اور کوئی معنیٰ ہی نہیں لیا جاسکتا کہ اس کے اوامر و نواہی کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے جبکہ نبی ﷺ سے پیش قدمی کرنے اور آگے بڑھنے کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں چلنے میں آگے بڑھنا اور پیش قدمی کرنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ کتبِ سیرت شاہد ہیں کہ دورانِ سفر نبی اکرم ﷺ اس بات کا قطعاً اہتمام نہیں فرمایا کرتے تھے کہ خود میں ہی سب سے آگے ہوا کروں بلکہ آپ ﷺ آگے پیچھے دائیں بائیں کا کوئی لحاظ نہیں کیا کرتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل لبھانے کے لیے ان کے ساتھ نبی ﷺ کے دوڑ لگانے والے ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے الگ اور پیچھے رہ گئے تھے اور یہ دوڑ لگائی تھی بلکہ یہ واقعہ دو مرتبہ رونما ہوا تھا، پہلی مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیت گئی تھیں اور کسی دوسرے موقع پر نبی ﷺ جیت گئے تھے اور فرمایا تھا:

«هٰذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ»[1] ''یہ اس پرانی جیت کا بدلہ ہوگیا ہے۔''

یہ باتیں اس چیز کا پتہ دیتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے پیش قدمی کرنے سے آپ ﷺ کے احکام و اوامر کی حدود سے تجاوز مراد ہے۔

⑪ نبی ﷺ کی نامرغوب چیزوں اور لوگوں سے براءت و بیزاری کا اظہار:

حبِ مصطفیٰ ﷺ کا جس طرح یہ تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے احکام و اوامر پر عمل پیرا ہوں، آپ ﷺ کے منع کردہ امور سے باز رہیں اور آپ ﷺ کے اوامر و نواہی کو پسِ پشت ڈال کر اپنی ہی مرضی اور من مانی نہ کریں، اس طرح نبی ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ہر وہ کام اور چیز جس سے نبی ﷺ نے براءت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے ہر محبِّ رسول ﷺ بھی اس سے قولی و عملی بیزاری کا اظہار کرے، بعض امور ایسے ہیں کہ نہ صرف نبی ﷺ نے ان سے براءت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دے رکھا ہے جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

① اسلام دشمن کفار سے براءت و بیزاری اور نفرت و دلی دشمنی رکھنے اور ان سے موالات و دلی محبت نہ کرنے کا قرآنِ کریم میں باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ﴾ [آل عمران: ٢٨]

''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اُس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں، ہاں اگر اس طریق

---

[1] صحيح الجامع (7007) آداب الزفاف للألباني (ص: 171)

سے تم اُن (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

نیز سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾

[النساء: ١٤٤]

"اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو؟"

سورۃ المائدہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [المائدة: ٥١]

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو شخص انھیں دوست بنائے گا وہ بھی انھیں میں سے ہو گا، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

سورۃ المائدہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [المائدة: ٥٧]

"اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں اُن کو

اور کافروں کو جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے
دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔"

سورۂ ہود میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴾ [هود: ٨١]

"ان (فرشتوں) نے کہا کہ لوط! ہم تمھارے پروردگار کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے، تو کچھ رات رہے اپنے گھر والوں کو لے کر چل دو اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمھاری بیوی (ساتھ نہ چلے گی) کہ جو آفت ان پر پڑنے والی ہے وہی اس پر پڑے گی، ان کے (عذاب کے) وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دُور ہے؟"

سورۃ التوبہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَ كُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [التوبة: ٢٣]

"اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔"

سورۃ المجادلہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة: ۲۲]

''جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش، یہی گروہ اللہ کی جماعت ہے (اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کی جماعت مراد حاصل کرنے والی ہے۔''

جبکہ سورۃ الممتحنہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ [الممتحنة: ١]

''مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے (مکہ سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق کے جو تمھارے پاس آیا ہے منکر ہیں اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں، تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اور سورۃ الممتحنہ ہی میں ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [الممتحنة: ٩]

''اللہ انھی لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تمھیں منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں دوسروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسے لوگوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔''

② اسی طرح منافقین سے محبت و دوستی کی پینگیں بڑھانے کی بھی قرآنِ کریم میں ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا﴾ [النساء: ۸۹]

''وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ۔ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا اگر (ترکِ وطن کو) قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔''

سورۃ النساء ہی میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ [النساء: ۱۴۰]

''اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ دوسری باتیں (نہ) کرنے لگیں اُن کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں، سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

③ تا ⑤ اس سلسلہ میں ہمارے سلف صالحینِ امت نے ہمارے لیے روشن نمونے اور قابلِ اتباع مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاري و مسلم، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی میں ہے کہ حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو شدید درد اٹھا جس سے ان پر غشی طاری ہوگئی، اس وقت ان کا سر ان کی اہلِ خانہ خواتین میں سے کسی کی گود میں تھا تو خواتین خانہ میں سے کوئی خاتون اس حالت کو دیکھ کر زور زور سے چلّانے لگی، وہ اس وقت شدتِ الم اور بیہوشی کی وجہ سے اسے کچھ نہ کہہ سکے لیکن جب اس تکلیف سے افاقہ ہوا اور ہوش آیا تو فرمایا:

«أَنَا بَرِيْءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَإِنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ بَرِيْءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَ الْحَالِقَةِ وَ الشَّاقَّةِ»[1]

''میں ہر اس چیز سے بری و بیزار ہونے کا اعلان کرتا ہوں جس سے نبی اکرم ﷺ بری و بیزار تھے اور نبی ﷺ کسی کی موت پر چلانے والی، سر کے بال بکھیرنے، نوچنے، مونڈنے والی اور گریبان چاک کرنے [کپڑے پھاڑنے والی] عورتوں سے بیزاری و براءت فرما چکے ہیں۔''

⑥ بعض لوگ عموماً اور خواتین خصوصاً غم کے موقعوں پر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہیں اور جائز رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ ساتھ مرنے والے کی صفات اور اس کی موت کی وجہ سے پیش آمدہ مصائب کی گنتی شروع ہوجاتی ہے، اور ایک راگ کے ساتھ بَین کیے جاتے ہیں۔ اس

---

[1] صحيح البخاري (3 / 131 تعليقاً) صحيح مسلم (104) صحيح سنن أبي داود (2684) صحيح سنن النسائي (1757) سنن ابن ماجه (1585)

نوحہ خوانی سے نبی ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم ابوداود اور نسائی میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ» [1]

''ہم سے بیعت لیتے وقت نبی ﷺ نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ خوانی نہیں کریں گی۔''

⑦ صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ہے:

«اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ، اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ» [2]

''لوگوں میں دو باتیں ایسی ہیں جن کا ارتکاب کفر ہے، پہلی کسی کے نسب میں طعن کرنا اور دوسری فوت شدہ پر نوحہ خوانی کرنا۔''

⑧ جو لوگ کسی کی مرگ پر جوشِ غم میں ہوش کھو دیتے ہیں اور نوحہ خوانی کے ساتھ ساتھ سر کے بالوں کو بکھیرنا اور نوچنا، رخساروں کو پیٹنا، سینہ کوبی و ماتم کرنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ وَ دَعَا بِدَعْوٰى الْجَاهِلِيَّةِ» [3]

---

1. صحيح البخاري (1306) صحيح مسلم (227/6/3) صحيح سنن أبي داود (2682) صحيح سنن النسائي (2896)
2. مختصر مسلم للمنذري (55)
3. صحيح البخاري (133/3) صحيح مسلم (103) صحيح سنن النسائي (1754) سنن ابن ماجه (1584)

''جو اپنے رخساروں کو پیٹے، کپڑے پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نوحہ خوانی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

⑨، ⑩ سنن ابو داود میں ایک صحابیہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا:

« أَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهاً وَلَا نَدْعُوَا وَيْلاً وَلَا نَشُقَّ جَيْباً وَلَا نَنْشُرَ شَعْراً »[1]

''(مصیبت میں) نہ ہم منہ نوچیں گی، نہ واویلا کریں گی، نہ کپڑے پھاڑیں گی، اور نہ بال بکھیریں گی۔''

عورتیں چونکہ مردوں کی نسبت کمزور طبع ہوتی ہیں اس لیے ان سے ایسے امور کا صدور ممکن ہونے کی بنا پر آپ ﷺ نے ان سے یہ عہد لیے، اور اگر اس کے باوجود بھی کوئی عورت ارشادِ نبوی کی نافرمانی کرے تو ایسی عورت کے بارے میں صحیح مسلم، ابن ماجہ، مسند احمد اور بیہقی میں ارشادِ نبوی ہے:

« النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ »[2]

''نوحہ خوانی کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مرگئی تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں اٹھائی جائے گی کہ آتش گیر مادے [چقماق] کی قمیص پہنے ہوگی اور اسے خارش کی ذرع پہنائی جائے گی۔''

اور مسندِ احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں:

« ثُمَّ يُعْلَى عَلَيْهَا دِرْعٌ مِنْ لَهَبِ النَّارِ »[3]

---

[1] صحيح سنن أبي داود، رقم الحديث (2685)

[2] صحيح مسلم (235/6/3) سنن ابن ماجه (1581) مسند أحمد (342/5)

[3] مسند أحمد (342/5) اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ہماری کتاب ''ماہ محرم، اسلامی سالِ نو کے آغاز پر صحیح طرزِ عمل اور تذکرہ چند بدعات کا'' یہ کتاب مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ سیالکوٹ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

''پھر اس آتش گیر مادّے کے اوپر آگ کے شعلے کی ذرع ہوگی۔''

⑪ صحیح مسلم، نسائی اور ابن ماجہ کی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«أَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَ سَلَقَ وَخَرَقَ»[1]

''میں اس سے بری و بیزار ہوں جس نے [غم والم میں] سر منڈوایا، سینہ کوبی کی اور اپنے کپڑے پھاڑے۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں غم والم میں چیخنے چلاّنے، سر منڈوانے اور کپڑے پھاڑنے والی عورت سے نبی کریم ﷺ کی براءت و بیزاری کا ذکر آیا ہے۔[2]

⑫ تا ⑮ اسی طرح ابو داود اور نسائی کی حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ عَقَدَ لِحْیَتَهٗ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَراً أَوْ اسْتَنْجٰی بِرَجِیْعِ دَابَةٍ أَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّداً بَرِیْءٌ مِنْهٗ»[3]

''جس نے اپنی داڑھی کو گرہ لگائی یا گلے میں تانت وتندی لٹکائی یا کسی جانور کے فضلے یا ہڈی سے استنجاء کیا تو محمد ﷺ اس شخص سے بَری و بیزار ہیں۔''

جبکہ سنن ترمذی میں ان چیزوں سے استنجاء نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے :

«فَاِنَّهٗ زَادُ اِخْوَانِکُمْ مِنَ الْجِنِّ»[4]

---

[1] صحيح الجامع (1460)

[2] صحيح البخاري، صحيح مسلم، سنن النسائي، سنن البيهقي، أحكام الجنائز للألباني رحمه الله (ص: 30)

[3] صحيح سنن أبي داود (27) مشكوٰة (113/1)

[4] صحيح سنن الترمذي (17)

”یہ چیزیں تمھارے جنّ بھائیوں کی خوراک ہیں۔“

⑯ بلا عذر و مجبوری اسلامی ممالک کو چھوڑ کر کافر و مشرک ممالک میں رہائش اختیار کرنے والوں سے بھی نبی اکرم ﷺ نے براءت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ سنن ابی داود، ترمذی اور الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی میں ارشادِ نبوی ہے:

«أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ»

”میں ہر اس مسلمان سے بری و بیزار ہوں جو کفار و مشرکین کے مابین رہتا ہو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَرَاءَىٰ نَارُهُمَا» [1]

”تاکہ کفار و مسلمین دونوں کی آگ ایک دوسرے کو نہ دیکھے۔“

بلکہ ابو داود میں ارشادِ نبوی ہے:

«مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَ سَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ» [2]

”جو شخص کسی مشرک کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور اسی کے ساتھ رہائش رکھے وہ بھی اس جیسا ہی ہے۔“

جبکہ مستدرک حاکم میں ہے:

«لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ، فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَلَيْسَ مِنَّا» [3]

”کفار و مشرکین کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ہی ان کے

---

1. صحيح سنن أبي داود (3 / 45، حديث: 2645) صحيح الجامع (1461)
2. سنن أبي داود، رقم الحديث (2887) صحيح الجامع، رقم الحديث (6186)
3. مستدرك حاكم (2 / 141) الصحيحة (2330)

ساتھ نشست و برخاست رکھو، جس نے ان کے ساتھ سکونت اختیار
کی یا ان کے ساتھ مل کر اکٹھا رہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

کفار و مشرکین کے مابین رہائش رکھنے والے نیز ہر مسلمان شخص کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی یہ وعیدیں ہیں، اور پھر اس کا حل بھی قرآنِ کریم اور کتبِ حدیث میں وارد ہوا اور بتایا گیا ہے کہ جیسے ہی ممکن ہو کفار و مشرکین کے درمیان سے ہجرت کر کے کہیں دوسری جگہ چلے جاؤ۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۞ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۞ فَاُولٰٓئِكَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ وَ کَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

[النساء: ٩٧ تا ٩٩]

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔ ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو معاف کر دے اور اللہ معاف

کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔''

لوگوں سے بیعت لیتے وقت نبی مکرم ﷺ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے جن امور پر بیعت لی تھی وہ نسائی، بیہقی اور مسند احمد میں وارد حدیث کی رو سے یہ تھی:

« أُبَايِعُكَ عَلَى أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَ تُقِيمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَ تُنَاصِحَ الْمُسْلِمِيْنَ وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ » [1]

''میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں: تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو گے، نماز قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرو گے اور کفار و مشرکین سے علیحدگی اختیار کرو گے۔''

نسائی و ابن ماجہ اور مستدرک کی ایک حدیث میں تو یہاں تک ارشادِ نبوی ہے:

« لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ مُشْرِكٍ أَشْرَكَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ حَتّٰى يُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ » [2]

''اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا جو مسلمان ہو کر شرک کرے، کوئی عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں داخل نہ ہو جائے۔''

ان آیات و احادیث اور دیگر دلائل و شواہد کے پیشِ نظر امامِ کعبہ شیخ محمد بن عبد اللہ بن السبیّل نے اپنے ایک طویل مقالہ میں غیر مسلم ممالک کی نیشنلٹی حاصل کرنے کو بھی نا جائز قرار دیا ہے۔ ان کا یہ تفصیلی مقالہ ماہنامہ ''صوت الامہ'' جامعہ سلفیہ بنارس میں شائع ہو چکا ہے۔

---

[1] مسند أحمد (4 / 365) سنن البيهقي [13/9] سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث (636)

[2] سنن ابن ماجه (2536) الحاكم (4 / 600) صحيح الجامع، رقم الحديث (7748) الصحيحة، رقم الحديث (369)

اللہ کی طرف سے ملعونین

قرآنِ کریم میں:

قرآنِ کریم اور کتبِ حدیث میں ایسے بکثرت امور ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ نے اظہارِ براءت و بیزاری فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض کا ارتکاب کرنے والوں پر اللہ کے لعنت فرمانے کا پتہ دیا ہے اور بعض پر خود بھی لعنت فرمائی ہے، ایسے تمام امور کا معمولی تفصیل کے ساتھ بھی تذکرہ شروع کیا جائے تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ مختصراً عرض ہے کہ قرآنِ کریم میں جن لوگوں پر لعنت کی گئی ہے وہ بالترتیب درج ذیل لوگ ہیں:

① اللہ کی روشن تعلیمات و ہدایات (حق) کو چھپانے والے۔ (البقرہ: ۵۹)

② کفّار۔ (البقرۃ: ۱۶۱، الاحزاب: ۶۴)

③ جھوٹ بولنے والے۔ (آل عمران: ۶۱ آیتِ مباہلہ)

④ مرتدین۔ (آل عمران: ۸۲، ۸۷)

⑤ اصحابِ سبت یعنی وہ یہودی جنہوں نے اپنے مبارک یومِ عبادت ہفتہ کے دن کا تقدس پامال کیا۔ (النساء: ۴۷)

⑥ وہ اہلِ کتاب جو جبت و طاغوت (بت و شیطان) کو مانتے اور کفار کو اہلِ ایمان سے زیادہ صحیح راستے والے قرار دیتے ہیں۔ (النساء: ۵۱، ۵۲)

⑦ مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے۔ (النساء: ۹۳)

⑧ عہد و پیمان کو توڑنے اور کلمات میں تحریف و تبدیلی کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جانے والے خائن و سنگدل اور تعلیم و نصیحت کو بھلا دینے والے اہلِ کتاب۔ (المائدہ: ۱۳)

⑨ بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ جو کافر ہوئے، انھوں نے نافرمانی کی، زیادتیاں کرتے اور دوسروں کو برائی سے باز نہیں کرتے تھے۔ (المائدہ: ۷۸، ۷۹)

⑩ منافق مرد و زن اور کفار۔ (التوبہ: ٦٨)

⑪ اللہ کی ذاتِ گرامی پر افترا کرنے اور جھوٹ باندھنے والے کفار و منافقین اور مشرک وغیرہ۔ (ہود: ۱۸)

⑫ اللہ سے نقضِ عہد کرنے، رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے اور زمین میں فساد و بگاڑ پھیلانے والے۔ (الرعد: ۲۵، محمد: ۲۲۔۲۳۔۲۴)

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم اور نسائی میں نبی اکرم ﷺ نے بھی سورہ محمد کی انھی تینوں آیات کے حوالے سے قطع رحمی کی مذمت فرمائی ہے۔[1]

⑬ شیطان۔ (الحجر: ۳۴، ۳۵)

⑭ لعان (بیوی پر شوہر کی طرف سے الزامِ فحاشی کے ثبوت کے لیے نصابِ شہادت مکمل نہ کرنے کی صورت میں ان دونوں کے مابین شہادت و بدعا) میں جھوٹ بولنے والے۔ (النور: ٦، ۷۔آیاتِ لعان)

⑮ پاک دامن اور بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانے والے۔ (النور: ۲۳)

⑯ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والے۔ (الاحزاب: ۵۷)

⑰ وہ منافق و مشرک مرد و زن جو اللہ کے متعلق بدظنی اور برے گمان رکھتے ہیں۔ (الفتح: ٦)

---

[1] صحيح البخاري (5987) صحيح مسلم (2554)

(نمبر 1۔10۔14 اور 17) میں مذکور کفار و منافقین اور مشرکین مرد و زن پر اللہ تعالیٰ کے لعنت فرمانے کا تذکرہ قرآنِ کریم کے علاوہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد کی بعض صحیح احادیث میں بھی آیا ہے۔[1]

(18) حالتِ کفر میں مرنے والوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے نہ تو کبھی ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔ (البقرة: ۱۶۱،۱۶۲)

(19) ایمان لانے، صداقتِ رسول ﷺ کی شہادت دینے اور واضح دلائل کے بعد کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (آل عمران: ۸۶، ۸۷)

حدیث شریف میں:

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم اور بعض دیگر کتبِ حدیث میں وارد نبی اکرم ﷺ کے بعض ارشادات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جو کہ قرآنِ کریم کے حوالے سے سابق صفحات میں ذکر کیے گئے لوگوں کے علاوہ ہیں مثلاً:

(20)، (21) اپنے آپ کو اپنے باپ یا مالک کی بجائے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنے والے پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔[2]

(22) حیوان کا مُثلہ کرنے [اس کے کان ناک وغیرہ کاٹنے] والا، اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ نبی ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (2441) صحيح الجامع الصغير (894)

[2] صحيح البخاري مع الفتح (12/42) صحيح مسلم مع النووي (9/144)

[3] صحيح الجامع (5113)

(23) تا (26) کھانے، لکھنے، کھلانے اور سود کی گواہی دینے والے دونوں شخص۔[1]

سود سے متعلقہ پانچوں لوگوں پر نبی اکرم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔[2]

(27) جسم کے کسی بھی حصے پر بیل بوٹے گودنے والے اور گدوانے والے۔

(28) بالوں میں مصنوعی بالوں کا جوڑا (وِگ) لگانے والی اور لگوانے والی۔[3]

(29) حسن بڑھانے کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور کروانے والی۔[4]

ایک اور حدیث میں بھی گودنے، گدوانے، بال نوچنے نچوانے اور دانتوں میں کشادگی کرنے اور کروانے والی پر اللہ کی لعنت کا ذکر آیا ہے۔[5]

(30) دھوکہ وفریب دینے والے یہود (وغیرہ)۔[6]

(31) جس نے اپنے والد پر لعنت کی۔

(32) غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے والے۔

(33) اہلِ بدعت کو پناہ دینے والے۔

(34) کسی کی زمین [کھیت و پلاٹ وغیرہ] پر ناجائز قبضہ کرنے والے۔[7]

---

[1] مختصر صحيح مسلم (955) سنن أبي داود، سنن الترمذي، ابن ماجه، ابن حبان، بيهقي، مسند أحمد۔ صحيح الجامع (5089۔ 5090)

[2] صحيح مسلم كتاب البيوع (1597)

[3] صحيحين، سنن أربعه و مسند أحمد، صحيح الجامع (5101)

[4] صحيح البخاري، كتاب اللباس (5595)

[5] صحيحين و سنن أربعه و مسند أحمد. مختصر صحيح مسلم، رقم الحديث (1386) و صحيح الجامع، رقم الحديث (5104)

[6] صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، سنن أبي داود، سنن البيهقي، مسند أحمد، الأحاديث المختارة للضياء، صحيح الجامع، رقم الحديث(5107)

[7] صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، مختصر صحيح مسلم، رقم الحديث (1261) سنن النسائي و مسند أحمد بحواله صحيح الجامع (5112)

35 قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے یہود ونصاریٰ وغیرہ۔[1]

36 اپنے والدین کو گالی دینے والا۔

37 اندھے کو راستے سے بھٹکانے والا۔

38 اغلام بازی ولواطت کا ارتکاب کرنے والا۔

39 جانور سے بدفعلی کرنے والا۔[2]

ایک حدیث میں اللہ کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ نے بھی لوطی، زمین کے نشانات بدلنے [ناجائز قبضہ کرنے] والے، اور غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔[3]

40 رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا۔[4]

41 چہرے کے یا ابروؤں کے بال نوچنے اکھاڑنے اور اکھڑوانے والی۔[5]

ان دونوں پر نبی ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔[6]

42 نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے والے۔[7]

---

1. صحيح البخاري، مختصر صحيح مسلم (955) سنن النسائي، مسند أحمد، صحيح الجامع (5108)
2. مستدرك حاكم، كتاب الحدود (4/395)
3. مسند أحمد، صحيح الجامع (5891)
4. سنن أبي داود، سنن الترمذي، سنن ابن ماجه، مستدرك حاكم، مسند أحمد، صحيح الجامع (5093، 5114)
5. معجم الطبراني الكبير، صحيح الجامع (5094)
6. سنن الترمذي، كتاب الأحكام (2782)
7. معجم الطبراني الكبير، شرح السنة للبغوي، صحيح الجامع (5111) الصحيحة، رقم الحديث (4320)

(43) کسی جانور کے منہ پر آگ سے داغ لگانے والے۔[1]

(44) کفن چور۔[2]

(45) معمولی چور [جو انڈہ رسی وغیرہ چرانے پر ہاتھ کٹوا بیٹھتا ہے][3]

(46) مسلمان کے عہد و امان کو توڑنے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، ان کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔[4]

(47) نوحہ و بَین کرنے [اپنے لیے تباہی و ہلاکت کی بد دعائیں] کرنے والی۔

(48) گریبان چاک کرنے [کپڑے پھاڑنے] والی۔

(49) اپنا منہ نوچنے والی۔[5]

ایک حدیث کی رو سے ان تینوں پر نبی کریم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز)۔ اور ان تینوں کے بارے میں کچھ تفصیل نمبر (۳، ۴، ۵) کے تحت ان لوگوں کے ضمن میں بھی گزر چکی ہے جن سے رسول اللہ ﷺ نے براءت و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔

(50) تا (60) شراب پینے، شراب پلانے، شراب بیچنے، خریدنے، بنانے، بنوانے، اٹھالے جانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی گئی، شراب کی قیمت

---

[1] صحيح مسلم، كتاب اللباس، سنن أبي داود، ابن حبان، طبراني، صحيح الجامع، رقم الحديث (5110)

[2] سنن الكبرىٰ للبيهقي، صحيح الجامع (5102) الصحيحة، برقم (2148)

[3] صحيح البخاري، مختصر صحيح مسلم، رقم الحديث (1045) سنن النسائي، كتاب الحدود، سنن ابن ماجه، صحيح الجامع، رقم الحديث (5097)

[4] صحيح البخاري (12/42) صحيح مسلم (8/999، حديث: 1370)

[5] سنن ابن ماجه (1/505، رقم الحديث: 5185) ابن حبان، صحيح الجامع، رقم الحديث (5092)

کھانے والے اور خود شرابِ خانہ خراب پر۔[1]

ایک حدیث کی رو سے انہی دس پر خود نبی اکرم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔[2]

(61) مردوں کا لباس پہننے والی عورت اور عورتوں کا لباس پہننے والا مرد۔[3]

(62)، (63) مردوں سے مشابہت پیدا کرنے والی عورت اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مرد۔ [زنخے][4]

وہ عورت جو مردوں کی سی چال، ڈھال، رنگ ڈھنگ اور انداز اختیار کرے۔[5]

ایک حدیث میں زنخوں پر نبی مکرم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔[6]

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان پر لعنت فرمائی ہے بلکہ انھیں گھروں سے نکال باہر کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔[7]

ایک حدیث کی رو سے نبی اکرم ﷺ نے بھی اس پر لعنت فرمائی ہے۔[8]

(64)، (65) حلالہ کرنے والا [کرائے کا سانڈ] اور حلالہ کروانے والا [سابقہ شوہر][9]

ایک حدیث کی رو سے نبی اکرم ﷺ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔[10]

---

1. سنن أبي داود، مستدرك حاكم، صحيح الجامع، رقم الحديث(5091)
2. سنن الترمذي، أبواب البيوع (1295)
3. سنن أبي داود، مستدرك حاكم، صحيح الجامع (5095)
4. صحيح البخاري، سنن أبي داود، سن الترمذي، سنن ابن ماجه، مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث (5100،5103)
5. سنن أبي داود، صحيح الجامع، رقم الحديث (5096)
6. صحيح البخاري، كتاب اللباس (5547)
7. صحيح البخاري، كتاب اللباس. (5547)
8. سنن أبي داود، كتاب اللباس (4930)
9. سنن أبي داود، سنن الترمذي، سنن النسائي، مسند أحمد، صحيح الجامع (5101)
10. سنن الترمذي، أبواب النكاح (1119)

(66) قبروں کی بکثرت زیارت کرنے والی عورتیں۔ [1]

(67) جس نے حرمِ نبوی [مدینہ منورہ] میں کسی بدعت کو ایجاد کیا۔

(68) جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ [2]

(69)، (70) جو شخص اہلِ مدینہ منورہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے دھمکائے اور ہراساں کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت وغضب ہے اور اس کی کوئی فرض و نفل نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ [3]

(71) جو شخص قصاص [حدودِ الٰہی] کے نفاذ کو روکنے کا باعث بنے یا کوئی رکاوٹ ڈالے اس پر بھی ان تینوں [اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں] کی لعنت ہے اور اس کی کوئی فرض ونفل نماز قبول نہیں کی جائے گی۔ [4]

(72) جس نے نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی کو گالی دی۔ [5]

(73) یہ تو وہ لوگ تھے جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور انھیں میں سے بعض پر نبی اکرم ﷺ نے بھی لعنت فرمائی ہے۔

---

1. سنن الترمذی، ابن ماجه، مستدرك حاكم، مسند أحمد، صحيح الجامع (5109)
2. صحيح البخاري و صحيح مسلم، بحواله اللؤلؤ و المرجان محمد فؤاد، رقم الحديث (835)
3. مسند أحمد (27/94) سنن الكبرىٰ للنسائي ابن عساكر، الطبراني الكبير و الأوسط، ابن أبي شيبة (12/180) حلية الأولياء، مجمع الزوائد (306/3/2) الصحيحة (2304)
4. صحيح سنن أبي داود (3/867) صحيح سنن النسائي (3/992) سنن ابن ماجه (2/102) صحيح الجامع، رقم الحديث (6450-6451)
5. المعجم الأوسط للطبراني كما في مجمع الزوائد (5/10/21) صحيح الجامع (4987) حسنه الألباني.

نبی ﷺ کی طرف سے ملعونین:

ایسے ہی بعض لوگوں پر صرف نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، مثلاً:

(74) اپنی بیوی کے ساتھ اس کی دبر [جائے پاخانہ] میں صحبت کرنے والا۔[1]

(75)، (76) جو بلا وجہ اللہ کے نام پر سوال کرے اور جو اللہ کے نام پر سوال کرنے والے مستحق کو بھی کچھ نہ دے۔[2]

(77) دین کو پسِ پشت ڈال کر دنیا کے پیچھے بھاگنے والا۔[3]

(78) راہ گیر و مسافر کی قیام گاہ، سائے والی جگہ اور گزر گاہ پر قضاء حاجت و پاخانہ کرنے یا کوئی بھی رکاوٹ پیدا کرنے والا۔[4]

(79) کسی جاندار کو باندھ کر نیزہ بازی کی مشق کرنے والا۔[5]

(80) تصویر بنانے والا مصور [فوٹوگرافر]۔[6]

ایک حدیث میں مصور کو سب سے سخت و زیادہ عذاب دیے جانے کی وعید آئی ہے۔[7]

فرشتوں کی طرف سے ملعونین:

بعض لوگ وہ بھی ہیں جن پر فرشتوں کے لعنت برسانے کا ذکر آیا ہے، مثلاً:

---

1. سنن أبي داود، مسند أحمد، صحيح الجامع (5889) مشكوٰة (3193)
2. طبراني الكبير، ابن عساكر، صحيح الجامع، رقم الحديث (5890)
3. سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، طبراني الأوسط، صحيح الجامع (3414)
4. صحيح مسلم، كتاب الطهارة، سنن أبي داود، سنن ابن ماجه، سنن البيهقي، حاكم و مسند أحمد، صحيح الجامع (110-112-113)
5. صحيح مسلم، كتاب اللباس.
6. صحيح البخاري، كتاب اللباس.
7. صحيح مسلم، مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث (563)

﴿81﴾ بلا عذر اپنے شوہر کی خواہش پوری نہ کرنے والی عورت پر صبح ہونے تک فرشتے لعنتیں برساتے رہتے ہیں۔[1]

﴿82﴾ کسی مسلمان کو ہتھیار سے ڈرانے، دھمکانے اور ہراساں کرنے والا۔[2]

﴿83﴾ نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔[3]

﴿84﴾ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے روکنے والے کے لیے فرشتے بددعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! روکنے والے [کے مال] کو تباہ کردے۔[4]

﴿85﴾ جس نے رمضان کو پایا مگر اپنے گناہوں کو معاف نہ کروا لیا وہ اللہ کی رحمتوں سے دور [ملعون] ہے۔

﴿86﴾ جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور پھر بھی جہنم میں داخل ہو۔ وہ بھی اللہ کی رحمتوں سے دور [ملعون] ہے۔

﴿87﴾ جس کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا ذکرِ جمیل آئے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے وہ بھی اللہ کی رحمتوں سے دور [ملعون] ہے۔[5]

---

[1] صحيح البخاري (5193) صحيح مسلم (1436) مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث (408) الطبراني الأوسط و صغير، المجمع (4/313)

[2] صحيح مسلم (4/2020، حديث: 2616-2617) سنن الترمذي، صحيح الجامع، رقم الحديث (6034)

[3] المعجم الكبير للطبراني (12/110-111، حديث: 12709) الصحيحة، رقم الحديث (2340) صحيح الجامع (6161)

[4] صحيح البخاري (1442) صحيح مسلم (1010) مسند أحمد 2/305، 5/197 بفهرس الألباني۔ ابن حبان (8/121، 124) حاكم (2/445) الصحيحة (444) صحيح الترغيب (1/456)

[5] ابن حبان (2/140) صححه الأرناؤوط، ابن حبان، طبراني كبير بحواله المجمع (5/10/162، 166)

(88) قریش اگر دینی تعلیمات سے بے اعتنائی و لا پرواہی اور روگردانی کریں تو ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔[1]

(89) ایمان لانے، صداقتِ رسول کی شہادت دینے اور واضح دلائل کے بعد کفر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (آل عمران: ۸۶، ۸۷)

(90) مسلمان کے عہد و امان کو توڑنے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے ان کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔[2]

اس موضوع سے متعلقہ عربی نصوص مطلوب ہوں تو قرآنِ کریم کی مذکورہ سابقہ آیات اور صحیح الجامع الصغیر للالبانی کی جلد دوم میں لَعَنَ اور مَلْعُوْنٌ کے الفاظ سے شروع ہونے والی احادیث دیکھی جاسکتی ہیں۔ ''لعنت اور رحمت'' کے مستحق لوگوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں محترمہ ام حمزہ کیلانی [الریاض] نے اپنی مذکورہ نام کی کتاب میں یکجا کردیا ہے۔ جبکہ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی کی کتاب ''فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے'' بھی مفید مطلب ہے۔

بیانِ سیرت اور نعت گوئی:

حبِ رسول ﷺ کے تقاضوں میں سے آٹھواں تقاضا یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ بیان کی جائے، آپ ﷺ کے جسمانی حسن اور حسنِ اخلاق و کردار کو لوگوں میں پھیلایا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی مدح و شان میں نعت گوئی و نعت خوانی حب مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا، ایک مشروع امر اور ایک سچے

[1] مسند أحمد (5/192-193) أبو يعلى، بزار و طبراني في الكبير. مجمع الزوائد (3/5/103)

[2] صحيح البخاري (12/42) صحيح مسلم (1370)

مسلمان و محبّ رسول ﷺ کا جذبہ و شوق بھی ہے جو کہ نظم و نثر کے اشعار و عبارات کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ ایک ایسا فن ہے کہ جس میں تقریباً ہر مسلمان شاعر ہی نے طبع آزمائی کی ہے جبکہ حمدِ باری تعالیٰ پر طبع آزمائی کرنے والے شعراء کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ اور اگر کسی نے کچھ حمدیہ قصائد نظم کیے بھی ہیں تو وہ نعتیہ قصائد و اشعار کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ یہی معاملہ شعر خوانوں کا ہے کہ اکثر و بیشتر نعتیہ اشعار ہی پڑھتے نظر آئیں گے اور حمدیہ اشعار آپ ان سے کم ہی سنیں گے۔ محفلِ نعت کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس میں رات رات بھر نعتیں چلتی رہتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ شروع میں ایک آدھ حمد پڑھ دی جاتی ہے۔ کمیّت و گنتی کے اعتبار سے حمدیں تھوڑی اور نعتیں زیادہ لکھنا اور پڑھنا، کیا یہ حقِ باری تعالیٰ میں کوتاہی نہیں؟

جس طرح کمیّت و گنتی کے اعتبار سے نعتِ رسول ﷺ میں افراط و غلو اور مبالغہ آمیزی کی جاتی ہے اسی طرح کیفیت و انداز میں بھی بہت ہی زیادہ غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک شاعر کا کہنا ہے:

قبر میں فرشتوں سے آپ نے یہ فرمایا
جاؤ اس کو سونے دو یہ غلام میرا ہے

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

یہ مانتا ہوں اے عقل والو! کہ میرا محمد خدا نہیں ہے
مگر یہ سچ ہے عقل والو کہ وہ خدا سے جدا نہیں ہے

جائز اور مشروع انداز سے نعت گوئی و نعت خوانی کی جائے اور بیانِ سیرت و نعت گوئی و نعت نویسی اور نعت خوانی میں مکمل احتیاط کا دامن تھام کر رکھا جائے، اور وہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ

سے بلند کرنے کے معاملے میں یہود و نصاریٰ کی روش نہ اپنائی جائے کیونکہ ایسا کرنے سے خود نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

«لَا تَطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ»[1]

''مجھے میرے اصل مقام سے اونچا نہ اٹھاؤ جس طرح کہ عیسائیوں نے مریم علیہا السلام کے بیٹے [حضرت] عیسیٰ [علیہ السلام] کو ان کے مقام سے اونچا اٹھا دیا [اللہ کا بیٹا بنادیا] تھا۔ میں تو صرف ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مان لیا تھا جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں یہ وضاحت موجود ہے چنانچہ سورۃ التوبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ [التوبة: ٣٠]

''اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے، یہ بھی انھیں کی نقل کرنے لگے ہیں، اللہ انھیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟''

صحیح ابن حبان، مسند احمد اور ''عمل الیوم واللیلۃ'' نسائی میں ہے کہ ایک

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (3445) مسند أحمد (1/23)

مرتبہ کسی صحابی نے نبی ﷺ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا:

« يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا وَ ابْنَ سَيِّدِنَا وَ خَيْرَنَا وَ ابْنَ خَيْرِنَا »

''اے محمد ﷺ! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے صاحبزادے!
اے ہم سب میں سے افضل اور سب سے افضل کے صاحبزادے!''

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ اللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللّٰهُ » [1]

''اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو، شیطان کہیں تمھیں میری محبت میں بھٹکا نہ دے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اُس مقام سے اونچا اٹھا دو جس مقام پر اللہ نے مجھے رکھا ہے۔''

مسلمان سیرت نگار و سیرت گو، نعت گو اور نعت خوان نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا بیٹا تو نہیں بناتے مگر آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اصل مقام سے بلند کر دینے کے لیے کئی دوسرے امور کا ارتکاب کرتے ہیں، مثلاً آپ ﷺ کو مقامِ الوہیت پر فائز کر دینا جیسا کہ ایک نعت گو کہہ گئے ہیں ؎

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

کبھی مولانا روم نے نبی ﷺ کی شان میں غلو کرتے ہوئے کہا:

---

[1] مسند أحمد (152/3) ابن حبان، رقم الحديث (2128 الموارد) عمل اليوم و الليلة للنسائي، رقم الحديث (248)

اول و آخر توئی، ظاہر و باطن توئی

اور پھر انھی کی رو میں علامہ اقبال بھی بہہ گئے اور کہہ گئے: ع

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

جبکہ اول و آخر اور ظاہر و باطن تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ علیا میں سے ہیں جیسا کہ سورۃ الحدید میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ﴾ [الحدید: ۳]

''وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات کے اعتبار سے سب سے) پوشیدہ ہے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔''

حرفِ کُن سے تمام امورِ کائنات کو سرانجام دینا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور کل کائنات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان نے اپنی ایک نعت میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں غلو کرتے ہوئے یہ دونوں صفات ہی نبی اکرم ﷺ کے کھاتے میں ڈال دی ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

قادرِ کُل کے نائبِ اکبر
کُن کا رنگ دکھلاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں
ان کے نام کے صدقے جس سے
جیتے ہم ہیں، جلاتے یہ ہیں

ان کا حکم جہاں میں نافذ
قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں

عام نعت گو شعراء اور نعت خوان حضرات سے قطع نظر اچھے بھلے شعرا بھی نعتیہ شاعری میں کتاب وسنت کی تعلیمات کی عدمِ پابندی و مبالغہ آمیزی پر اتر آتے ہیں اور ان شعراء و نعت خوان پر ہی بس نہیں کئی پڑھے لکھے لوگ بھی ان سے متاثر نظر آتے ہیں اور اپنی گفتگو میں ان اشعار کو استعمال کرتے ہیں، مثلاً ایک شاعر نے کہا ہے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کر وہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس شعر میں مقدس قبرِ رسول ﷺ کو عرشِ الٰہی سے بھی افضل و نازک تر قرار دے دیا گیا ہے۔ اور شانِ الٰہی میں شدید گستاخی کی انتہاء یہ ہے کہ ایک غلو پسند شاعر نے یہ تک کہہ دیا ہے ؎

کعبے کی عظمتوں کا منکر نہیں ہوں میں
مکہ کا بھی کعبہ پیارے نبی کا روضہ

حب مصطفیٰ ﷺ کے نام پر ان لوگوں نے اسلامی عقائد کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں اور کئی شاعر و نعت خوان نبی اکرم ﷺ کی بے ادبی اور اپنی بے عقلی کا مظاہرہ کرنے سے بھی باز نہیں آئے۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

یا محمد بلانا ہوگا اپنا جلوہ دکھانا ہوگا

جبکہ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر (۴) میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حجروں کے پیچھے سے یا محمد یا محمد کہہ کر پکارنے والے اکثر لوگوں کو "بے عقل" قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

اور بعض شعراء نے تو حد ہی کر دی اور یہ تک کہہ دیا ؎

اللہ کا پکڑا چھڑائے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

نبی ﷺ کی شان میں غلو پسندی و مبالغہ آمیزی پر مبنی اشعار کو جمع کرنا شروع کیا جائے تو گستاخیٔ الٰہی کا پتہ دینے والے اشعار کا ایک دیوان بن جائے۔

یہی حال بعض مقررین کا بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان کو بیان کرتے ہوئے آدابِ الٰہی کی تمام حدود ہی کو پھلانگ جاتے ہیں۔ نعت گوئی اور بیانِ سیرت کے لیے یہ تحریریں مطلوب نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ اور عظمتِ شان کو بیان کیا جائے جو قرآنِ کریم کی تعلیمات اور صحیح سند سے ثابت احادیثِ رسول ﷺ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہو۔ صحیح افکار و نظریات پر مشتمل نعتِ رسول ﷺ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی حقیقی ادائیگی کرنے والے شخص کو نبی اکرم ﷺ نے پسند فرمایا، انھیں اپنے منبرِ مقدس پر بٹھا کر نعت سنانے کا حکم فرمایا اور ان کے لیے دعائیں کیں حتیٰ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد و حمایت کی بشارت دی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا:

«اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ»[1]

”بیشک جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دفاع کرتے رہو گے اللہ تعالیٰ تمھاری مدد روح القدس [حضرت جبریل علیہ السلام] کے ذریعے کرتا رہے گا۔“

---

[1] صحیح مسلم (4/1936، حدیث: 2490)

اسی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَ اسْتَشْفٰى»

''حسان رضی اللہ عنہ نے کفار کی ہجو کی، اہلِ ایمان کے دلوں کو شفاء وسکون مہیا کیا اور [کفار ومشرکین کی دھجیاں بکھیر کر] خود بھی سکون وچین پایا۔''

جبکہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

«أُهْجُهُمْ، أَوْ قَالَ : هَاجِهِمْ وَ جِبْرِيْلُ مَعَكَ»[1]

''ان مشرکین کی ہجو کرو اور جبریل علیہ السلام تمھارے ساتھ ہیں۔''

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم، ابو داود، نسائی، اور مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَا حَسَّانُ! أَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ»[2]

''اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے [ان مشرکین کی ہجو کا] جواب دو۔ [اور ساتھ ہی یہ دعاء فرمائی:] اے اللہ! روح القدس [حضرت جبریل علیہ السلام] کے ذریعے اس کی مدد فرما۔''

یہ تھے شاعرِ رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ صحیح مسلم میں ان کے بعض اشعار بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ؎

1) هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذٰلِكَ الْجَزَاءُ

2) هَجَوْتَ مُحَمَّداً بَرّاً وَ تَقِيّاً
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

---

[1] صحیح مسلم (4/1933، حدیث: 2486) صحیح الجامع (2522)

[2] صحیح مسلم (4/1933، حدیث: 2485)

3) فَإِنَّ عِرْضَ أَبِي وَوَالِدِهِ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ [1]

"[اے کافر و مشرک!] تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجو کی اور میں نے آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف سے جواب دیا ہے اور اس پر ہمیں اللہ سے اجر و ثواب ملے گا۔ [اے کافر و مشرک!] تو نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ہجو کی جو انتہائی نیک و صالح اور متقی و پارسا ہیں اور آپ ﷺ تو اللہ کے فرستادہ و رسول ہیں اور عہد کی پاسداری و وفا شعاری آپ ﷺ کی فطرت میں داخل ہے۔ میرے باپ و دادا کی عزت اور خود میری آبرو، سب حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس کا تم سے تحفظ کرنے کے لیے قربان ہیں۔"

اور چند اشعار کے بعد فرمایا:

وَ قَالَ اللّٰهُ : قَدْ أَرْسَلْتُ عَبْداً
يَقُولُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهِ خِفَاءُ
وَ قَالَ اللّٰهُ: قَدْ يَسَّرْتُ جُنْداً
هُمُ الْأَنْصَارُ عَرْضَتُهَا اللِّقَاءُ
لَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ مُعَدٍّ
سِبَابٌ أَوْ قِتَالٌ أَوْ هِجَاءُ

"اللہ کا ارشاد ہے: میں نے ایک بندہ بھیجا ہے جو حق و سچ بات کرتا ہے جس میں کوئی خفا و پردہ اور شک و شبہ نہیں، اور اللہ کا فرمان ہے:

[1] صحیح مسلم (4/1936، رقم الحدیث: 2490)

میں نے اَنصارِ مدینہ کا ایک لشکر تیار کردیا ہے جن کا کام ہی [کفار و مشرکین سے] مقابلہ کرنا ہے، ہمیں ہر روز بنی معد سے گالی گلوچ سننا، جنگ کرنا یا ہجو سننا پڑتا ہے۔''

مزید فرمایا:

فَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَ يَمْدَحُهٗ وَ يَنْصُرُهٗ سَوَآءٌ
وَ جِبْرِيْلٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا
وَ رُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهٗ كِفَاءٌ

''تم میں سے اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی ہجو و توہین کرے تو وہ اس شخص کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کی مدح سرائی و نعت گوئی کرے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت میں لگا رہے؟ اللہ کے بھیجے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے مابین موجود ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام کا تو کوئی ہمسر و مد مقابل ہی نہیں ہے۔''

یہ ہیں صحیح معنوں میں نعت گو، مدح سرا اور حقیقی محبِ مصطفیٰ ﷺ۔ ایسی ہی غلو و مبالغہ سے پاک نعت گوئی و نعت خوانی اور سیرت نگاری و سیرت بیانی حب مصطفیٰ ﷺ کا تقاضا ہے۔ ایسے ہی صحیح و صریح امور کے ذریعے نبی ﷺ کے خلاف زبان درازی کرنے والوں اور گمراہ کن پروپیگنڈا کرنے والوں کی زبان میں لگام دی جائے، نہ یہ کہ تحفظِ ناموسِ رسالت اور دفاعِ مصطفیٰ ﷺ کے جوش میں خود بھی پٹڑی سے اتر جائیں۔ ایسے لوگوں کو نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا لیکن:

① ہمارے یہاں اللہ نبی وارث۔ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے چاہا وغیرہ کلمات کا استعمال عام ہے، جبکہ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ شِئْتَ» ''جو اللہ اور آپ ﷺ نے چاہا۔''

نبی ﷺ نے اسے ٹوک دیا اور فرمایا:

«أَجَعَلْتَنِيْ وَ اللّٰهِ عَدْلًا؟ بَلْ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ»[1]

''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنا دیا ہے؟ بلکہ صرف جو اللہ اکیلے نے چاہا وہی ہوگا۔''

② اسی طرح ہمارے کچھ لوگوں بلکہ مولویوں کے ایک ٹولے کو ضد ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نبی ﷺ کو عالم الغیب باور کروائیں، یہی کچھ نعت گو اور نعت خوان بھی کرتے رہتے ہیں حالانکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما رکھا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی نبی ﷺ سے اظہارِ حب و شوق کے لیے نظم و نثر ہر دو طرح کی نعت گوئی و مدح سرائی مروّج تھی، اور بسا اوقات نبی اکرم ﷺ ان کی بعض عبارات و اشعار کی اصلاح بھی فرما دیا کرتے تھے بلکہ افراط و غلو اور مبالغہ آمیزی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں افراط و غلو سے سراسر پاک تھیں۔ ان باتوں کی ایک دلیل وہ واقعہ ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت رُبَیِّع بنت معوّذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری شادی کے روز کی صبح کو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس دو بچیاں رزمیہ اشعار پڑھ رہی تھیں جن میں غزوۂ بدر میں شریک ہونے اور شہادت پانے والے میرے آباء و اجداد کی مدح

---

[1] مسند أحمد (1/214) السلسلة الصحيحة (1/56-57)

سرائی کر رہی تھیں، اپنے اشعار ہی میں انھوں نے یہ بھی کہہ دیا:

"وَ فِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ."

''ہمارے مابین نبی ﷺ بھی ہیں جو کہ کل کو پیش آنے والے امور کو بھی جانتے ہیں۔''

یہ سن کر نبی ﷺ نے انھیں منع کرتے ہوئے فرمایا:

«مَا هٰذَا؟ فَلَا تَقُوْلُوْهُ، مَا يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ» [1]

''یہ کیا ہے؟ یہ نہ کہو، کل کو جو کچھ ہونے والا ہے اسے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

جبکہ صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

«دَعِيْ هٰذَا، وَ قُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ» [2]

''یہ بات چھوڑ دو اور صرف وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھی۔''

دفاعِ رسول ﷺ:

نبی ﷺ سے محبت کے تقاضوں ہی میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور آپ ﷺ کی ناموس کے خلاف اٹھنے والے ہر قلم کے مقابلے میں آپ ﷺ کا بھرپور دفاع کیا جائے، یہ دفاع کرنا سننِ ربانیہ و قوانینِ الٰہیہ میں سے ہے اور سب سے پہلے یہ کام خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

---

[1] صحيح سنن ابن ماجه، رقم الحديث (1539) مسند أحمد (6/259، 260)

[2] صحيح البخاري مع الفتح (9/202)

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٥١]

''طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے اُن کو ہزیمت دی اور داود نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اُس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔ اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے پر (چڑھائی اور حملہ کرنے) سے نہ ہٹاتا تو دنیا تباہ ہوجاتی لیکن اللہ تعالیٰ اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے۔''

اسی طرح سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴾ [الحج: ٣٨]

''اللہ تو مومنوں سے اُن کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔''

نیز سورۃ الحج ہی میں فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [الحج: ٤٠]

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں

کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے بیشک اللہ توانا اور غالب ہے۔"

یہ بات فطرتِ انسانی کا حصہ ہے کہ حقیقی دوست اپنے محبوب کی مدد و نصرت کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اس کا ہر ممکن حد تک دفاع کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا دفاع کرنا تمام افرادِ امت پر واجب ہے۔

چنانچہ سورۃ الفتح میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

[الفتح: ۸، ۹]

"اور ہم نے (اے نبی!) آپ کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ تاکہ (اے مسلمانو!) تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔"

جبکہ سورۃ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ

الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾ [الأعراف: ١٥٧]

''وہ جو رسول کی، جو نبی اُمّی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔''

غزوۂ تبوک میں جو اہلِ مدینہ بعض وجوہات کی بنا پر شریکِ جہاد نہ ہوئے تو انھیں تنبیہ کرتے ہوئے سورۃ التوبۃ میں فرمایا:

﴿مَا کَانَ لِاَہۡلِ الۡمَدِیۡنَۃِ وَ مَنۡ حَوۡلَہُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ اَنۡ یَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ وَ لَا یَرۡغَبُوۡا بِاَنۡفُسِہِمۡ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ لَا یُصِیۡبُہُمۡ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخۡمَصَۃٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا یَطَـُٔوۡنَ مَوۡطِئًا یَّغِیۡظُ الۡکُفَّارَ وَ لَا یَنَالُوۡنَ مِنۡ عَدُوٍّ نَّیۡلًا اِلَّا کُتِبَ لَہُمۡ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ [التوبة: ١٢٠]

''اہلِ مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں یہ اس لیے نہیں کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا

وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا جانی دفاع ہر مسلمان پر فرض اور نبی ﷺ کا اس پر حق ہے، لہٰذا انھیں اپنے ذاتی تحفظ و دفاع سے بھی زیادہ نبی ﷺ کا تحفّظ و دفاع کرنا چاہیے۔

دفاعِ حدیثِ رسول:

دفاعِ رسول ﷺ ہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی حدیث و سنت کا بھی دفاع کیا جائے اور ان کے خلاف پیدا کیے گئے اعتراضات و اشکالات کا بھی ازالہ کیا جائے۔ ان کا علمی طریقے سے مسکت و منہ توڑ جواب دیا جائے۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک کے تمام علماء حدیث نے تو اپنی تمام تر قوتوں کو تحفّظِ حدیث و دفاعِ سنتِ رسول ﷺ پر مرکوز کر رکھا ہے۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مَسَاعِيَهُمْ.

حدیث و سنت اور سیرت الرسول ﷺ کی خدمت کے لیے بعض ادارے بھی قائم کیے گئے ہیں جن میں سے مدینہ منورہ میں اسلامک یونیورسٹی [جامعہ اسلامیہ] سے ملحقہ ادارہ ''مرکز خدمة السنه و السيرة النبوية'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اسی طرح بعض علم دوست اور اہلِ خیر نے سنت و سیرت کی خدمت سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بڑے گراں قدر انعامات بھی مقرر کر رکھے ہیں جو ہر سال اہلِ علم کی خدمت میں بڑے اعزاز کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں جن میں سے "جائزة صاحب السمو الملكي الأمير نايف بن عبد العزيز لخدمة السنة و السيرة النبوية" ایک قابلِ قدر اقدام ہے۔ فَجَزَى اللّٰهُ الْقَائِمِيْنَ عَلَيْهِمَا.

دفاعِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن:

دفاع الرسول ﷺ کے ضمن ہی میں نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کے دیگر اہلِ بیت اور اولاد و احفاد رضی اللہ عنہم کا دفاع بھی آتا ہے، اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کے تمام قرابتداروں کا بھرپور دفاع کرے اور ان ستم گروں کا منہ توڑ جواب دے جو عفت مآب خاتون ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، صادقہ و مصدّقہ اور طاہرہ و مطہرہ رضی اللہ عنہا کی عصمت پر انگلی اٹھانے سے باز نہیں رہتے، جن کی عفت و عصمت اور براءت و طہارت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے عرشِ بریں سے نازل فرمائی، چنانچہ سورۃ النور کے دوسرے رکوع کی دس آیات قیامت تک مسلمانوں کی زبان پر رہیں گی۔ ائمہ دین اور علماءِ اسلام نے بلا خوفِ لومۃ لائم امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھرپور دفاع کیا حتیٰ کہ امام دار الہجرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ جو شخص حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اسے قتل کیا جائے۔ لوگوں نے اس تفریق کی وجہ پوچھی تو موصوف نے جواب دیا کہ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی تو اس نے ان پر بہتان باندھا اور جس نے ان پر بہتان باندھا تو اس نے گویا قرآنِ کریم کی تردید کی اور اس پر ایمان نہ لایا جبکہ اللہ نے سورۃ النور میں فرمایا ہے:

﴿ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

[النور: ۱۷]

”اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔“

اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ پر ہی بس نہیں بلکہ ان کفار کے بعض حاشیہ برادر اور بقلم خود ماڈریٹ مسلمان خصوصاً روافض و شیعہ بھی انھی کی دیکھا دیکھی

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طعن و تشنیع کا ہدف ونشانہ بناتے ہیں حالانکہ ان کی براءت اور طہارت و پاکدامنی کی گواہی نہ وہ خود دے رہی ہیں نہ ان کا کوئی قریبی عزیز بلکہ ان پر لگائے گئے بہتان کی تردید خود ربِ کائنات نے قرآنِ کریم میں فرمادی ہے اور صرف اسی پر بس نہیں کیا کہ انھیں اس اِفک و بہتان سے بَری قرار دے دیں بلکہ ساتھ ہی ان کے حسنِ کردار کی سند ''طیبہ'' بھی عطا فرمائی ہے۔ (دیکھیے آیاتِ سورۃ النور)

لیکن پھر بھی کچھ لوگ اپنے خبثِ باطن کے اظہار کے لیے زبان درازی کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بدزبانی کا دفاع کرتے ہوئے سلفِ امت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تبرا کرنے والے شخص کو قتل کردیا جائے چنانچہ عباسی خلیفہ المستعین باللہ کے زمانے [۲۵۰ھ] میں طبرستان کے علوی حاکم اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل و خانوادے کے چشم و چراغ حسن بن زید (الأعلام للزرکلي: ۲/ ۱۹۱) کے پاس ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدزبانی کی تو وہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور اپنے غلام کو حکم دے دیا:

''یَا غُلَامُ! اِضْرِبْ عُنُقَهٗ.'' (اے غلام! اسے قتل کردو)

علویوں [شیعوں] نے کہا کہ یہ شخص تو ہماری ہی شیعہ جماعت کا فرد ہے، اس پر حسن بن زید نے کہا:

''مَعَاذَ اللّٰهَ! هٰذَا الرَّجُلُ طَعَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.''

''معاذ اللہ! اس آدمی نے نبی ﷺ پر طعن کیا ہے۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں ارشادِ فرمایا ہے:

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ

لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [النور: ٢٦]

''ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے یہ (پاک لوگ) ان کی باتوں سے بَری ہیں (اور) ان کے لیے بخشش اور نیک روزی ہے۔''

اگر اس آدمی کے بقول [خاکش بدہن] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خبیث ٹھہریں تو [نعوذ باللہ] نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایسی تہمت عائد ہوسکتی ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہے اسے قتل کردو۔ چنانچہ اسے قتل کردیا گیا۔[1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جس الزام سے اللہ تعالیٰ نے بَری قرار دے دیا ہے اس کو لے کر ان پر طعنہ زنی و بہتان تراشی کرنا قاضی ابو یعلی کے نزدیک کفر ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کئی ائمہ نے اس کا یہی حکم ذکر کیا ہے اور متعدد اہلِ علم ونظر نے اس بات پر اجماع ہونا بیان کیا ہے جس کی تفصیلات شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب الصارم المسلول (ص: ۵٦۵، ۵٦٦) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی دوسری ام المؤمنین زوجۂ رسول کو گالی دی یا برا بھلا کہا اس کا بھی دو میں سے صحیح ترین قول کی رو سے وہی حکم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعنہ زنی کرنے والے کا ہے کہ وہ بھی بلا اختلاف کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔[2]

اسی طرح ائمہ و علما کے کئی فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

---

[1] الصارم المسلول لابن تيمية (ص:566)

[2] الصارم المسلول (ص: 567)

کتاب ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ﷺ'' میں نقل کیے ہیں۔[1]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہنے والے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کافر اور قرآن کا منکر ہے اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے۔[2]

دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

دفاع الرسول ﷺ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی دفاع کیا جائے کیونکہ وہ نبی ﷺ کے شاگرد اور ساتھی تھے، ان کے فضائل اور مقام و مرتبہ کا تذکرہ ہم ''حب احبابِ رسول ﷺ'' کے زیرِ عنوان کر چکے ہیں لہٰذا انھیں دہرانا تحصیل حاصل ہے۔

تحفظِ ناموسِ رسالت:

حبِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں ہی میں سے ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ کیا جائے، آپ ﷺ کی عزت و آبرو کی طرف اٹھنے والی ہر آنکھ پھوڑ دی جائے، ہر انگلی توڑ دی جائے، بدزبانی و گالی گلوچ کرنے والی ہر زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور ہر سرتن سے جدا کردیا جائے۔ عزت و ناموسِ رسالت کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے چاہے اس کے لیے جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے یا اپنے اہل و عیال اور دولت و مال ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے ہمارے سلف صالحینِ امت نے بڑی روشن مثالیں قائم فرمائی ہیں۔ مثلاً:

1. سنن ابی داود اور بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

---

[1] الصارم المسلول [ص: 566]

[2] تفسیر ابن کثیر [276/3]

«إِنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَ تَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّىٰ الْمَوْتِ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ دَمَهَا»[1]

''ایک یہودی عورت نبی ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی اور آپ ﷺ کی عزت و ناموس کے درپے رہتی تھی، ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹا حتیٰ کہ وہ مرگئی، نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے خون کو باطل و رائیگاں قرار دے دیا۔''

۲ اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ ابو داود اور سنن نسائی میں ہے، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کے پاس ایک کنیز تھی جو کہ اس کے بچوں کی ماں[ام ولد] ہوگئی تھی وہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ ﷺ کی ناموس کے درپے رہتی، وہ اسے روکتے اور زجر وتوبیخ کرتے مگر وہ باز نہ آتی تھی، ایک رات اس نے نبی ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو اس صحابی نے چھوٹے سائز کی تلوار نکالی اور اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔ اور خود اس کے اوپر ٹیک لگالی اور اسے قتل کردیا۔ صبح معاملہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا اور وہ صحابی کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی اور ہتک آمیز الفاظ بولتی تھی، میں نے اسے بہت روکا ٹوکا مگر وہ باز نہیں آرہی تھی اور اس سے میرے دو بچے بھی ہیں جو کہ خوبصورت موتیوں جیسے ہیں۔ وہ خود بھی میرے لیے بڑی معاون و نرم خو تھی مگر آپ ﷺ کی توہین کرتی تھی لہٰذا میں نے اسے قتل کردیا۔ اس

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (4326) سنن البيهقي (9/200) وصححه الألباني في إرواء الغليل (5/91)

حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا اِشْهَدُوْا اِنَّ دَمَهَا هَدَرٌ»[1]

''خبردار! گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں گیا ہے۔''

یعنی اس کی کوئی قیمت نہیں، نہ اس کا قصاص ہے بلکہ اس کے جرمِ بدزبانی و توہینِ رسالت ﷺ کی وجہ سے اس کے خون کی کوئی قیمت ہی نہیں رہی۔

نصرتِ رسول:

محبانِ رسول ﷺ سے حبِّ مصطفیٰ ﷺ کا ایک بھرپور اور گیارہواں تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ ہر ممکنہ طریقہ سے نبی اکرم ﷺ کی مدد ونصرت کریں، نبی کریم ﷺ کی نصرت وہ فریضہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے صرف امتِ اسلامیہ پر ہی نہیں بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام پر بھی عائد فرمایا تھا۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں ''میثاقِ انبیاء علیہم السلام'' کا ذکر آیا ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾

[آل عمران: ۸۱]

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت و دانائی عطا کروں پھر تمھارے پاس ایک پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور

---

[1] سنن أبي داود (4361) سنن النسائي (2/171) وصححه الألباني في إرواء الغليل (5/92)

اُس کی مدد کرنی ہوگی (اور یہ عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اُس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا؟) انھوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔''

اس آیت کی تفسیر میں اگرچہ ایک دوسرا معروف قول بھی ہے مگر یہ تفسیر بھی کی گئی ہے اور اس پہلی تفسیر کا مفہوم اس تفسیر کو بھی شامل ہے۔

سورہ التوبہ میں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوکر یہاں تک فرمادیا ہے کہ اگر تم میرے رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کا محتاج نہیں بلکہ وہ خود مدد کرسکتا ہے اور اس سے پہلے بھی اس نے مدد کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة: ٤٠]

''اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تمھیں یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں دوسرے (خود رسول اللہ) تھے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمھیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور کلمہ تو اللہ ہی کا بلند ہے اور اللہ

زبردست (اور) حکمت والا ہے۔''

یہ نصرتِ الٰہی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو حاصل تھی اور تمام اہلِ ایمان کو قیامت تک حاصل رہے گی جیسا کہ سورہ المؤمن میں ارشادِ الٰہی ہے :

﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ [المؤمن: ٥١]

''ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور (تب بھی مدد کریں گے) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کو بھی)۔''

جبکہ سورہ الحشر میں نبی ﷺ کی نصرت کرنے والوں کو ''صادقین'' قرار دیا اور فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ [الحشر: ٨]

''(مالِ فئ) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ صادقین (سچے ایماندار) ہیں۔''

سورۃ الاعراف میں فوز و فلاح کے مستحق ہی ان لوگوں کو قرار دیا جو نبی ﷺ کی حمایت و نصرت کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الأعراف: ١٥٧]

''وہ جو رسول کی، جو نبی اُمی ہیں، پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں اور اُن پر سے بوجھ اور طوق جو اُن (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انھیں مدد دی اور جو نُور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔''

نصرتِ رسول ﷺ کی کئی شکلیں ہیں:

① حصولِ علم و عمل سے۔
② دعوت و تبلیغِ دین سے۔
③ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی جد و جہد سے۔
④ نبی ﷺ کی سیرت و فضائل بیان کرنے سے۔
⑤ نبی ﷺ کے خلاف کیے جانے والے گمراہ کن پروپیگنڈے کے دفاع سے۔

نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے طریقے:

غرض نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے متعدد طریقے اور مختلف شکلیں ممکن ہیں جن میں سے مختلف سطحوں پر قابلِ عمل بعض طریقے یہ ہیں۔

① انفرادی سطح پر:

① قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے ان دلائل کا علم حاصل کیا جائے جو نبی ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اقتداء و پیروی کے واجب ہونے اور آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبہ کا پتہ دیتے ہیں۔

② نبی ﷺ کے اخلاقِ عالیہ و خصالِ کریمہ کے استحضار کے ساتھ اپنے دلوں میں حب مصطفیٰ ﷺ کے نقوش ثبت کیے جائیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت کو دنیا کی ہر چیز کی محبت پر غالب کیا جائے۔ تاکہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی معیت کا حصول ممکن ہو۔

③ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی احادیث وسنن کا بھرپور ادب واحترام کیا جائے۔

④ نبی ﷺ کی سیرت پر مشتمل مستند ومعتبر کتب کا مطالعہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں اپنی زندگی کے روز وشب کا جائزہ لے کر اپنی کوتاہیوں کو دور کیا جائے۔[1]

⑤ نبی ﷺ کی سنتوں میں سے کسی بھی سنت کا مذاق نہ اڑایا جائے، اور نہ آپ ﷺ کے کسی قول وعملِ مبارک سے استہزاء وتمسخر کریں اور ہر اس شخص سے دلی نفرت کریں جو آپ ﷺ کی سنتوں کی تضحیک کرے۔

② خاندانی و معاشرتی سطح پر:

⑥ بچوں کی اس انداز سے تربیت کریں کہ وہ محبانِ رسول ﷺ بنیں، اس کے لیے اپنے گھر کی لائبریری میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل کتابوں، سی ڈیز اور رسائل کو جمع کرنا، اور ہفتہ وار یا کم از کم ماہانہ ایک درس کا اہتمام

---

[1] سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ہر زبان میں اہل علم کی بکثرت کتابیں موجود ہیں جبکہ خود راقم کی اس موضوع پر زیرِ مطالعہ کتاب کے علاوہ بھی دو کتابیں شائع ہوچکی ہیں: 1۔ آئینہ نبوت۔ 2۔ سیرۃ امام الانبیاء ﷺ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ مِنْهُ التَّوْفِيْقُ وَ الْقُبُوْلُ.

کرنا ضروری ہے جس میں سارے گھر والے شرکت کریں۔

⑦ بچوں کو نبی ﷺ سے ثابت شدہ مسنون و ماثور اذکار و دعائیں یاد کروائی جائیں اور انھیں اخلاق و اعمالِ مسنونہ کا عادی بنایا جائے۔

③ تعلیمی اداروں کی سطح پر:

⑧ تعلیمی اداروں میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ایک لازمی مضمون کا اضافہ کیا جائے اور اس موضوع پر خصوصی لیکچرز کا اہتمام کیا جائے۔

⑨ مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں سیرت چیئرز قائم کروانے کے لیے ہر ممکن کوشش اور تعاون کیا جائے۔

⑩ سیرت کے موضوع پر لکھی گئی کتب و رسائل کو عام کیا جائے اور ان کے مؤلفین کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ نئے لوگ بھی آگے بڑھیں۔ نیز پی. ایچ. ڈی کے مقالات میں سیرت نگاری کو خاص اہمیت دی جائے۔

⑪ مدارس و جامعات [سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں] میں سیرت نمائشیں لگائی جائیں اور طلبہ و عوام کو سیرت کے تمام گوشوں سے روشناس کروایا جائے۔اور لائبریریوں میں سیرت سے متعلقہ زیادہ سے زیادہ کتب کے لیے باقاعدہ ایک کارنر مخصوص کیا جائے۔

⑫ سیرت انسائیکلوپیڈیا تیار کروایا جائے اور اسے مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے عام کیا جائے۔

⑬ طلبا و طالبات میں ہر سال ملکی و عالمی سطح پر مقالہ نویسی کا ایک مقابلہ کروایا جائے جس میں سیرت النبی ﷺ کے سب سے بہترین مقالات پر قیمتی انعامات کا اعلان ہو۔

④ ائمہ مساجد، دعاۃ ومبلّغین اور طالب علموں کی سطح پر:

⑭ اپنے خطبات و دروس اور لیکچرز میں دعوت و رسالتِ مصطفیٰ ﷺ کے خصائص بیان کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

⑮ نبی ﷺ کے کفار ومشرکین اور منافقین کے ساتھ تعلقات کو بیان کریں۔

⑯ نماز کے دوران تلاوت کی گئی خصوصاً ان آیات کی چند منٹوں کے لیے تفسیر وتشریح بیان کی جائے جو کہ نبی ﷺ کی سیرت و اخلاق سے تعلق رکھنے والی ہوں۔

⑰ تحفیظ القرآن کے حلقات کے ساتھ ساتھ ہی بچوں اور نوجوانوں میں تحفیظ السنۃ و السیر ۃ کا شوق و جذبہ پیدا کرنے کے لیے مختلف قسم کے انعامات رکھے جائیں۔

⑱ جو شخص نبی ﷺ کی بے ادبی و گستاخی اور ناموسِ رسالت کی خلاف ورزی کرے، اس کے بارے میں ائمہ و علماء کے فتاویٰ کی روشنی میں اس کا حکم بیان کیا جائے اور ایسے لوگوں سے براءت و بیزاری کا اظہار کیا جائے۔

⑲ غلو و مبالغہ آمیزی کی قباحت سے لوگوں کو قرآنِ کریم اور سنتِ مطہرہ رسول ﷺ کے دلائل کی روشنی میں آگاہ کیا جائے اور اس کے لیے تمام ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور انٹرنیٹ وغیرہ کو بروئے کار لایا جائے۔

⑳ نبی کریم ﷺ کے خلاف پیدا کیے گئے اعتراضات کا رد اور اشکالات کا ازالہ کیا جائے اور اس کے لیے لوگوں کو سیرت النبی ﷺ کے اصل مصادر کے مطالعہ کی تاکید کی جائے۔

⑤ پڑھے لکھے لوگوں، مفکرین، صحافیوں اور ذرائع ابلاغ (میڈیا) کی سطح پر:

㉑ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کی امت کے خصائص کو لوگوں

میں نمایاں کریں اور صحافتی و ثقافتی مواقع پر اس سے متعلقہ مقالات و مضامین اور خطابات ولیکچرز کی نشر واشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

۲۲ مغربی و یہودی میڈیا کے پیدا کردہ ان تمام اعتراضات کا معقول علمی رد کیا جائے اور ہمارے دین و نبی اسلام ﷺ کے بارے میں ان کے اٹھائے ہوئے شبہات واشکالات کا ازالہ کیا جائے۔

۲۳ منصف مزاج غیرمسلم سکالروں کے انٹرویوز کے ذریعے نبی مکرم ﷺ کے اخلاق و کردار کی وضاحت کی جائے اور غیرمسلم لوگوں کے ان اقوال کی نشر واشاعت کا اہتمام کیا جائے جن میں انھوں نے نبی کریم ﷺ کی تعریف و مدح سرائی کی ہے۔

۲۴ مختلف فورمز اور سمپوزیمز کا انعقاد کیا جائے اور سیرت نگاری [مضامین و مقالات، کتب و رسائل] پر انعامی مقابلے کروائے جائیں۔

۲۵ اخبارات کے چیف ایڈیٹرز اور ٹی وی سیٹلائیٹ چینلز کے کار پردازوں کو یہ تجاویز پیش کی جائیں کہ وہ سیرت النبی ﷺ کے بارے میں خصوصی تحریریں اور پروگرامز پیش کرنے کا اہتمام کریں۔

۲۶ آڈیو، ویڈیو، سیڈیز اور مختلف قسم کے پروگرامز تیار کرنے والے اداروں کو اس بات کی ترغیب دلائی جائے کہ وہ خوبصورت اور جاذب و دلکش انداز سے سیرت النبی ﷺ کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

۶ دعوتی و خیراتی اداروں کی سطح پر:

۲۷ ملکی و عالمی سطح پر لگائی جانے والی نمائشوں میں خصائصِ مصطفیٰ ﷺ پر مبنی کتب اور آڈیو، ویڈیو کیسٹس وسیڈیز کی نمائش کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

۲۸ سنت و سیرتِ رسول ﷺ کی خدمت پر سالانہ ایک انتہائی معیاری و اعلیٰ

ایوارڈ دیا جائے۔

(۲۹) مختلف زبانوں میں لکھی گئی کتبِ سیرت النبی ﷺ کی طباعت اور نشر و اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور انھیں دنیا کی تمام پبلک وسکول اور کالج و یونیورسٹی لائبریریز تک پہنچایا جائے۔

(۳۰) ایک ہفت روزہ، ماہنامہ یا سہ ماہی مجلّہ نکالیں جو صرف نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کا اہتمام کرے۔

(۳۱) نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے ایک مخصوص فنڈ قائم کیا جائے جس سے کتبِ سیرت کی تالیف و ترجمہ اور انٹرنیٹ پر ویب سائٹس کھولنے والے لوگوں کا بھرپور تعاون وحوصلہ افزائی کی جائے۔

(۷) انٹرنیٹ پر کام کرنے والوں کی سطح پر:

(۳۲) دینِ اسلام کے محاسن و امتیازات اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام کو نمایاں کرنے والا ایک گروپ تیار کیا جائے۔

(۳۳) غیر مسلموں سے مذاکرات اور ڈائیلاگ کے ذریعے سیرت النبی ﷺ کو عام کیا جائے اور ان کی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور انھیں دینِ اسلام اور نبی اسلام کے بارے میں سٹڈی و مطالعہ کی دعوت دی جائے۔

(۳۴) نبی ﷺ کی سیرت وعفت سے متعلقہ ای میلز کی ترسیل پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(۸) اہلِ ثروت ومخیّر حضرات اور حکومتی سطح پر:

(۳۵) سیرت النبی ﷺ سے متعلق تمام سرگرمیوں کا بھرپور مادی و معنوی تعاون کیا جائے۔

(۳۶) انگلش اور دیگر زبانوں میں نبی ﷺ اور اسلام کے بارے میں کام کرنے والے ریڈیو، ٹی وی سٹیشنز، سیٹلائیٹ چینلز اور اخبارات کا اجرا کیا جائے۔

۳۷ مغربی میڈیا [ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات] میں معاوضے پر چند منٹ ہائر کیے جائیں جن میں اسلام اور نبی ﷺ کے بارے میں مواد پیش کیا جائے۔

۳۸ مدینہ منورہ میں مرکز خدمۃ السنہ والسیر ۃ کی طرح سیرت نگاری پر خصوصی مراکز کا قیام عمل میں لایا جائے جن میں تیار کی جانے والی کتب کا انگلش اور دیگر مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی کروایا جائے۔

۳۹ انٹرنیٹ پر سیرت سائیٹس قائم کی جائیں، محاسنِ اسلام اور اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کتب، آڈیو اور ویڈیو کیسٹس وسیڈیز کی عام نشر واشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

۴۰ دعوتی وتبلیغی اور تعلیمی مقابلوں خصوصاً سیرت نگاری و سیرت بیانی کے مقابلوں کا بھرپور مالی تعاون کیا جائے۔[1]

۴۱ ہر سطح کے تمام مسلمان نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے اور ناموسِ رسالت کے درپے ہونے والوں کے خلاف بھرپور و پر امن احتجاج کریں جو کہ تشدد و تخریب کاری اور گھیراؤ جلاؤ سے قطعاً خالی ہو۔ اسلامی حکومتیں، سرکاری و غیر سرکاری ادارے، علمی و ثقافتی اور دینی و صحافتی تنظیمیں، سربرآوردہ شخصیات اور تمام مراکزِ اسلامیہ اپنے اپنے انداز سے احتجاج کریں۔

۴۲ احتجاجی مقالات و مضامین لکھے جائیں۔ ریڈیو، ٹی وی اور سیٹلائیٹ چینلز پر احتجاجی پروگرام پیش کیے جائیں اور ان لوگوں کی بھرپور مذمت کی جائے جنھوں نے ناموسِ رسالت ﷺ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ چنانچہ سعودی عرب کی وزراء کیبنٹ نے سخت مذمت کی، سعودی مجلسِ شوریٰ نے ان کے اس ہتک آمیز رویے پر سخت احتجاج کیا تھا اور رابطۂ عالم اسلامی نے بھی ان کے

[1] ماخوذ از 100، وسیلۃ لنصرۃ المصطفیٰ از سلیمان بن حمد، طبع دار القاسم الریاض.

اس فعل کی سخت مذمت کی تھی۔

(۴۳) جو لوگ ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف کوئی بھی اقدام کریں اور ان کی حکومتیں انھیں کوئی لگام نہ دیں تو ان ملکوں سے سفارتی تعلقات منقطع یا کم از کم محدود کر دیے جائیں جیسا کہ ہتک آمیز خاکوں کی اشاعت پر سعودی عرب نے ڈنمارک سے اپنے سفیر کو واپس بلا کر ایک بہترین مثال قائم کر دی ہے۔

(۴۴) اس ملک کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے، چنانچہ اس سلسلہ میں بھی سعودی عرب تمام عالمِ اسلام سے سبقت لے گیا تھا۔ تمام دوکانیں، سٹورز اور بڑی بڑی سوپر مارکیٹیں ڈینش پروڈکٹس سے خالی ہوگئی تھیں۔ اس اقتصادی بائیکاٹ کو معروف سعودی علما میں سے شیخ عبد اللہ ناصر البراک اور کئی دیگر علما کرام نے ایک اچھا اقدام قرار دیا تھا۔ اور اس بات کو علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے کلام سے بھی بھرپور تائید حاصل ہوتی ہے جس کا ایک اقتباس تھوڑا آگے چل کر ''اقتصادی بائیکاٹ'' کے زیرِ عنوان آ رہا ہے۔

یہ حب رسول ﷺ نہیں:

سابقہ سطور میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ بیان کی جائے، لوگوں کو آپ ﷺ کے حسن و جمالِ ذات اور اعلیٰ اخلاق و صفات بتائے جائیں اور نظم و نثر میں ہر طرح اس تقاضے کو پورا کیا جائے مگر سیرت کا بیان ہو یا نعت گوئی و نعت خوانی، نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کے اصل مقام و مرتبہ سے بلند کر کے خود نبی اکرم ﷺ کے ارشاد: ((لَا تُطْرُوْنِي))[1] ''مجھے میرے مقام سے اونچا نہ اٹھاؤ۔'' کی نافرمانی نہ کی جائے جبکہ شعراء اور خصوصاً نعت خوانوں کا ایک ٹولہ اس گناہ کو

[1] صحيح البخاري (4/ 204)

ثواب سمجھ کر بڑے دھڑلے سے سرانجام دے رہا ہے جن میں سے بعض کے چند نعتیہ اشعار ہم نے آپ کی خدمت میں پیش بھی کر دیے ہیں۔

اسی طرح حب رسول ﷺ کی آڑ میں شیعہ وسنی اور خصوصاً صوفی مشرب لوگوں نے بھی خوب خوب اس حکمِ مصطفیٰ ﷺ کی نافرمانیاں کی ہیں اور غلو ومبالغہ آمیزی کی حد کردی ہے۔ جس کے اصل اسباب یہ ہیں:

1. دین کی اصل روح وتعلیم سے جہالت و ناواقفیت۔
2. خواہشات و ہوائے نفس کی پیروی۔
3. موضوع ومن گھڑت روایات پر اعتماد۔
4. ادیانِ سابقہ کے پیروکاران (یہود ونصاریٰ) سے اثر پذیری وغیرہ۔[1]

سب سے پہلے شیعہ نے نبی اکرم ﷺ کو حدِ بشریت سے خارج قرار دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقامِ الوہیت پر جا بٹھایا، کبھی انھیں ''روح الالٰہ'' قرار دیا، کبھی ''نبی'' کہا اور انھیں اور ان کی آل و اولاد کو ''معصوم'' قرار دے دیا۔

غلو ومبالغہ کا دروازہ اگرچہ شیعہ نے کھولا مگر صوفی منش اہلِ سنت بھی ان سے پیچھے نہ رہے بلکہ علامہ ابن خلدون نے وحدۃ الوجود کے باطل عقیدے کو رد کرتے ہوئے تشیّع اور تصوف کا قریبی ناطہ بیان کیا ہے اور قطب، ابدال اور نقباء کے بارے میں مشترکہ شیعہ وصوفی موقف ذکر کیا ہے۔[2]

عقیدۂ حلول [اللہ تعالیٰ کو ہر چیز میں ماننے] کو سب سے پہلے کھلے عام پیش کرنے والے شخص حسین بن منصور الحلاج نے [جس کا دادا فارسی مجوسی تھا]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: محبة النبي ﷺ بين الاتباع و الابتداع، تالیف شیخ عبدالرؤف محمد عثمان (ص: 147 تا 153)

[2] دیکھیے: مقدمة ابن خلدون (ص: 473) محبة النبي ﷺ (ص: 161، 162)

نبی کریم ﷺ کی دو صورتیں پیش کیں:

ایک نورانی ازلی قدیم، دوسری نبوی مادی مُحدَث۔ چنانچہ اس کے دعوائے الوہیّت (أَنَا الْحَقّ) کے نتیجہ میں اسے زندیق وملحد قرار دیتے ہوئے ۳۰۹ھ میں [اس وقت کے مرکز العلم والعلماء شہر] بغداد کے قاضی نے اسے ایک ہزار کوڑے لگوائے اور دونوں پاؤں کٹوائے، گردن اتروائی اور اس کے جسدِ خاکی کو آگ لگوا کر اس کی راکھ دریائے دجلہ میں بہادی تھی۔

اس حلاج نے اپنے بہت سے اشعار میں اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے حلول کر جانے اور نبی ﷺ کو آپ ﷺ کے اصل مقام سے اونچا اٹھا لے جانے کی گستاخیاں کی ہیں لیکن اہلِ بغداد ائمہ و علماء نے جس شخص کو بالاجماع دجّال و ساحر اور زندیق وملحد قرار دے کر سزائے موت دی تھی صوفی گروہ کے اکثر لوگ آج بھی اسے ولی اور اس کی موت کو موتِ شہادت مانتے ہیں!!

یہی یا اس کے قریب قریب ہی صوفیوں کے شیخِ اکبر، کبریتِ احمر اور محی الدین ابن عربی کے نظریات بھی ہیں۔[1]

یہ حبِ مصطفیٰ ﷺ نہیں بلکہ یہ تو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی اور ناموسِ رسالت کے منافی امور ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ ابن عربی صوفی تھا جبکہ امام ابن العربی ایک بہت بڑے محدّث وفقیہ تھے۔ پہلے کا نام الف لامِ تعریف سے خالی ہے جبکہ دوسرے نام سے پہلے الف لامِ تعریف موجود ہے۔

یہ کہاں کی نصرتِ مصطفیٰ ﷺ ہے؟

اسی طرح نصرتِ مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کا جو طریقہ بعض لوگ اپنا لیتے ہیں،

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: محبة الرسول ﷺ (ص: 165 تا 171)

گھیراؤ جلاؤ، توڑ پھوڑ، آتش زنی، تخریب کاری اور قتل وغارت۔ یہ کہاں کی محبت ہے؟

پرامن و بے ضرر انداز سے دنیا کو اپنے غم و کرب کا پتہ ضرور دیں، ان کی گستاخیوں کی پر زور مذمت کریں، ان ملکوں کی مصنوعات بلکہ ہر کافر ملک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں لیکن اپنے ہی بھائیوں کے گلے تو نہ کاٹیں۔ اپنے ہی ملکوں کی املاک تو تباہ نہ کریں۔اس طرح کے پرتشدد احتجاج اور مظاہروں کو کفار تشدد و انتہاء پسندی قرار دے کر مسلمانوں کو دہشت گرد کہنے لگے ہیں۔ موجودہ دور میں یہودی سازشیں اسلام اور مسلمانوں کے اردگرد ایک مضبوط جال بچھا چکی ہیں۔

احتجاج یا............:

توہینِ رسالت یا کسی بھی ایسے مسئلہ میں احتجاج کے دوران مختلف جگہوں پر جو توڑ پھوڑ والا ردعمل سامنے آتا ہے وہ نہ تو اسلامی تعلیمات سے ہی لگا کھاتا ہے اور نہ ہی اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ سے اس کی کوئی توجیہہ بنتی ہے بلکہ بعض سیاسی عوامل اور دیگر سازشوں کے نتیجہ میں بعض جگہوں پر تو احتجاج کو ایک طوفانِ بدتمیزی کی شکل دے دی جاتی ہے۔ احتجاجی جلوس روانہ ہوجائے تو پھر اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو خش و خاشاک کی طرح بہائے روندے چلا جاتا ہے۔ گورنمنٹ یا نجی بس ہو، کسی کی نئی وقیمتی کار ہو یا موٹر سائیکل، اسے آگ لگانا اور اس کی توڑ پھوڑ کرنا شرکاءِ جلوس اپنا فرض سمجھتے ہیں، بھلا ان اشیاء کے مالکان کا کیا قصور ہے؟ آج کل کے احتجاجی جلوسوں اور ہڑتالوں میں اپنا ہی کروڑوں بلکہ اربوں کا نقصان کردیا جاتا ہے اور یوں ہم اپنے نقصان کے ساتھ ساتھ کافروں کو اپنا مذاق اڑانے کا موقع بھی مہیا کردیتے ہیں۔

پرتشدد جلوسوں اور ہڑتالوں کی وجہ سے سکولوں، کالجوں، دفتروں اور کارخانوں بلکہ تمام کاروباری اداروں میں بلا وجہ چھٹی ہوجاتی ہے۔ کوئی دکاندار

حتیٰ کہ ریڑھی والا بھی کام پر نہیں نکلتا کہ کہیں توڑ پھوڑ اور زدوکوب کا شکار نہ ہو جاؤں بلکہ یہ بھی خطرہ رہتا ہے کہ کہیں جان سے ہی نہ جاؤں، ہسپتالوں سے ڈاکٹرز اور دوسرا عملہ غائب ہونے کی وجہ سے کئی مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اور پہیہ جام قسم کی ہڑتالوں میں تو کئی مریض ہسپتال پہنچنے کی بجائے اگلی دنیا میں جا پہنچتے ہیں۔ ان جانی نقصانات کے علاوہ ان ہڑتالوں کے ملکی معیشت پر جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ ماہرین اور اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے پر تشدد احتجاج و مظاہرات کہاں کی حب مصطفیٰ ﷺ ہے؟

اقتصادی مقاطعہ اور معاشی بائیکاٹ... براءت کا ایک اہم ترین تقاضا:

موجودہ حالات میں یہ حقیقت اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دور محض جذباتی نعروں اور پر تشدد مظاہروں کا نہیں بلکہ ٹھوس بنیادوں پر تحفّظِ ناموسِ رسالت اور بقاءِ اسلام کی منصوبہ بندی کا ہے۔ مغرب کی دوغلی پالیسیوں کے بارے میں مسلم حکّام و عوام کو شعور و بیداری سے کام لینا چاہیے اور اپنی ذاتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر کفار سے تجارتی و سفارتی تعلقات پر غور کرنا چاہیے، اقتصادی تعلقات و روابط پر نظر ثانی کی جائے اور ڈنمارک وغیرہ ممالک کے صرف دودھ، دہی، گوشت اور گھی ہی کا بائیکاٹ نہ ہو بلکہ اس ملک اور دیگر تمام کافر و گستاخ ملکوں کی غذائی اشیاء، دوائی مواد اور دیگر مصنوعات کا بھی بائیکاٹ ہو اور ان ممالک میں سے خاص طور پر وہ تمام ممالک ذہن میں رکھیں جن کے اخبارات نے توہین آمیز خاکوں کو شائع کیا ہے، جن میں سے ڈنمارک کے بعد ناروے، فرانس، اٹلی، نیوزی لینڈ، پرتگال، سپین، ہنگری، سویٹزرلینڈ، گرین لینڈ، بیلجیم، بلغاریہ، ارجنٹائن، آئرلینڈ، جنوبی افریقہ، چیکوسلواکیا، کینیڈا، آسٹریلیا، اسرائیل، برطانیہ اور امریکہ بھی ہیں۔

ان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ ضروری ہے۔اور ایسے بائیکاٹ کو بعض کبار علما نے ایک مستحسن قدم قرار دیا ہے جبکہ اس اقتصادی بائیکاٹ کی تائید تو سعودی عرب کے چوٹی کے علماء میں سے علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ انھوں نے یوگوسلاویہ [بوسنیا ہرزی گوینا] کے مسلمانوں کے بارے میں اپنا موقف یہ اختیار کیا تھا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کے لیے فتح و نصرت کی دعائیں کریں اور یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلم حکام کو اس بات کی ہدایت و توفیق دے کہ وہ ہر اس شخص کا بائیکاٹ کریں جو ان مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار یا اس کا مددگار ہے۔ اور اگر تمام مسلم امہ ہی نصاریٰ اور ان کے معاونین کا بائیکاٹ کردے تو یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوسکتا ہے اور نصاریٰ وغیرہ کو پتہ چل جائے گا کہ مسلمان قوم ایک بہت بڑی قوت ہے۔[1]

کفار سے محض زبانی اظہارِ بیزاری یا اظہارِ نفرت ہی کافی نہیں بلکہ ہر وہ عملی صورت اختیار کرنا واجب ہے جس سے کفار شکست سے دوچار ہوں اور ان سے مسلمانوں پر ظلم کا انتقام لیا جا سکے، سورۃ التوبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [التوبة: ١٢٠]

---

[1] ماخوذ از: اعظم انسان، منوعات نصرۃ الرسول ﷺ، الجمعیۃ الخیریۃ لتحفیظ القرآن سی ڈی۔

''اہلِ مدینہ کو اور جو ان کے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں ان کو شایاں نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں یہ اس لیے نہیں کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

ابو داود، نسائی، ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

« جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَ أَلْسِنَتِكُمْ »[1]

''مشرکین کے خلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔''

اس حدیث شریف میں مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے مالوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مال کے ساتھ جہاد کرنے کا مطلب صرف یہی نہیں کہ مجاہدین کو جہاد کے لیے اپنے مال مہیا کیے جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کفار کو اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھانے دیا جائے، ان سے معاشی مقاطعہ و بائیکاٹ کیا جائے، ان کی اقتصادیات کو خسارے سے دوچار کر کے ان کی کمر توڑی جائے، چنانچہ سنن ابی داود اور المختارہ للضیاء المقدسی میں وارد اس ارشادِ نبوی کا یہی مفہوم ہے:

« مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطَىٰ لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اِسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ »[2]

---

1. صحیح الجامع (3090)
2. صحیح الجامع (5965) الصحیحة (380)

''جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے
اپنا مال دیا اور اللہ کے لیے روک لیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''

مشرکینِ مکہ کا بائیکاٹ:

بعثتِ نبوی ﷺ کے ساتویں سال تمام مشرکینِ مکہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف معاشی مقاطعہ و بائیکاٹ کا معاہدہ کیا تو تمام مسلمان شعب ابی طالب میں محصور ہوگئے، غلہ اور سامانِ خور ونوش کی آمد بند ہوگئی، محصورین کی یہ حالت ہوگئی کہ انھیں درختوں کے پتے اور چمڑا تک کھانا پڑا، بھوک سے بلکتے اور روتے ہوئے بچوں اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی سے باہر تک سنائی دیتیں، اگر محصورین بیرونی تاجروں سے کوئی چیز خریدنا چاہتے تو مشرکینِ مکہ تاجروں سے خور ونوش کی چیزیں اتنے مہنگے داموں خریدنے کے لیے تیار ہوجاتے کہ محصورین کے لیے معمولی سی چیز خریدنا مشکل ہوجاتا۔ مشرکین کا عزم یہ تھا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنوعبد المطلب نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے نہیں کرتے اس وقت تک معاشی مقاطعہ جاری رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، مسلسل تین سال کی صعوبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین میں سے چند ایسے افراد کھڑے کردیے جن کی تحریک پر وہ ظالمانہ معاہدہ ختم کردیا گیا۔

جب ترغیب ولالچ کا یہ تیر بھی نہ چلا تو وہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس گئے اور یہ دھمکی دے دی کہ اپنے بھتیجے کو باز کرلو ورنہ ہم اسے قتل کردیں گے اورتم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ مشرکین کے اس بدلتے ہوئے تیور کو دیکھ کر ابو طالب نے آپ کو بلا بھیجا اور فہمائش کرنا چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَمَّاهُ، وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِيْ

شِمَالِیْ عَلٰی أَنْ أَتْرُکَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلَکَ فِیْهِ مَا تَرَکْتُهٗ»[1]

''چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور چاہیں کہ میں تبلیغِ اسلام چھوڑ دوں تو بھی میں نہیں چھوڑ وں گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہوجائے یا میری جان جاتی رہے۔''

اسی دوران نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی تھی:

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ: بِأَبِیْ جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ، فَکَانَ أَحَبُّهُمَا اِلَیْهِ عُمَرُ»[2]

''اے اللہ! دو آدمیوں، ابوجہل وعمر میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہو اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ پسند تھے۔''

یعنی ان کا مسلمان ہونا زیادہ محبوب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر اسلام لائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ بِالْاِسْلَامِ، لِأَنَّ الْاِسْلَامَ یُعِزُّ وَلَا یُعَزُّ»

---

[1] یہ حدیث ابن اسحاق کے طریق سے امام ابن جریر (۲/ ۶۷) نے بھی بیان کی ہے لیکن اس کی سند معضل ہے۔ نیز طبرانی کبیر اور اوسط میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے، اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۶/ ۱۵) میں لکھا ہے: رواه أبو يعلى باختصارٍ يسيرٍ من أوله، و رجال أبي يعلى رجال الصحيح. البتہ شیخ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں: فقه السيرة [ص: 115,114]

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث [3681] مسند أحمد [95/2]

''اے اللہ (عمر رضی اللہ عنہ کو) اسلام کے ساتھ عزت بخش کیونکہ اسلام عزت دیتا ہے، کوئی شخص اسلام کے لیے باعثِ عزت نہیں ہوتا۔''

اور ابو بکر تاریخی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے ارشاد «اَللّٰھُمَّ أَیِّدِ الْإِسْلَامَ» کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''معاذ اللہ!'' اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہی کی تائید ہوتی ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لے آنے سے چھپ چھپ کر نمازیں پڑھنے والے بیت اللہ میں نمازیں ادا کرنے لگے تو مشرکینِ مکہ نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا کہ نبوت کے ساتویں سال ماہِ محرم میں بنی ہاشم سے مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اور اس معاہدہ کی تحریر بابِ کعبہ پر لٹکا دی۔ نبی ﷺ اور آپ کے قبیلے کے ساتھ خرید وفروخت، لین دین، اٹھنا بیٹھنا ترک کر دیا تو بنی ہاشم ناچار شعبِ ابی طالب میں محبوس ومحصور ہوگئے۔ مشرکین نے اشیائے خوردنی بند کردیں۔ یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس تحریر کا لکھنے والا بغیض بن عامر تھا اور نبی ﷺ کی بددعا کی وجہ سے اس کا (تحریر لکھنے والا) ہاتھ شل ہوگیا تھا۔[2]

امام سہیلی رحمہ اللہ نے اس بائیکاٹ کے دوران پیش آمدہ مشکلات بھی ذکر کی ہیں کہ اشیائے خوردنی نہ ہونے کی وجہ سے پتے کھاتے اور پاخانے کی بجائے مینگنیاں کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات چلتے ہوئے کوئی تر چیز میرے پاؤں کو لگی تو میں نے بھوک کے مارے فوراً پکڑ کر نگل لی اور مجھے آج تک معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی؟ وہی فرماتے ہیں کہ ایک رات

---

[1] الروض الأنف (3/ 272)

[2] زاد المعاد (2/ 46)

میرے ہاتھ اونٹ کا کوئی سوکھا ہوا چمڑہ لگ گیا۔ میں نے اسے دھویا، آگ پر بھونا اور پانی میں بھگو کر تین دن تک کھایا۔[1]

یہ (شعبِ ابی طالب کا) سارا عرصہ بڑی مشکل کا وقت تھا، مگر بنی ہاشم کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔ اشارۂ الٰہی سے اس معاہدے کو دیمک چاٹ گئی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا۔ ادھر قریش نے خود ہی اس معاہدے کو ختم کر دیا۔ اس طرح نبوت کے دسویں سال ماہِ محرم میں ہی یہ قبیلہ شعبِ ابی طالب سے نکل آیا۔[2]

معاشی پابندیاں:

آج بھی کفار مسلمانوں سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے جب چاہتے ہیں ان پر معاشی پابندیاں عائد کر دیتے ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے کفار کا معاشی مقاطعہ نہ کیا جائے؟

۶ ہجری میں حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار اور یمامہ کے حکمران تھے، ان کا علاقہ گندم کی پیداوار کے لیے بڑا زرخیز تھا جہاں سے اہلِ مکہ گندم حاصل کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے فوراً بعد عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے، بلند آواز میں تلبیہ کہتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکینِ مکہ میں کہرام مچ گیا، تلواریں میانوں سے باہر نکل آئیں لیکن کچھ لوگوں نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور خود ہی

---

[1] الروض الأنف (3/ 354)

[2] صحيح البخاري، باب نزول النبي محمد ﷺ بمكة (1/ 216) باب تقاسم المشركين على النبي محمد ﷺ (1/ 548) زاد المعاد (1/ 299) طبقات ابن سعد (1/ 9۔ 398 اردو) الرحيق المختوم (ص: 125تا 128)

آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کر دیا اور پوچھا:

''ثمامہ تجھے کیا ہوا؟ کیا تم نے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور بے دین ہو گئے ہو؟''

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے سینہ تان کر جواب دیا:

''بے دین نہیں ہوا بلکہ تمھارے دین سے بہتر دین اختیار کیا ہے۔ ربّ کعبہ کی قسم! آئندہ سرزمینِ یمامہ سے اس وقت تک تمھارے لیے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک تم لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار نہیں کرتے۔''

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اس معاشی مقاطعہ کے بعد قریش کا عرصۂ حیات تنگ ہونے لگا، اس معاشی مقاطعہ کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور چند ہی مہینوں میں مشرکینِ مکہ نے گھٹنے ٹیک دیے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

''ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے ہماری اقتصادی امداد بند کر دی ہے، ازراہِ کرم انھیں حکم دیں کہ وہ ہماری اقتصادی امداد بحال کریں اور اشیائے خوردونوش بھیجنی شروع کر دیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی فرماتے ہوئے حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو قریشِ مکہ کی اقتصادی امداد بحال کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امداد بحال کر دی۔

غزوہ طائف ۸ھ کے موقع پر جب محاصرہ توقع سے زیادہ طویل ہو گیا تو خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انگوروں کے درخت کاٹنے کا حکم دیا جو اہلِ طائف کی معیشت کا سب سے بڑا ذریعہ تھے، جب اہلِ طائف نے انگوروں کے درخت کٹتے دیکھے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر

گزارش کی کہ درختوں کو نہ کاٹیں، آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درخت کاٹنے سے منع فرمادیا۔

غرض معاشی مقاطعہ دشمن کی قوت کوختم کرنے کا بہترین ہتھیار ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ آدھی دنیا پر حکومت کرنے والی ''سودیت یونین'' معاشی اور اقتصادی تباہی کی وجہ سے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی اور اس کی بے پناہ عسکری قوت و اسلحہ کے ڈھیر اور لاؤلشکر اسے شکست سے نہ بچا سکے اور آئندہ چند سالوں میں امریکہ بھی اپنی معاشی اور اقتصادی بربادی کی وجہ سے اسی انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ ان شاء اللہ۔

اسلام دشمن کفار سے معاشی مقاطعہ کے بارے میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ بین الاقوامی تجارت کا تعلق تو حکومتوں کے ساتھ ہے لہٰذا یہ تو حکومت کے کرنے کا کام ہے، ایک عام آدمی اگر کوئی کردار ادا کرنا چاہے تو کیا کرسکتا ہے؟

اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے کئی پہلوؤں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے:

1. اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ بعض معاملات کا تعلق واقعی بین الاقوامی معاہدات سے ہوتا ہے جن کی پابندی کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، ایسے معاملات میں عام آدمی بلا شبہ بے بس ہوتا ہے اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ بین الاقوامی معاہدات طے کرتے وقت عقیدہ ''الولاء و البراء'' کے تقاضے پورے کرے اور دوستی و دشمنی کے اسلامی معیار پر قائم رہے۔
2. دوسری بات یہ ہے کہ بیشتر بیرونی تجارت ملک کے چھوٹے بڑے سرمایہ داروں کی صوابدید پر ہوتی ہے جس میں وہ حکومتی معاہدوں کے پابند نہیں ہوتے، ایسی صورت میں سرمایہ داروں سے مل کر انھیں اسلام اور ایمان کے حوالے سے اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ مسلمانوں سے برسرِ جنگ

کافروں کے ساتھ معاشی مقاطعہ محض ایک جذباتی فیصلہ نہیں بلکہ ہمارے عقیدہ ''الولاء والبراء'' کا عین تقاضا ہے، اور کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ ہی کی ایک شکل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ عالم اسلام میں ہر سطح پر اور ہر طبقہ میں ایسے غیرت مند مسلمان تاجر موجود ہیں جو دین کی خاطر دنیاوی مفادات کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، ایسے حضرات سے رابطہ کرنے پر یقیناً مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

③ تیسری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ فرد واحد کے معاشی مقاطعہ سے کسی قسم کا فرق نہ پڑنے کا تصور سراسر شیطانی وسوسہ ہے، ہمارے خیال میں مذکورہ دونوں صورتوں کی نسبت یہ تیسری صورت سب سے زیادہ مؤثر اور قابلِ عمل ہے جس کا واضح ثبوت عرب ممالک میں سامنے آیا۔ سروے سے عرب ممالک میں علماء کرام اور مختلف اسلامی تنظیموں کی اپیل پر یہود و نصاریٰ (خصوصاً امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ) کے مالِ تجارت کا مقاطعہ کے بارے میں جو اعداد وشمار شائع ہوئے ہیں وہ بہت ہی حوصلہ افزا ہیں۔

مصر میں عوام الناس کے معاشی مقاطعہ کے نتیجہ میں مذکورہ ممالک کی بعض اشیاء کی فروخت میں ۸۰ فیصد کمی آئی ہے جس وجہ سے کمپنیوں کو اپنی بعض برانچیں تک بند کرنا پڑی ہیں۔ برطانوی کمپنی سیسبری کی منیجر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شائد مستقبل میں ہمیں مصر سے اپنا بیشتر کاروبار سمیٹنا پڑے۔ ابو ظہبی میں امریکی اشیاء کی فروخت میں ۵۰ فیصد کمی آئی ہے، سب سے زیادہ نقصان ''فاسٹ فوڈ'' مہیا کرنے والی کمپنی کو ہوا ہے جن کی فروخت صرف ۳۳ فیصد رہ گئی ہے۔ امریکہ سے سعودی عرب امپورٹ ہونے والی اشیاء میں ۳۲ فیصد کمی آئی ہے جو اب ۴۳ فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ مسقط میں کنٹا کی کمپنی کے منیجر

نے بتایا ہے کہ ان کی فروخت پہلے کی نسبت ۵۴ فیصد کم ہوگئی ہے جبکہ میکڈونلڈ کمپنی کے مینجر نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی فروخت ۶۵ فیصد کم ہوگئی ہے۔[1]

سعوی عرب میں گزشتہ دو تین سال کے دوران میکڈونلڈ کمپنی کی اشیاء فروخت میں ۶۰ سے ۷۰ فیصد تک کمی آئی ہے۔

مذکورہ اعداد و شمار سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عوام کے اندر کسی بات کا ٹھیک ٹھیک شعور پیدا کر دیا جائے تو حیرت انگیز نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ کی یہ بات غلط نہیں ہے۔

ہر فرد ہے ملّت کے مقدّر کا ستارہ

④ اسلام دشمن کفار کے ساتھ معاشی مقاطعہ کی اہمیت کا ایک اور پہلو سے جائزہ لینا بھی ضروری ہے، اور وہ یوں کہ سنن ترمذی میں نبی ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

«لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی يُسْئَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيمَ أَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِيمَ أَبْلَاهُ وَ عَنْ عِلْمِهٖ مَا فَعَلَ بِهٖ وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَ فِيمَ أَنْفَقَهُ وَ عَنْ جِسْمِهٖ فِيمَ أَبْلَاهُ»[2]

''قیامت کے روز انسان کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹنے دیے جائیں گے جب تک چار باتوں کا جواب نہ دے لے: عمر کس کام میں گزاری؟ جوانی کا عرصہ کس شغل میں بسر کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں پر خرچ کیا؟ اپنے علم کے مطابق عمل کہاں تک کیا؟''

اسلام میں مال کا تصور یہ ہے کہ تمام اموال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور

---

[1] دار المقاطعة الاقتصادية في انهيار الدولة الصليبية (ص: 3)

[2] صحيح الجامع (7300) الصحيحة (946)

بندوں کو وہ امانت کے طور پر دیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے خرچ کریں۔ سورۃ النور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور: ٣٣]

”اور جن کو بیاہ کا مقدور نہ ہو وہ پاکدامنی کو اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی پاؤ تو ان سے مکاتبت کرلو اور اللہ نے جو مال تمھیں بخشا ہے اس میں سے ان کو بھی دو اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اس لیے قیامت کے روز ایک ایک پائی کے بارے میں ہر ایک سے فرداً فرداً سوال کیا جائے گا کہ اس نے پیسے کہاں خرچ کیے؟ پس اگر ہم ایک روپیہ بھی اسلام دشمن کفار کی مصنوعات خریدنے پر خرچ کرتے ہیں تو قیامت کے روز اس کا بھی ہمیں جواب دینا پڑے گا۔ جو لوگ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ آخرت کی اس جواب دہی کو نظر انداز کیسے کر سکتے ہیں؟

اقتصادی و معاشی مقاطعہ کے حوالے سے یہ چند امور پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہیں:

1. حرام اشیاء نیز حرام اشیاء کی آمیزش والی تمام اشیاء کی نہ صرف خریداری حرام ہے بلکہ ان کی فروخت بھی حرام ہے، خواہ اسے تیار کرنے والی کمپنی اسلام دشمن کفار کی ہو یا بے ضرر کفار کی یا کسی نام نہاد مسلمان کی۔
2. اسلام دشمن کفار کی وہ مصنوعات جو بذاتِ خود حلال اور طیب ہیں مثلاً فاسٹ فوڈ وغیرہ اور ان کی متبادل مسلمان کمپنیوں کی اشیاء مارکیٹ میں دستیاب ہیں، ان کا معاشی مقاطعہ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔
3. غیر مسلم کمپنیوں کی ایسے مصنوعات جو بذاتِ خود حلال وطیب ہوں لیکن ان کی جگہ مسلم کمپنیوں کی تیارہ کردہ متبادل مصنوعات موجود نہ ہوں ایسی اشیاء اسلام دشمن کفار کے بجائے بے ضرر کفار کی کمپنیوں سے مجبوری اور کراہت کے ساتھ خریدنے میں ان شآء اللہ حرج نہیں ہوگا۔ واللہ اَعلم بالصواب.
4. ایسی مصنوعات جن کا حلال وحرام سے تعلق نہیں مثلاً سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی وغیرہ ایسی مصنوعات میں بھی اسلام دشمن کفار کے بجائے بے ضرر کفار سے لین دین کرنے کی رخصت ہے، اگرچہ مطلوب یہ ہے کہ ان چیزوں میں بھی مسلمان خود کفیل ہوں۔
5. معاشی مقاطعہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس بات کی فکر بھی کرنی چاہیے کہ کفار کی جن مصنوعات کا متبادل نہیں ان کا متبادل تیار کیا جائے تاکہ مسلمان عوام کی دولت مسلمان تاجروں کے ہاتھوں میں ہی رہے۔ اس نیت سے مصنوعات کی تیاری بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر وثواب کا باعث ہوگی۔[1] ان شاء اللہ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: ''دوستی اور دشمنی'' تالیف مولانا محمد اقبال کیلانی (ص: 59 تا 64)

اہلِ عظمت انبیاء علیہم السلام اور اہلِ ایمان کا اخلاق و کردار:

کسی کی توہین و استہزاء کرنا اور اس کا تمسخر و مذاق اڑانا کبھی بھی اہلِ عقل و دانش لوگوں کا اخلاق و کردار نہیں رہا بلکہ یہ ہمیشہ سے جاہل و گنوار اور بد بخت لوگوں کے کرتوتوں ہی کا حصہ رہا ہے۔ اہلِ عقل و دانش ہمیشہ اس سے بالا رہے ہیں خصوصاً انبیاءِ کرام علیہم السلام نے تو اپنی طرف سے اس کی نفی کی ہے۔

چنانچہ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں یوں واضح فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾ [البقرة: ٦٧]

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ وہ بولے کہ کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو؟ (موسیٰ نے) کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہل و نادان بنوں۔''

یہ صرف انبیاء علیہم السلام تک ہی نہیں بلکہ اہلِ ایمان بھی اس مذموم حرکت سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی جو صفات ذکر فرمائی ہیں ان میں یہ شامل نہیں ہیں بلکہ اس کے برعکس مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیْسَ بِاللَّعَّانِ وَ لَا الطَّعَّانِ وَ لَا الْفَاحِشِ وَ لَا الْبَذِيءِ»[1]

''بیشک مؤمن نہ تو لعنت و ملامت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی طعن و تشنیع کرتا ہے، نہ فحش گو اور نہ ہی سوقیانہ زبان والا۔''

[1] مسند أحمد (103/1)

اس حدیث کی تصدیق صحیح مسلم، الادب المفرد امام بخاری اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

« لَا يَنبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّاناً »[1]

''کسی صدیق [مؤمن صادق] کے لیے روا نہیں کہ وہ جا بجا لعنت و ملامت کرنے والا ہو۔''

جبکہ سنن ترمذی، الادب المفرد امام بخاری اور السنۃ لابن ابی عاصم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَّاناً »[2]

''کوئی مؤمن جا بے جا و بکثرت لعن و ملامت کرنے والا نہیں ہوتا۔''

صحیح مسلم، الادب المفرد امام بخاری، ابو داود، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں اس فعل کی مذمت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَآءَ وَ لَا شُهَدَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »[3]

''بکثرت لعنت ملامت کرنے والے قیامت کے دن نہ کسی کی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی وہ شہداء بن سکیں گے۔''

امام نووی نے لفظ ''شہداء'' کی شرح میں لکھا ہے کہ اس میں تین اقوال ہیں:

① وہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے لیے ان کے اپنی امتوں کو پیغامِ الٰہی پہنچانے کے گواہ نہ بن سکیں گے۔

---

1. صحيح مسلم، رقم الحديث (2597) الأدب المفرد، برقم (309، 317)
2. السنة (1014 بتحقيق الألباني، مشكوة (4848) صحيح الجامع (7774)
3. صحيح مسلم، رقم الحديث (2598) الأدب المفرد، رقم الحديث (316) مستدرك حاكم (1/48)

② وہ اپنے فسق کی وجہ سے دنیا میں اس لائق نہیں رہیں گے کہ کسی معاملہ میں ان کی شہادت و گواہی قبول کی جا سکے۔

③ وہ دنیا میں شہادت فی سبیل اللہ کی موت سے سرفراز نہیں ہوسکیں گے۔[1]

جب یہ لعن طعن اور مذاق و استہزاء انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اہلِ ایمان و صدیقین کی صفت نہیں ہوسکتا تو ہمارے نبی تو اس سے بالاولیٰ بری ہیں کیونکہ آپ ﷺ تو امام الانبیاء و الرسل علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور الادب المفرد امام بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے مسلسل درپے آزار مشرکینِ مکہ کے خلاف بد دعا فرمائیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« اِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً »[2]

''میں لعنت ملامت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو مجسمِ رحمت و پیکرِ شفقت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔''

جبکہ معجم طبرانی کبیر میں حضرت کریز بن اسامۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث صرف ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

« اِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً »[3]

''مجھے لعنت ملامت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔''

اہلِ شقاوت کا شیوہ:

اہلِ عظمت و اہلِ حق لوگوں کے ساتھ استہزاء و مذاق شروع سے لے کر

---

1. شرح مسلم للنووي (16/149)
2. صحيح مسلم، رقم الحديث (2599)
3. صحيح الجامع (2501)

آج تک صرف شقی و بدبخت لوگوں ہی کا شیوہ رہا ہے، وہ زبان سے کسی کا مذاق اڑائیں یا قلم سے تمسخر کریں یا چاہے اپنے افعال و کرتوتوں سے کسی کی تضحیک کریں ہر کام کا صدور صرف اہلِ شقاوت ہی سے ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہود و نصاریٰ کی شرارتوں اور کرتوتوں میں سے یہ بات بھی ذکر فرمائی ہے کہ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کو بھی معاف نہیں کیا تھا۔ انھوں نے تو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بارے میں بھی ہرزہ سرائیاں کیں اور اپنے کرتوتوں کی شامت میں پکڑے گئے۔ چنانچہ سورۃ المائدۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ [المائدة: ٦٤]

"اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ (گردن سے) بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ایسا کہنے کے سبب ان پر لعنت ہو۔ (اس کا ہاتھ بندھا ہوا نہیں) بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح (اور جتنا) چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور (اے نبی!) یہ (کتاب) جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی اس سے اُن میں سے اکثر کی شرارت و انکار اور بڑھے گا۔ اور ہم نے اُن میں عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال

دیا ہے یہ جب لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو بجھا دیتا ہے اور یہ ملک میں فساد کے لیے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

سورۃ التوبہ میں منافقین کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ [التوبة: ٦٤ تا ٦٦]

''منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے۔ کہہ دیں کہ ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔ اور اگر آپ ان سے (اس بارے میں) دریافت کریں تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے، کہیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔''



انبیاءِ کرام علیہم السلام سے استہزاء اور مذاق کا انجامِ بد

گزشتہ سطور میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ کسی کی توہین و استہزاء کرنا اور اس کا تمسخر و مذاق اڑانا کبھی بھی اہلِ عقل و دانش کا اخلاق و کردار نہیں رہا، وہ ہمیشہ اس سے بالاتر رہے ہیں۔ اس کے برعکس اہلِ عظمت واہلِ حق کے ساتھ استہزاء و مذاق کرنا اور انھیں برا بھلا کہنا صرف شقی و بد بخت لوگوں ہی کا شیوہ چلا آرہا ہے، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بارے میں بھی ہرزہ سرائیاں کی ہیں، اور جہاں تک اللہ کے برگزیدہ بندوں اور اہلِ عظمت انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ ہے تو ہر نبی کو برا بھلا کہا گیا، ان کا مذاق اڑایا گیا اور انھیں جادوگر و مجنون اور شاعر وغیرہ کہا گیا۔ چنانچہ سورۃ الذاریات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ [الذاريات: ٥٢]

''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔''

سورۃ الانبیاء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا

بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ [الأنبياء: ٥]

''بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ (یہ قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ یہ (شعر ہے جو اس) شاعر (کا نتیجۂ طبع) ہے تو جیسے پہلے (پیغمبر نشانیاں دے کر) بھیجے گئے تھے (اُسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔''

اور اسی سورت میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

[الأنبياء: ١٠]

''ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے؟''

تاہم اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑانے والوں کو پکڑا اور قرار واقعی سزا دے کر انھیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ چنانچہ اسی سورت میں آگے چل کر ارشاد فرمایا:

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الأنبياء: ٤١]

''اور آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کے ساتھ مذاق ہوتا رہا ہے، تو جو لوگ ان میں سے تمسخر کیا کرتے تھے ان کو اسی (عذاب) نے، جس کی ہنسی اڑاتے تھے، آ گھیرا۔''

اور سورۃ الرعد میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ [الرعد: ٣٢]

''اور آپ سے پہلے بھی رسولوں کیساتھ مذاق ہوتے رہے ہیں تو ہم نے کافروں کو مہلت دی پھر پکڑ لیا سو (دیکھ لیں کہ) ہمارا عذاب کیسا تھا؟''

جبکہ سورۃ العنکبوت میں ان میں سے بعض کی سزاؤں اور عذابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ [العنكبوت: ٤٠]

''ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''

سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح علیہ السلام میں غرق کیے جانے والے لوگوں کے کرتوت اور عذاب کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

﴿ وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ﴾

[هود: ٣٨]

''تو انھوں [نوح] نے کشتی بنانی شروع کر دی اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے، وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے تمسخر کرتے

ہواسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے۔''

فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عذاب نازل فرمائے، ان کا تذکرہ سورۃ الاعراف میں یوں آیا ہے:

﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾

[الأعراف: ۱۳۳]

''تو ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے، اور وہ لوگ تھے ہی مجرم وگنہگار۔''

قومِ عاد نے اللہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کی اور ان کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہوائی طوفان (آندھی) سے تباہ کردیا۔ چنانچہ سورۃ الحاقۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۞ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ [الحاقة: ٦، ٧]

''رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے آندھی کو سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار ان پر چلائے رکھا تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) گرے (اور مرے) پڑے دیکھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔''

جبکہ اسی قوم کے بارے میں سورۃ الاحقاف میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا

وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الأحقاف: ٢٦]

''اور ہم نے ان کو ایسے مقدور دیے تھے جو تم لوگوں کو نہیں دیے اور انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے تو جبکہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے تو نہ ان کے کان ہی ان کے کچھ کام آتے تھے اور نہ آنکھیں اور نہ دل اور جس چیز سے استہزاء کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔''

حضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کا مذاق اڑانے والے قومِ ثمود کے بدبخت شخص ''قدار بن سالف'' کے بارے میں تیسویں پارے کی سورۃ الشمس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۞ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۞ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْیٰهَا ۞ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۞ وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا﴾

[الشمس: ١١ تا ١٥]

''(قومِ) ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر کو) جھٹلایا۔ جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا۔ تو اللہ کے پیغمبر (صالح) نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے حذر و احتیاط کرو۔ مگر انھوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کھونچیں کاٹ دیں تو اللہ نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔ اور اُس کو ان کے بدلہ لینے (تباہ کن

انجام) کا کچھ بھی ڈر نہیں۔''

اسی طرح سورۃ ہود میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَ لَىٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۝ وَ لَىٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّیَقُوْلُنَّ مَا یَحْبِسُهٗ اَلَا یَوْمَ یَاْتِیْهِمْ لَیْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [هود: ۷، ۸]

''اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا ہے (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا (تمھارے پیدا کرنے سے) مقصود یہ ہے کہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور اگر تم کہو کہ تم لوگ مرنے کے بعد (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور اگر ایک مدتِ معیّنہ تک ہم ان سے عذاب روک دیں تو کہیں گے کہ کونسی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے؟ دیکھو جس روز وہ ان پر واقع ہوگا (پھر) ٹلنے کا نہیں اور جس چیز کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔''

سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے اپنے رسول سے استہزاء کرنے کا پتہ دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا ہے:

﴿وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ۝ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ

مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الحجر: ١٠، ١١]

''اور ہم نے آپ سے پہلے لوگوں میں بھی پیغمبر بھیجے تھے۔ اور اُن کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا تھا مگر وہ اُس کیساتھ مذاق کرتے تھے۔''

سورۃ النحل میں ہے کہ جب رسول اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ کا عذاب آجائے گا، اس پر وہ استہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ دو کہ وہ عذاب بھیج کر ہمیں تباہ کردے، چنانچہ اس عذاب نے انھیں گھیر لیا۔ اسی بات کا پتہ دیتے ہوئے سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُواوَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [النحل: ٣٤]

''اُن کو اُن کے اعمال کے بُرے بدلے ملے اور جس چیز کے ساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے اُس نے اُن کو (ہر طرف سے) گھیر لیا۔''

سورۃ الشعراء میں بھی ایسے ہی لوگوں کا انجام ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۞ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الشعراء: ٥، ٦]

''اور ان کے پاس (اللہ) الرحمٰن کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ سو یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اُس چیز کی حقیقت معلوم ہوگی جس کی ہنسی اڑاتے تھے۔''

سورۃ الروم میں فرمایا:

﴿ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ

اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ﴾ [الروم: ١٠]

''جن لوگوں نے بُرائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا اس لیے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے تھے۔''

سورۃ یٰسین میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ [یس: ٣٠ تا ٣٢]

''بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جو پیغمبر آتا ہے اس سے تمسخر کرتے ہیں۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔''

سورۃ الزمر میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الزمر: ٤٧، ٤٨]

''اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب (مال ومتاع) ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور ہو تو قیامت کے روز بُرے عذاب (سے خلاصی پانے) کے بدلے میں دیدیں اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا۔ اور ان کے

اعمال کی بُرائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔"

اسی طرح اپنے مزعومات و توہّمات اور اباطیل و شبہات پر اِترانے والوں اور اللہ کی نشانیوں کا مذاق اڑانے والوں کے انجام کے بارے میں سورۃ المؤمن [غافر] میں فرمایا:

﴿ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [المؤمن: ۸۳]

"اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر اِترانے لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا۔"

اللہ کے وعدے، اس کی آیات اور قیامت کا مذاق اڑانے والوں کے کرتوتوں اور ان کے عذاب کے بارے میں سورۃ الجاثیہ میں فرمایا:

﴿ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [الجاثية: ۹]

"اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔"

اور آگے چل کر اسی سورت میں فرمایا:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ

لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

[الجاثیة: ۳۲ تا ۳۵]

''اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا۔ اور ان کے اعمال کی بُرائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔ اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم تمھیں بھلا دیں گے اور تمھارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمھارا مددگار نہیں۔ یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج یہ لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔''

استہزاء اور مذاق اللہ کی آیات سے ہو یا اس کے انبیاء و رسل علیہم السلام سے، بہر صورت نہایت مکروہ و ممنوع اور مذموم فعل ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِکُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِکُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ

وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ۲۳۱]

”اور جب تم عورتوں کو (دو دفعہ) طلاق دے چکو اور اُن کی عدّت پوری ہو جائے تو انھیں یا تو حسنِ سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بطریقِ شائستہ رخصت کر دو اور اس نیت سے اُن کو نکاح میں نہیں رہنے دینا چاہیے کہ تم اُنھیں تکلیف دو اور اُن پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ اور اللہ نے تمھیں جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے اُن کو یاد کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔“

سورۃ المائدۃ میں اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے بعض کرتوتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ [المائدة: ۵۷، ۵۸]

”اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں اُن کو اور کافروں کو جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جب تم لوگ

نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اُسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں یہ
اس لیے کہ سمجھ نہیں رکھتے۔''

سورۃ الکہف میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کی بعثت کے بعض مقاصد کا تذکرہ کرنے کے بعد کفر کے رویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا﴾ [الكهف: ٥٦]

''اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ (لوگوں کو اللہ کی نعمتوں کی) خوشخبریاں سنائیں اور (عذاب سے) ڈرائیں اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس سے حق کو پھسلا دیں اور انھوں نے ہماری آیتوں کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے ہنسی بنا لیا۔''

آگے چل کر اسی سورۃ الکہف میں ان کے کفر و استہزاء کا انجام ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا﴾ [الكهف: ١٠٦]

''یہ ان کی سزا ہے (یعنی) جہنم، اس لیے کہ انھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی۔''

سورۃ الفرقان میں ان کے اس استہزاء و تمسخر کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان: ٤١]

''اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟''

نبی کریم ﷺ کے استہزاء و ایذاء رسانی کی شکلیں:

نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایذاء رسانی اور استہزاء و مذاق اڑانے کے لیے اہلِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو مختلف ناموں سے برا بھلا کہا:

1. آپ ﷺ کو ''شاعر'' کہا گیا۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ٥]

''بلکہ (ظالم) کہنے لگے کہ (یہ قرآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ یہ (شعر ہے جو اس) شاعر (کا نتیجۂ طبع) ہے تو جیسے پہلے (پیغمبر نشانیاں دے کر) بھیجے گئے تھے (اُسی طرح) یہ بھی ہمارے پاس کوئی نشانی لائے۔''

سورۃ الطّور میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴾ [الطور: ٣٠]

''کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے (اور) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں؟''

۲ آپ ﷺ کو ''کاہن'' کہا گیا۔ چنانچہ سورۃ الطّور میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾
[الطور: ۲۹]

''تو (اے پیغمبر!) آپ نصیحت کرتے رہیں، آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔''

۳ آپ ﷺ کو ''ساحر'' [جادوگر] کہا گیا جیسا کہ سورۃ الانعام میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ [الأنعام: ۷]

''اور اگر ہم آپ پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے اور یہ اُسے اپنے ہاتھوں سے بھی ٹٹول لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو (صاف اور) صریح جادو ہے۔''

سورۃ الانبیاء میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ [الأنبياء: ۳]

''اُن کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالم لوگ (آپس میں) چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں کہ یہ (شخص کچھ بھی) نہیں مگر تمھارے جیسا آدمی ہے تو تم آنکھوں دیکھتے جادو (کی لپیٹ) میں کیوں آتے ہو؟''

۴ آپ ﷺ کو ''مجنون'' [پاگل و دیوانہ] کہا گیا جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾

[الصّافّات: ٣٦]

''اور کہتے ہیں کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟''

نیز سورۃ الطّور میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴾

[الطور: ٢٩]

''تو (اے پیغمبر!) آپ نصیحت کرتے رہیں، آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔''

⑤ آپ کو ''اُذُن'' [کان کا کچا] کہا گیا۔ چنانچہ سورۃ التوبۃ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

[التوبة: ٦١]

''اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان [کا کچا] ہے (ان سے) کہہ دیں کہ (وہ) کان (کے کچے ہیں تو) تمھاری بھلائی کے لیے، وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذابِ الیم تیار ہے۔''

6 آپ ﷺ کو ''مسحور'' [سحر زدہ، جادو کیا گیا] وغیرہ کے ناموں سے گالی دی گئی جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾

[الإسراء: ٤٧]

''یہ لوگ جب آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے یہ سنتے ہیں ہم اُسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی) جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔''

7، 8 اسی طرح ہی آپ ﷺ کو مذمّم [مذمت کیا گیا] اور صابی [بے دین] کہا گیا۔

آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سادہ وگنوار، رذیل وکمینے اور کم فہم وغیرہ قرار دیا اور اہلِ مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اذیت پہنچانے کے لیے کئی ہتھکنڈے اختیار کیے، اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانے اور استہزاء کرنے کے لیے باقاعدہ کمیٹیاں تشکیل دیں۔ انھی میں سے ایک کمیٹی کا سربراہ ابولہب تھا اور اس کے 25 ممبران تھے جو کہ قبائلِ مکہ کے سرداران میں سے تھے۔

سیرت ابن ہشام کے مطابق اس کمیٹی کو مسئلہ یہ درپیش آیا کہ مکہ کے ایک سردار ولید بن مغیرہ کے پاس مشرکینِ مکہ میں سے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور اس نے ان سے کہا کہ حج کا موسم آرہا ہے اور عرب وفود مکہ مکرمہ آئیں گے، انھوں نے تمھارے ساتھی [نبی مکرم ﷺ] کا اعلانِ نبوت سن رکھا ہے لہٰذا کسی ایک رائے پر متفق ہوجائیں کہ لوگوں کو کیا کہنا ہے تاکہ الگ الگ باتیں کرکے

ہم سب ایک دوسرے کی تکذیب ہی نہ کرتے رہیں۔ ان سب نے کہا کہ اے ابو عبد شمس! آپ اپنی رائے پیش کریں؟ اس نے کہا: نہیں، تم سب اپنی اپنی رائے پیش کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہم آنے والے لوگوں سے کہیں گے:

① یہ شخص کاہن [غیب کی باتیں بتانے والا] ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ شخص کاہن ہرگز نہیں، کیونکہ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور ان کی بڑبڑاہٹ سنی ہے۔ ہمیں ایسی کوئی بات نہیں کہنی چاہیے کہ قبائلِ عرب ہمارے بارے میں بدظنی میں مبتلا ہو جائیں۔

② انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو باور کرائیں گے کہ یہ آدمی مجنون یا پاگل و دیوانہ ہے۔ ولید نے کہا: یہ شخص مجنون بھی نہیں ہے کیونکہ ہم نے کئی مجنون دیکھے ہیں اس میں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

③ انھوں نے تجویز پیش کی کہ اسے شاعر قرار دیں گے۔ اس نے اسے بھی رد کردیا اور کہنے لگا کہ وہ شاعر بھی نہیں کیونکہ ہم شعر کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس میں شاعروں والی بھی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

④ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اسے ساحر کہیں گے، اس نے اس کا بھی انکار کردیا اور کہا کہ وہ ساحر بھی نہیں کیونکہ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے۔ اس میں ان جیسا جادو ٹونا، پھونکا پھانکی اور گرہیں لگانا ہرگز نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس میں جادوگروں جیسی گندی عادتیں اور نحوست بردوش احوال و امور پائے جاتے ہیں۔

⑤ اب ان لوگوں نے کہا کہ اے ابو عبد شمس! اگر یہ سب نہیں تو پھر ہم حج پر آنے والے وفود و قبائلِ عرب سے کیا کہہ کر انھیں اس شخص سے متنفر کریں؟

اس نے کہا کہ وہ بڑا چرب زبان و شیریں بیان ہے، اس کا خاندان عالی قدر اور نسل عالی مقام ہے۔ تم نے ان باتوں میں سے جو بھی کہی لوگ اسے

باطل قرار دے دیں گے۔ ہاں البتہ اب صرف زیادہ بہتر کی بات ہے تو وہ صرف یہ کہ اسے ساحر کہیں اور لوگوں کو بتائیں کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ جن میں سحر کا سا اثر ہے۔ انھی کی بنا پر وہ باپ بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی اور فرد و قبیلے کے مابین تفریق ڈال دیتا ہے۔

پھر جب موسمِ حج آیا تو ان کے لوگ مکہ مکرمہ کے تمام راستوں پر بیٹھ گئے اور ہر آنے والے کو یہ باتیں کرکے بہکانے لگے۔

اس ولید بن مغیرہ کے معاملے میں سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے سخت وعید و تہدید کے انداز میں ارشاد فرمایا:

﴿ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴾ [المدثر: ۱۱ تا ۱۶][1]

"ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا۔ اور مالِ کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیے۔ اور ہر طرح کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔"

اس طرح ولید بن مغیرہ کے گھر سے وہ لوگ اس بات پر اتفاق کرکے اٹھے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو تنگ کریں گے، آپ ﷺ کا تمسخر اڑائیں گے، ناموسِ رسالت کا استخفاف و توہین کریں گے، استہزاء و اذیت پہنچائیں گے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو بھی شدید ترین اذیتوں سے دوچار کریں گے۔

---

[1] سيرة ابن هشام (1/243) الشفاء للقاضي عياض (ص:129) رحمة للعالمين (۱/۵۳ عربی)

معروف سیرت نگار ابن اسحاق کے بقول ولید کے ان ساتھیوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا۔ چنانچہ سورۃ الحجر میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹۰ تا ۹۶][1]

''(ہم ان کو عذاب دیں گے) جس طرح قسم کھانے والوں پر نازل کیا۔ جنھوں نے قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکرے ٹکڑے کر ڈالا۔ آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سے پُرسش کریں گے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔ پس جو حکم آپ کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دیں اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کریں۔ ہم آپ کو ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لیے جو آپ سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود قرار دیتے ہیں، سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔''

نبی ﷺ مروہ کے پاس بنی الحضرمی کے ایک عیسائی غلام کی دکان پر بکثرت بیٹھا کرتے تھے اور قریش مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ فلاں غلام جو کچھ محمد ﷺ کو بتاتا ہے اس سے زیادہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس پر سورۃ النحل کی آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] سیرة ابن هشام (1/244)

﴿ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [النحل: ۱۰۳] [1]

''اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) کو ایک شخص سکھا جاتا ہے مگر جس کی طرف (تعلیم کی) نسبت کرتے ہیں اُس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کفار ومشرکین کے جواب میں فرمایا کہ یہ جس آدمی کا نام لیتے ہیں وہ تو عربی زبان بھی فصاحت سے نہیں بول سکتا جبکہ قرآن تو ایسی صاف عربی میں ہے جو فصاحت و بلاغت اور اعجازِ بیان میں بے نظیر ہے اور چیلنج کے باوجود اس کی مثل ایک سورت بھی بنا کر پیش نہیں کی جاسکتی، اور دنیا بھر کے فصحاء و بلغاء اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کا انجام وسزا:

سابقہ سطور میں ہم نے یہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اللہ کے عظیم بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں اور ان کا کسی بھی طرح سے مذاق اڑانے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک فرمایا اور وہ کس برے انجام سے دوچار ہوئے۔ یہ تو عام انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں عمومی نتائج تھے جبکہ امام الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کے حساب سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی اور بد زبانی کرنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کے بارے میں مطلقاً سورۃ التوبہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ

---

[1] ابن إسحاق بحواله البداية و النهاية (2/3/104)

خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

[التوبة: ٦١]

''اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کوایذاء دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان [کانوں کا کچا] ہے (ان سے) کہہ دیں کہ (وہ) کان (ہیں تو) تمھاری بھلائی کے لیے، وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتے ہیں اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذابِ الیم تیار ہے۔''

اور سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ [الأحزاب: ٥٧]

''جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

قرآنِ کریم میں نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانے، آپ ﷺ کا تمسخر اڑانے، ناموسِ رسالت کے خلاف زبان کھولنے اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجر میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ [الحجر: ٩٤، ٩٥]

''پس جو حکم آپ کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دیں اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کریں۔ ہم آپ کو ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لیے جو آپ سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں۔''

اب آیئے توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے کچھ گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ کریں اور ان کا انجامِ بد دیکھیں۔

① ابولہب:

نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والا سب سے پہلا شخص خود آپ ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔ چنانچہ منصبِ نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے تئیس (۲۳) سال کے دوران دعوت الی اللہ کا جو کام شروع فرمایا، ان میں سے پہلے مکی دور کے تیرہ (۱۳) سالوں میں سے پہلا مرحلہ خفیہ دعوت وتبلیغ کا تھا جو کہ ابتدائی تین (۳) سال کے عرصہ پر مشتمل ہے۔ پھر جب سورۂ شعراء کی آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَ تَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی جس میں حکم تھا کہ ''اپنے خاندان کے لوگوں اور قرابت داروں کو نارِ جہنم سے ڈرائیں۔'' تو اِس آیت کے نزول کے ساتھ ہی حکم ربانی پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اعلانیہ دعوت وتبلیغ کا کام شروع کردیا۔ یہ علانیہ دعوت وتبلیغ کا مرحلہ بعثت کے چوتھے سال کے آغاز سے شروع ہو کر ہجرت کے دسویں سال تک جاری رہا۔

معروف محدّث ومورخ امام ابن اثیر رحمہ اللہ اپنی تاریخِ اسلام ''الکامل'' میں لکھتے ہیں:

''ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خاندانِ بنی ہاشم کو جمع کیا تاکہ انھیں تبلیغ کریں، جب وہ جمع ہوگئے تو ابولہب نے الٹی سیدھی ہانکنا

شروع کر دیں، جس کی وجہ سے آپ ﷺ اپنا مدّعا بیان نہ کر سکے۔
اگلے دن پھر سب کو دعوت دی اور چالیس، پینتالیس آدمی جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے انھیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
''میں تمھارے لیے بالخصوص اور عامۃ الناس کے لیے بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' آپ ﷺ نے ذکرِ موت، فکرِ آخرت اور اعمالِ خیر وشر کے انجام اور جنت ودوزخ کا ذکر کیا اور پوچھا کہ اس دعوت میں تم میں سے میرا ساتھ کون دے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ابھی نوعمر ہی تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔''
بعثتِ رسول ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے وقت ان کی عمر کل نو یا دس سال تھی اور ان میں تین سال جمع کریں تو اس وقت ان کی عمر کل بارہ یا تیرہ سال بنتی ہے۔[1]

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے بھی کہا کہ یوں تو آپ [محمد ﷺ] کا سارا خاندان یہاں جمع ہے اور میں بھی اس میں سے ایک ہوں۔ البتہ میں اپنی طرف سے حلفیہ یقین دلاتا ہوں کہ میں تاحینِ حیات آپ ﷺ کا ساتھ دیتا رہوں گا۔ آپ ﷺ جو کہنا چاہیں، کہیں۔ میں آپ ﷺ کے دشمنوں کا راستہ روکوں گا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے:

«اِنَّ نَفْسِيْ لَا تُطَاوِعُنِيْ عَلٰی فِرَاقِ دِيْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»[2]
''میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے باپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دوں۔''

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: البداية والنهاية (3/ 24 تا 26)

[2] الكامل لابن الأثير كما نقله محمد الغزالي في فقه السيرة (ص: 102-103)
رحمة للعالمين (1/ 52)

اور واقعی ابو طالب نے عمر بھر دینِ اسلام کو قبول کیا نہ ایمان لایا مگر نبی اکرم ﷺ کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔

بخاری اور مسلم شریف میں ہے کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَ تَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور مختلف خاندانوں کے نام لے لے کر آوازیں دیں، جب وہ جمع ہو گئے تو فرمایا:

''اگر میں تمھیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا مان جاؤ گے؟''

ان سب نے کہا:

''مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِباً.''

''ہم نے آپ (ﷺ) کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔''

تب آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ »

''میں تمھیں عذابِ شدید سے ڈرانے والا ہوں۔''

یہ سنتے ہی ابولہب اٹھا اور بھڑک کر کہا:

'' تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟''

''تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے ہم سب کو صرف اسی لیے جمع کیا تھا؟''

تو اس کے جواب میں تیسویں (۳۰) پارے کی پوری سورۂ لہب ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ...﴾ نازل ہوئی۔[1]

نبی ﷺ کے خلاف بدزبانی کرنے والے اس خائب و خاسر شخص ابولہب کا کیا انجام ہوا؟ اس کی تفصیل تو سورۃ اللهب کی تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہے،

---

[1] صحيح البخاري (8/ 400، 408، 510) صحيح مسلم (1/ 134)

تاہم مختصراً عرض ہے کہ غزوۂ بدر کے چند روز بعد ابو لہب عدسیہ نامی بیماری میں مبتلا ہوا جس میں طاعون کی طرح گلٹی سی نکلتی ہے۔ کوئی عزیز و رشتہ دار اس کے قریب نہیں جاتا تھا اور اسی میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ تین دن تک اس کی لاش یونہی پڑی رہی حتیٰ کہ سخت بدبو پھیل گئی بالآخر اس کے لڑکوں نے کوئی بیماری پھیل جانے کے خدشہ اور عار کے خوف سے دور ہی سے پتھر اور مٹی پھینکوا کر اسے دفنایا تھا اور اس کی دولت یا اہل وعیال کوئی بھی اس کے کسی کام نہیں آیا تھا۔ نبی ﷺ کے اس پہلے گستاخ کا دنیا میں یہ عبرت ناک انجام ہوا اور آخرت میں اس کے لیے شعلے مارتی ہوئی آگ ہے جیسا کہ سورۃ اللھب میں یوں مذکور ہے:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ [اللھب: ١ تا ٥]

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونجھ (یا آہنی تاروں) کی رسی ہوگی۔''

② عوراء بنت حرب بن امیہ:

نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں میں پیش پیش نبی اکرم ﷺ کی ایک چچی اور ابو لہب کی بیوی عوراء [یا اروىٰ] بنت حرب بن امیہ بھی تھی جس کی کنیت ام جمیل تھی۔ ایندھن سر پر اٹھائے پھرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی غیبتیں کیا کرتی تھی۔[1]

[1] فتح الباري (8/738)

اور بعض کے نزدیک اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ جنگل سے لکڑیاں اور کانٹوں والی جھاڑیاں خود اکٹھی کر کے لاتی اور نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تاکہ آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں گزریں تو آپ ﷺ کے قدم مبارک زخمی ہوں اور آپ ﷺ کو اذیت و تکلیف پہنچے۔ اس عورت کو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جہنم کی خبر دینے کے ساتھ ہی اس دنیا میں بھی اس کے کرتوتوں کی سزا انتہائی تکلیف دہ اور ذلّت ناک موت کی شکل میں دی۔ چنانچہ سورۃ اللھب ہی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾
[اللھب: ٤، ٥]

”اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونجھ (یا آہنی تاروں) کی رسی ہوگی۔“

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ ایسی رسی گلے میں ڈالے پھرتی تھی اور وہی اس کی موت کا سبب بن گئی جبکہ بعض دیگر کا کہنا ہے کہ جہنم میں اس کے گلے میں جو طوق ہوگا وہ کانٹے دار آہنی تاروں سے بٹا ہوا ہوگا۔

③ عتیبہ بن ابولہب:

نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں سے تیسرا شخص ابولہب کا بیٹا عتیبہ بھی ہے۔ اس نے نبی ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے کر آپ ﷺ کے دل کو دکھایا اور آپ ﷺ کو نفسیاتی اذیت دی، اور اسی پر بس نہیں بلکہ آپ کے ساتھ بدتمیزی کی اور آپ ﷺ کے گلے پڑا اور قمیص پھاڑ دی، اس نے آپ ﷺ کے منہ پر تھوکنے کی گستاخی بھی کی مگر نبی اکرم ﷺ کا چہرہ اقدس اس سے محفوظ رہا۔

اس بدبخت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ بددعا دی:

«أَمَا إِنِّي أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يُّسَلِّطَ عَلَيْكَ كَلْبَهٗ» و في لفظ: «اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْباً مِّنْ كِلَابِكَ»

''میں اللہ سے سوال کرتا ہو کہ وہ تم پر کسی شیر کتے کو مسلّط کر دے۔''

اور واقعی ایسے ہی ہوا۔ وہ اپنے ایک تجارتی سفر پر شام میں زرقاء نامی مقام پر تھا۔ رات کے وقت اس نے قافلہ کے گرد ایک شیر کو چکر کاٹتے دیکھا تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ کی قسم! یہ شیر مجھے کھا جائے گا کیونکہ محمد (ﷺ) نے یہ دعا مانگ رکھی ہے، وہ اگرچہ اس وقت مکہ میں ہے اور میں شام میں ہوں مگر میں بچ نہیں پاؤں گا۔ بالآخر اس شیر نے اسی رات اس پر حملہ کیا اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔[1]

④ ابو جہل:

کفار و مشرکینِ قریش کے سرغنہ ابو جہل نے بھی نبی اکرم ﷺ کو سخت اذیتیں پہنچائی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ کعبہ شریف کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور مشرکینِ قریش میں سے کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ اس دن مکہ کی ایک طرف کچھ اونٹ ذبح کیے گئے تھے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے کچھ لوگوں کو بھیجا جو وہاں سے اونٹ کی گندی اوجڑی اٹھا لائے، جب نبی مکرم ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ نے اوجڑی آپ ﷺ پر پھینک دی۔ اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پہنچی اور وہ

---

[1] الإصابة، الاستیعاب، دلائل النبوة، بحواله دفاع عن الحبیب از استاذ خالد الشهري (ص: 10) طبع دار الكفاح الدمام

بھاگی بھاگی آئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کے اوپر سے وہ اوجڑی ہٹائی۔[1]

یہ ابو جہل قرآنِ کریم کی آیات کا بھی استہزاء اور مذاق اڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ جب سورۃ الصافات (آیت:۶۲) اور سورۃ الواقعہ (آیت:۵۲) میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈرانے کے لیے فرمایا کہ تمھیں کھانے کے لیے سخت بدبودار، کڑوا اور نہایت کریہہ درخت زقوم [تھوہر] کا پھل دیا جائے گا۔ اس پر ابو جہل نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

تمھیں معلوم ہے کہ یہ محمد [ﷺ] جس درخت زقوم کی بات کرتا ہے وہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا:

"عَجْوَةُ يَثْرِبَ بِالزُّبَدِ."

"وہ یثرب کی کھجور عجوہ ہے جسے دودھ کی بالائی لگا کر پیش کیا جائے گا۔"

اور کہنے لگا کہ ہم تو اسے وہاں خوب مزے لے لے کر کھائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدخان کی آیات نازل فرمائیں جن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان: ٤٣ تا ٤٦][2]

"بلاشبہ تھوہر کا درخت۔ گناہگار کا کھانا ہے۔ جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا۔ جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی باتوں کا رد فرمایا ہے۔

قریشِ مکہ کا یہ سردار غزوۂ بدر میں دو نوعمر شاہینوں کے ہاتھوں ذلت کی موت مارا گیا تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (240) صحيح مسلم (1794) سنن النسائي (191) مسند أحمد (1/393)

[2] ابن هشام (1/2/10)

⑤ عقبہ بن ابی معیط:

نبی اکرم ﷺ سے تضحیک و استہزاء کرنے اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں میں ہی سے ایک شخص عقبہ بن ابی معیط بھی ہے، جس کے بارے میں صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کعبہ شریف کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ آیا اور اس نے اپنی چادر نبی اکرم ﷺ کے گلے میں ڈال کر آپ کا گلا دبانا شروع کردیا یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ کے گلے کو خوب دبایا، بالآخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انھوں نے اس کے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اسے پیچھے دھکیلا، پھر انھوں نے سورۃ المؤمن کی تلاوت کی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾ [المؤمن: ۲۸] [1]

''اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کہ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار (کی طرف) سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا

---

[1] صحيح البخاري (3678) كتاب الفضائل (7/22، 3856) كتاب المناقب (7/166، 4850، 8/553، 554)

وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہو کر رہے گا بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔''

بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے مسند ابو یعلیٰ و بزار کی ایک صحیح سند والی روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی دخل اندازی سے مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو تو چھوڑا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔[1]

امام ابن ہشام نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں لکھا ہے کہ اس بدبخت نے بھی ابی بن خلف ناہنجار کے کہنے میں آکر نبی ﷺ کے روئے انور و چہرۂ اقدس پر تھوکنے کی گستاخی کی تھی، اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی آیات نازل فرمائیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان: ٢٥ تا ٢٩][2]

''اور جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے۔ اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا۔ اور جس دن (ناعاقبت اندیش)

---

1. فتح الباري (7/169)
2. سیرت ابن هشام (1/2/10)

ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا [اور] کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھ کو (کتابِ) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔''

⑥ امیہ بن خلف:

ناموسِ رسالت میں گستاخی کرنے والوں میں ہی سے چھٹا شخص امیہ بن خلف بھی تھا، وہ آنکھوں اور انگلیوں کے اشاروں اور اپنی زبان سے نبی ﷺ کی تنقیص و توہین اور آپ ﷺ کی عیب جوئی و غیبت خوری کیا کرتا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں تو لکھا ہے کہ اس کی انھی گستاخیوں پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورۃ الہمزہ نازل فرمائی اور اس میں اس کی ویل و ہلاکت کی خبر دی۔ چنانچہ اس سورت میں ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِنِ ۝ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ﴾ [1]

[الهمزة: ١ تا ٩]

''ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے۔ جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔ (اور) خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہو گا۔ ہرگز نہیں، وہ ضرور

[1] سیرت ابن هشام (6/2/1 بتحقيق طه عبد الرؤف)

حطمہ میں ڈالا جائے گا۔ اور آپ کیا جانیں کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں پر جا لپٹے گی۔ (اور) وہ اس میں بند کر دیے جائیں گے۔ (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔"

اسی امیہ بن خلف کے ساتھ ہی ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب بن اسد بھی شامل تھے اور یہ اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ طوافِ کعبہ فرما رہے تھے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہنا شروع کیا کہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں تم بھی کرلیا کرو اور جس کی تم عبادت کرتے ہو ہم بھی کرلیا کریں گے، اس طرح طرفین ہی اپنے اور دوسرے کے معبودوں سے کچھ حظ پالیں گے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکافرون نازل فرمائی:

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۞ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۞ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۞ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۞ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۞ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾[1]

"(اے پیغمبر ﷺ!) کہہ دیں کہ اے کافرو! جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر اور میں اپنے دین پر۔"

اس واقعہ میں مذکور ولید بن مغیرہ ہی وہ شخص ہے جسے بعض دیگر سردارانِ

[1] ابن هشام (1/2/10)

قریش کے ساتھ نبی ﷺ اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، اور وہ نابینا تھے، انھوں نے مختلف سوالات پوچھنا شروع کر دیے، اس پر نبی ﷺ نے کچھ ناگواری و بے توجہگی برتی جس پر سورۂ عبس نازل ہوئی، جس کی آیات یہ ہیں:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ۝ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی ۝ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۝ وَهُوَ یَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ﴾ [عبس: ۱ تا ۱۲]

''وہ (نبی) ترش رُو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر، شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔ جو پروا نہیں کرتا۔ اس کی طرف تو آپ توجہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو آپ پر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور وہ (اللہ سے) ڈرتا ہے۔ اس سے آپ بے رخی کرتے ہیں۔ دیکھیں! یہ (قرآن) نصیحت ہے۔ پس جو چاہے اسے یاد رکھے۔''

⑦ تا ⑪ پچھلی سطور میں ہم نے نبی اکرم ﷺ کو رنج پہنچانے والے اور عذابِ الٰہی کے مستحق لوگوں میں سے چھ گستاخانِ رسول ﷺ کا تذکرہ کیا ہے اور ایک حدیث بھی ذکر کی ہے۔ اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قریشِ مکہ میں سے سات گستاخ مشرکین کے نام لے لے کر ان کے لیے لعنت کی خبر دی اور بد دعا فرمائی، جو یہ ہیں:

① ابوجہل عَمرو بن ہشام۔ ② عتبہ بن ربیعہ۔
③ شیبہ بن ربیعہ۔ ④ ولید بن عقبہ۔
⑤ امیہ بن خلف۔ ⑥ عقبہ بن ابی معیط۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا مگر ہمیں وہ یاد نہیں رہا جبکہ صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں وہ نام ہے: عمارہ بن ولید۔ اور اس کے بعد وہ فرماتے ہیں:

«فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ»[1]

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جن لوگوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیے تھے انھیں میں نے میدانِ بدر کے کنویں [قلیبِ بدر] میں مردار پڑے دیکھا۔“

جبکہ صحیح بخاری وغیرہ ہی کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان سات میں سے اُمیہ کی لاش اس کے بھاری بھرکم ہونے کی وجہ سے گھسیٹی نہیں جاتی تھی بلکہ جس عضو سے پکڑ کر گھسیٹنے لگتے وہ جڑ سے ہی اکھڑ جاتا کیونکہ سورج کی گرمی کی وجہ سے ان کی لاشیں خراب ہوچکی تھیں۔ غرض اسی گھسیٹا گھسیٹی میں اس کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔ (ایضاً)

عقبہ بن ابی معیط اور اس کے ساتھیوں کا انجام کیا ہوا؟ اس کا تذکرہ صحیح بخاری شریف میں آیا ہے جو اسی طرح کے چند دیگر لوگوں کے ساتھ ہم ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ

---

[1] حوالہ جاتِ سابقہ.

دیگر گستاخانِ رسول ﷺ اور ان کا انجام:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی مبسوط تاریخِ اسلام البدایہ والنہایہ میں، معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشام نے اپنی کتاب "السیرة النبویة" میں اور برصغیر کے معتبر سیرت نگار جسٹس علامہ سید سلیمان سلمان منصور پوری نے اپنی کتاب "رحمة للعالمین" میں سابق میں مذکور گیارہ گستاخانِ رسول ﷺ کے علاوہ بھی متعدد لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے ناموسِ رسالت پہ ہاتھ ڈالا اور اسی کے نتیجہ میں انجامِ بد کو پہنچے ان کو بھی شامل کیا جائے تو:

⑫ اُبی یا اُمیہ بن خلف:

بارہواں شخص اُبی یا اُمیہ بن خلف ہے جو کہ دنیائے کفر کا سرکردہ و سر بر آوردہ شخص تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچایا کرتا تھا بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے انھیں کے ہاتھوں واصلِ جہنم کروایا تھا۔ بعض روایات میں اُبی کی بجائے اُمیہ ہے اور صحیح بخاری میں اُمیہ ہی کو صحیح تر قرار دیا گیا ہے۔[1]

اس اُبی یا اُمیہ بن خلف کے بارے میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر نبی مکرم ﷺ کے پیچھے آیا اور کہنے لگا:

اے محمد (ﷺ)! تم کہتے ہو کہ یہ بوسیدہ ہڈی دوبارہ زندہ ہو جائے گی، پھر اس ہڈی کو ہاتھ میں مسل کر پھونک ماری اور اسے نبی اکرم ﷺ کی طرف ہوا میں اڑا دیا، اس پر نبی کریم ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> "ہاں میں کہتا ہوں کہ اللہ اس بوسیدہ ہڈی اور تجھے بھی اسی طرح بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور پھر تمھیں نارِ جہنم میں داخل کرے گا۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (2934)

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسین کی آیات نازل فرمائیں، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۞ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۞ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾[1] [یٰسٓ: ۷۷ تا ۸۰]

''کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا۔ اور ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (وہی ہے) جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو۔''

⑬ عاص بن وائل:

نبی اکرم ﷺ کے فرزند قاسم کی وفات پر مشرکینِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا اور ان میں سے تیرھویں شخص عاص بن وائل السہمی نے تو صاف کہہ دیا کہ یہ شخص دُم کٹا اور لا ولد ہے، اس کی وفات کے بعد دنیا میں اس کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی سورۃ الکوثر نازل فرمائی:

---

[1] دیکھیے: سیرت ابن ھشام [10/2/1]

﴿ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۞ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡ ۞ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴾[1]

''(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ تم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی کیا کریں۔ کچھ شک نہیں کہ آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔''

غرض گستاخانِ رسول ﷺ میں سے تیرہواں آدمی عاص بن وائل سہمی صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا دادا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ اس نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے تلواریں خریدیں اور وہ اس کے پاس پیسے لینے گئے تو کہنے لگا:

''اے خباب! جب تک تم کفر نہ کرو گے میں تمھیں پیسے نہیں دوں گا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مرکر اٹھو گے تب تک بھی کفر نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: کیا مرکر بھی اٹھنا ہے؟ تو پھر چلیے میں تبھی تمھارا حساب دوں گا۔ اس پر سورۂ مریم کی آیات (۷۷تا ۸۰) نازل ہوئیں۔''[2]

سیرت ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق اس نے کہا:

''کیا تمھارا نبی یہ نہیں کہتا کہ جنت میں اہلِ جنت کو سونا، چاندی، کپڑے، خادم اور جو وہ چاہیں گے انھیں ملے گا؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! صحیح ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت دو، وہاں [بروزِ قیامت] میں تمھارا حساب بیباق کردوں گا۔ اور قسم کھا

[1] ابن إسحاق بحواله البداية و النهاية (104/3/2)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (2091، 4735) صحيح مسلم، صفة القيامة.

کر کہا کہ وہاں تم اور تمھارے ساتھی مجھ سے زیادہ اصحابِ حظ و نصیب نہیں ہوں گے اور نہ ہی مجھ پر برتری پائیں گے۔"

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"اسی پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی آیات نازل فرمائیں، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴾[1] [مریم: ۷۷ تا ۷۹]

"بھلا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ (اگر میں ازسرِنو زندہ ہوا بھی تو یہی) مال اور اولاد مجھے (وہاں) ملے گا۔ کیا اس نے غیب کی خبر پالی ہے یا اللہ کے یہاں (سے) عہد لے لیا ہے؟ ہرگز نہیں، جو کچھ کہتا ہے ہم اس کو لکھتے جاتے اور اُس کے لیے آہستہ آہستہ عذاب بڑھاتے جاتے ہیں۔ اور جو چیزیں یہ بتاتا ہے اُن کے ہم وارث ہوں گے اور یہ اکیلا ہمارے سامنے آئے گا۔"

یہی عاص بن وائل سہمی تھا جو نبی ﷺ اور قرآن کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا، وہ اپنی ہی کرتوتوں اور اعمالِ شر کی شامت میں اس طرح مبتلا ہوا کہ طائف جانے کے لیے اپنے گدھے پر سوار ہوا اور راستے میں کہیں رکا تو اس کے پاؤں کے تلوے میں شِرق [ایک کانٹے دار حجازی بھاجی یا سبزی] کا کانٹا

---

[1] بخاری و مسلم حوالۂ سابقہ، سیرت ابن ہشام [1/2/7]

چبھ گیا اور وہ کانٹا ہی اس کے لیے عذابِ الٰہی ثابت ہوا، اور اسی کے نتیجے میں وہ واصلِ جہنم ہوا تھا۔ (ابن ہشام ایضاً)

⑭ نضر بن حارث:

نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں سے چودھواں شخص نضر بن حارث تھا۔ وہ نبی ﷺ کی شانِ عالی میں گستاخیاں کرنے والوں میں پیش پیش تھا، اسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروا کر کیفر کردار تک پہنچایا۔

اس نضر ہی کے بارے میں کتبِ سیرت میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس مجلس میں دعوت الی اللہ اور تلاوتِ قرآن کے لیے تشریف رکھتے اور قریش کو سابقہ امتوں کی تباہیوں کے واقعات سنا کر خبردار کرتے تو آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد یہ نضر وہیں بیٹھ جاتا اور رستم و اسفندیار اور شاہانِ فارس کے قصے سنانے لگتا اور قسمیں کھا کھا کر کہتا کہ محمد ﷺ مجھ سے اچھی گفتگو نہیں کرسکتا، اس کی گفتگو میں پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہی ہوتی ہیں اور وہی کچھ میری گفتگو میں بھی موجود ہے۔

اسی پر سورۃ الفرقان کی آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالُوٓا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا ۝ قُلْ اَنزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان: ٥، ٦]

''اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ کہہ دیں کہ اس نے اس کو اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور اسی پر سورۃ القلم کی آیت نازل ہوئی جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾[1] [القلم: ۵۱]

''جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔''

لیکن اس آیت کے سبب اور شانِ نزول کے متعلقہ ان روایات کو غیر مستند قرار دیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفتِ بد کسی ایک شخص کی نہیں بلکہ اس سے مقصود عام ہے کہ جس میں بھی یہ بری صفت پائی جائے۔[2]

سیرت ابن ہشام کے مطابق نضر کی اس حرکت ہی پر سورۃ الجاثیہ کی آیات نازل ہوئیں، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾[3]

[الجاثية: ۷، ۸]

''ہر جھوٹے گنہگار پر افسوس ہے۔ (کہ) اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد کرتا ہے کہ گویا ان کو سنا ہی نہیں، سو ایسے شخص کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔''

امامِ سیرت ابنِ اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ یہ نضر بن حارث بھی وہیں آنکلا

---

[1] سیرت ابن هشام (1/2/7)

[2] دیکھیے: تفسیر أحسن البیان، سورۃ القلم، مذکورہ آیت.

[3] ابن هشام (1/2/7)

اور آکر بیٹھ گیا۔ اس مجلس میں قریش کے دوسرے بھی کتنے ہی لوگ تھے۔ نبی ﷺ ان سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اس نضر نے درمیان میں ٹانگ اڑانا شروع کردیا، اس پر نبی کریم ﷺ نے اس سے مخاطب ہوکر ایسی مسکت و بادلیل گفتگو فرمائی کہ اس کا منہ بند کردیا اور پھر اس پر اور وہاں موجود دوسرے لوگوں پر سورۃ الانبیاء کی آیات تلاوت فرمائیں، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۞ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾[1]

[الأنبیاء ۹۸ تا ۱۰۰]

’’(کافرو! اس روز) تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے (اور) تم (سب) اس میں داخل ہو کر رہو گے۔ اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے، اور سب اس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔ وہاں ان کو چلّانا ہوگا اور اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے۔‘‘

امامِ سیرت ابن اسحاق سے نقل کرتے ہوئے امام ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

’’پانچ آدمی جو کہ اپنی اپنی قوم کے کرتا دھرتا اور سربراہ تھے وہ سب سے زیادہ استہزاء اور اہانتِ مصطفیٰ ﷺ کا ارتکاب کرنے والے تھے، اور وہ یہ تھے:

① بنی اسد بن عبد العزیٰ کا سردار اسود بن مطلب۔ اس کے خلاف نبی ﷺ

---

[1] ابن هشام (8/2/1).

نے یہ بددعا بھی فرمائی تھی:

«اَللّٰهُمَّ أَعْمِ بَصَرَهٗ وَ أَثْكِلْ وَلَدَهٗ»

''اے اللہ! اس کی آنکھیں اندھی کر دے اور اس کے بچوں کو اس پر رلا۔''

❷ بنی زہرہ بن کلاب کا سردار اسود بن عبدغوث۔

❸ بنی مخزوم بن یقظہ کا سردار ولید بن مغیرہ۔

❹ بنی سہم بن عمرو کا سردار عاص بن وائل بن ہشام۔

❺ بنی خزاعہ کا سردار حارث بن طلاطلہ۔

جب یہ شر کی انتہا کو پہنچ گئے اور نبی ﷺ کا بکثرت مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر کی آیات نازل فرمائیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ [الحجر: ٩٤ تا ٩٦]

''پس جو حکم آپ کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دیں اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کریں۔ ہم آپ کو ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لیے جو آپ سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں۔ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود قرار دیتے ہیں سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔''

امام ابن اسحاق لکھتے ہیں جو کہ معجم طبرانی اوسط، سنن کبریٰ بیہقی، دلائل النبوۃ ابو نعیم اور الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی میں بھی حسن درجہ کی سند سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کھڑے ہو گئے جبکہ یہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے:

1. جب اسود بن مطلب سامنے سے گزرا تو انھوں نے اس کے منہ پر ایک سبز کاغذ پھینکا جس سے وہ اندھا ہوگیا۔

اسود بن مطلب ابو زمعہ کے لیے نبی ﷺ کا بدعا کرنا البدایہ و النہایہ میں وارد ہوا ہے:

«اَللّٰھُمَّ أَعْمِ بَصَرَہٗ وَ أَثْکِلْ وَلَدَہٗ»[1]

2. جب اسود بن عبد یغوث سامنے آیا تو انھوں نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کے پیٹ میں پانی پیدا ہوگیا جس سے وہ پھول گیا اور اس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

3. ولید بن مغیرہ گزرنے لگا تو انھوں نے اس کے ٹخنے کے نیچے ایک زخم کے نشان کی طرف اشارہ کیا جو زخم اسے کئی سال پیشتر آیا تھا جبکہ وہ اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا کہ بنی خزاعہ کا ایک آدمی جو کہ اپنے تیروں کی انیاں تیز کر رہا تھا، اس کا ایک تیر اس کی چادر (تہبند) میں چمٹ گیا جس سے اس کے پاؤں میں معمولی خراش یا زخم آ گیا تھا وہ زخم تو کوئی چیز نہ تھا مگر اب اسی کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوگئی۔

4. عاص بن وائل سہمی سامنے آیا تو اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا اور جب وہ طائف جانے کے لیے اپنے گدھے پر سوار ہوکر نکلا تو اس کے پاؤں میں سبزی یا ایک درخت کا کانٹا لگ گیا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔

5. جب حارث بن طلاطلہ سامنے سے گزرا تو اس کے سر کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کے سر میں پیپ بھر گئی اور وہ موت کے منہ میں جا نکلا۔[2]

---

[1] البداية (105/3/2)

[2] طبراني الأوسط، أبو نعيم في الدلائل، ابن مردويه و الضياء في المختاره بسند حسن، تفسير الدر المنثور سيوطي (101/5)

⑮ اسود بن عبدالمطلب:

پندرہواں گستاخِ مصطفیٰ ﷺ اسود بن عبد المطلب تھا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی نقلیں اتار اتار کر آپ ﷺ کا استہزاء اور مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ایک دن کسی درخت کے سائے میں سویا تو وہاں سے انتہائی قلق و اضطراب اور پریشانی کے عالم میں بیدار ہوا، پھر وہ مسلسل اپنی آنکھوں میں کانٹا چبھنے کی سخت تکلیف محسوس کیا کرتا تھا اور بالآخر اسی میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

⑯ عتیب: سولھواں بے ادب آدمی اسود بن مطلب کا پوتا عتیب تھا۔

⑰ حارث بن زمعہ: سترہواں گستاخِ رسول ﷺ اس عتیب کا چچا زاد حارث بن زمعہ تھا۔

⑱ مشرکینِ مکہ میں سے ابی بن خلف، زمعہ بن اسود، عاص بن وائل اور نضر بن حارث نبی اکرم ﷺ کو کہا کرتے تھے کہ آپ پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا جو لوگوں سے باتیں کرے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت نازل فرمائی جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ﴾[1] [الأنعام: ٨]

''اور کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر فرشتہ کیوں نازل نہ ہوا (جو ان کی تصدیق کرتا) اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہو جاتا پھر انھیں (مطلق) مہلت نہ دی جاتی۔''

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے وہ انسانوں ہی میں سے تھے اور ہر قوم میں

[1] البداية و النهاية (2/3/104)

اسی کے ایک فرد کو وحی و رسالت سے نواز دیا جاتا تھا۔ یہ اس لیے کہ اس کے بغیر کوئی رسول فریضۂ تبلیغ و دعوت ادا ہی نہیں کرسکتا تھا، مثلاً اگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ رسول بنا کر بھیجتا تو ایک تو وہ انسانی زبان میں گفتگو ہی نہ کر پاتے۔ دوسرے وہ انسانی جذبات سے عاری ہونے کی وجہ سے انسان کے مختلف حالات میں مختلف کیفیات و جذبات کے سمجھنے سے بھی قاصر رہتے۔ ایسی صورت میں ہدایت و راہنمائی کا فریضہ کس طرح انجام دے سکتے تھے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر ایک بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں ہی کو نبی اور رسول بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے بطورِ احسان ہی قرآنِ کریم میں ذکر فرمایا ہے۔

سورۃ آل عمران میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [آل عمران: ١٦٤]

”اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔“

پیغمبروں کی بشریت کافروں کے لیے حیرت و استعجاب کا باعث رہی۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں، فرشتوں میں سے ہونا چاہیے۔ گویا ان کے نزدیک بشریت رسالت کے شایانِ شان نہیں تھی جیسا کہ آج کل کے اہلِ بدعت بھی یہی سمجھتے ہیں۔ ﴿تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾

اہلِ کفر و شرک رسولوں کی بشریت کا تو انکار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ ان کے خاندان حسب و نسب ہر چیز سے واقف ہوتے تھے لیکن رسالت کا وہ انکار کرتے رہے جبکہ آج کل کے اہلِ بدعت رسالت کا انکار تو نہیں کرتے لیکن بشریت کو رسالت کے منافی سمجھنے کی وجہ سے رسولوں کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرما رہا ہے کہ اگر ہم کافروں کے مطالبے پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے یا اس رسول کی تصدیق کے لیے ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے [جیسا کہ یہاں یہی بات بیان کی گئی ہے] اور پھر وہ اس بات پر ایمان نہ لاتے تو انھیں مہلت دیے بغیر ہلاک کر دیا جاتا۔[1]

(۱۹) طعیمہ بن عدی: انیسواں آدمی طعیمہ بن عدی تھا۔ یہ انتہائی بدزبانی سے کام لیا کرتا تھا۔

(۲۰) عاص بن منبہ: بیسواں شخص عاص بن منبہ تھا۔ اس کی بداعمالیوں کا نتیجہ اس طرح رونما ہوا کہ گدھے پر سوار ہوکر طائف کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اسے کوئی ایسا زہریلا کانٹا چبھا کہ وہ اسی کے زہر سے مر گیا۔

(۲۱) منبہ بن حجاج: اکیسواں آدمی منبہ بن حَجاج تھا جو اندھا ہو گیا اور اسی تکلیف میں موت کا لقمہ بن گیا۔

(۲۲) ابو قیس بن ناکہ: بائیسواں ملعون ابو قیس بن ناکہ تھا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچا کر خوشی سے بغلیں بجایا کرتا تھا۔

(۲۳) حارث بن قیس: تیئسواں شخص حارث بن قیس [عیطل] تھا۔ اس کے پیٹ میں پیلا پانی پیدا ہو گیا اور اس کا پاخانہ اس کے منہ کے راستے نکلنے لگا، اور اسی کے نتیجے میں وہ ذلت ناک و عبرتناک موت مرا۔

---

[1] تفسير أحسن البيان.

۲۴ زبیر بن اُمیہ: چوبیسواں شخص زبیر بن اُمیہ تھا وہ ایک مہلک وباء کا شکار ہوکر مرا تھا۔

۲۵ حارث بن طلاطل: پچیسواں شاتم و گستاخِ رسول ﷺ حارث بن طلاطل تھا۔ اس کے جسم میں پیپ پڑ گئی جو اسے نارِ جہنم تک پہنچانے کا باعث بنی۔

۲۶ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں، امام بیہقی اور ابونعیم نے اپنی اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں، الضیاء المقدسی نے المختارۃ میں اور ابن مردویہ اسی طرح امام سیوطی نے الدر المنثور میں حسن درجہ کی سند سے، اور امام ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں اور امام ابن اثیر نے حضرت ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والے ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یاغوث الزہری، اسود بن مطلب ابوزمعہ، حارث بن عطیل (طلاطلہ) اور عاص بن وائل سہمی تھے اور ان میں سے ہر ایک اس دنیا میں ہی اپنے برے انجام کو پہنچا۔[1]

ولید، اسود، عاص اور حارث کے بارے ہی میں سورۃ الحجر کی آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۝ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۝ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾

[الحجر: ٩٤ تا ٩٧]

''پس جو حکم آپ کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنا دیں اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کریں۔ ہم آپ کو ان لوگوں (کے

---

[1] الدر المنثور (5/ 101) البداية و النهاية (ص: 105)

شر) سے بچانے کے لیے جو آپ سے مذاق کرتے ہیں کافی ہیں۔
جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود قرار دیتے ہیں سو عنقریب ان کو (ان باتوں کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا دِل تنگ ہوتا ہے۔''

(۲۷) رکانہ بن عبد یزید: ناموسِ رسالت میں گستاخی کرنے والا ستائیسواں ملعون رکانہ بن عبد یزید تھا، وہ انتہائی خائبانہ و خاسرانہ اور ذلت و رسوائی کی موت مرا۔

(۲۸) اخنس بن شریق: ناموسِ رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اٹھائیسواں شخص اخنس بن شریق تھا جو بنی ثقیف کا فرد اور بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ وہ اپنی قوم کے اشراف و سرکردہ لوگوں میں سے تھا اور قوم اس کی بات سنتی تھی۔ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے ارشادات کی تردید میں لگا رہتا تھا۔ اُسی کے بارے میں سورۃ القلم کی آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ۝ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ﴾[1] [القلم: ۱۰ تا ۱۳]

''اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔ طعن آمیز اشارے کرنے والا، چغلیاں کھاتے پھرنے والا۔ مال میں بخل کرنے والا، حد سے بڑھا ہوا بدکار۔ سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے۔''

(۲۹) عبداللہ ابن الزبعریٰ السہمی: شقاوت و بدبختی میں مبتلا اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے لوگوں میں سے انتیسواں شخص عبداللہ ابن الزِبَعریٰ السہمی

---

[1] ابن هشام (9/2/1)

ہے۔ ولید بن مغیرہ نے اسے نبی اکرم ﷺ کے خلاف بھڑکایا اور اسے بتایا کہ محمد [ﷺ] کہتا ہے کہ ہم اور ہمارے معبود، یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

اس پر ابن زِبعریٰ نے کہا: اگر اُس وقت میں موجود ہوتا تو میں اسے جواب دیتا، جاؤ محمد (ﷺ) سے پوچھو کہ اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ سبھی جہنم کا ایندھن بنیں گے تو پھر ہمیں بتایا جائے گا کہ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہود اللہ کے نبی حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں تو کیا فرشتے اور حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ اس پر ولید بن مغیرہ اور دوسرے اشرار خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ تم واقعی میدان جیت گئے ہو۔ اس کی تردید کے لیے سورۃ الانبیاء کی آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ﴾[1] [الأنبياء: ١٠١، ١٠٢]

''جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اُس سے دُور رکھے جائیں گے۔ (یہاں تک کہ) اُس کی آواز بھی تو نہیں سنیں گے اور جو کچھ اُن کا جی چاہے گا اس میں (یعنی ہر طرح کے عیش اور لطف میں) ہمیشہ رہیں گے۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس اشکال کا ازالہ فرمادیا کہ وہ فرشتے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تو اللہ کے تابع فرمان بندے ہیں جن

[1] ابن هشام (8/2/1)

کی اطاعت و نیکیوں کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ان کے لیے حسنیٰ یعنی ابدی سعادت یا جنت کی بشارت ٹھہرائی جا چکی ہے لہٰذا وہ جہنم سے دور ہی رہیں گے۔[1]

(۳۱) ایک گستاخ مرتد کا عبرتناک واقعہ:

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی توہین کرنے والوں کے انجام کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم اور صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کا ایک عیسائی مسلمان ہوا اور وہ وحی کی کتابت کیا کرتا تھا، اور اس نے صرف سورۃ البقرۃ اور آل عمران پڑھی تھیں کہ وہ مرتد ہو گیا [اور شام بھاگ گیا] وہاں جا کر اس نے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا:

"مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ."

''محمد ﷺ کو صرف وہی کچھ آتا ہے جو میں اسے لکھ کر دے آیا ہوں۔''

مرتد ہونے کی حالت ہی میں اس نے شام میں وفات پائی، اسے لوگوں نے شام میں دفن کیا تو اسے قبر کی زمین نے بھی قبول نہ کیا بلکہ اسے باہر نکال پھینکا، صبح لوگوں نے دیکھا کہ اس کی لاش باہر پڑی ہے تو انھوں نے سمجھا کہ یہ محمد (ﷺ) اور مسلمانوں کی کارستانی ہے۔ دوسری مرتبہ اس سے بھی گہری قبر کھودی مگر دوسرے دن وہ پھر باہر پڑا تھا اور تیسرے دن مزید گہری قبر بنا کر اسے دفن کیا گیا مگر اللہ کے حکم سے زمین نے اسے پھر باہر پھینک دیا۔ اب انھیں یقین ہو گیا:

"اِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَأَلْقَوْهُ."[2]

''یہ لوگوں میں سے کسی کا کام نہیں [بلکہ امرِ الٰہی ہے] تب انھوں

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: ابن هشام، رحمة للعالمين، البداية و النهاية.

[2] صحيح البخاري مع الفتح (3617، 6/ 624، 625)

نے اسے اسی طرح بے گور و دفن ہی چھوڑ دیا۔"

(۳۱) **کسریٰ ایران پرویز:** نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے استہزاء اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والوں کا کیا برا انجام ہوا؟ اس بات کا پتہ صحیح بخاری، مسند احمد اور طبقات ابن سعد کی اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا مکتوبِ گرامی دے کر ایک آدمی [حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ] کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ حاکمِ بحرین کو پہنچا دو اور حاکمِ بحرین نے وہ مکتوبِ گرامی کسرائے ایران کو پہنچا دیا:

« فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ »

"اس نے وہ مکتوبِ گرامی پڑھ کر [غصے سے] پھاڑ دیا۔"

اس کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے بد دعا فرمائی:

« أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ »[1]

"کہ وہ خود ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔"

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ بد دعا فرمائی:

« اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ مُلْكَهُ »[2]

"اے اللہ! اس کی حکومت کو پارہ پارہ کردے۔"

حافظ ابن حجر نے فتح الباری، کتاب المغازی میں جا کر تفصیل ذکر کی ہے کہ جلد ہی کسریٰ پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا، باپ کو بیٹے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (64، 2939، 4424، 7264)

[2] فتح الباري (8/ 127)

کے ارادے کا پتہ چل چکا تھا لہٰذا اس نے اپنے بعض مخصوص خزانوں میں مقویٔ باہ دواء ظاہر کر کے زہر چھپا دیا تھا تاکہ میرے بعد وہ کھائے اور جان سے جائے اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ اپنے باپ کے صرف چھ ہی ماہ بعد وہ بھی اس سمِ قاتل کی وجہ سے مارا گیا اور جب وہ مر گیا تو اس کے بعد اس کا کوئی بھائی باقی نہ بچا کیونکہ حکومت و اقتدار کے لالچ میں اس نے اپنے تمام بھائیوں کو مروا دیا ہوا تھا، لہٰذا حکومت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنے کے لالچ میں آ کر انھوں نے اب اس کی بہن پورن کو حاکم بنا دیا۔ اسی بات کو سن کر صحیح بخاری، ترمذی و نسائی اور مسند احمد کی حدیث کی رو سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ اِمْرَأَةً»[1]

''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی باگ ڈور کسی عورت کے ہاتھ میں دے دی۔''

خسرو پرویز، کسرائے ایران، نصف مشرقی دنیا کا بادشاہ تھا۔ زردشتی مذہب رکھتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامۂ مبارک لے گئے تھے۔ نامۂ مبارک کی نص یہ ہے:

«بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسٍ۔ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ اللّٰهِ فَاِنِّيْ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِأُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ فَأَسْلِمْ تَسْلَمْ فَاِنْ أَبَيْتَ فَاِنَّ اِثْمَ الْمَجُوْسِ عَلَيْكَ»[2]

---

[1] صحیح البخاري (7099،4425) صحیح الجامع (5225)

[2] رحمة للعالمین (1/ 154۔155)

''اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا اور اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے۔ اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کا بندہ و رسول ہے۔ میں تجھے اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسلِ آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تا کہ جو کوئی زندہ ہے اُسے عذابِ الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے۔ اور جو منکر ہیں ان پر اللہ کا قول پورا ہو۔ تُو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہے گا ورنہ مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔''

خسرو نے نامہ مُبارک دیکھتے ہی غصّے سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا:

''میری رعایا کا ایک ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔''

اس کے بعد خسرو نے باذان کو، جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کے تمام ملک کو اسی کے زیرِ اقتدار یا زیرِ اثر سمجھا جاتا تھا، یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا، فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا۔ جس کا نام بانویہ تھا۔ بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ﷺ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہلِ طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد ﷺ ضرور تباہ ہو جائے گا کیونکہ شہنشاہِ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے۔

جب یہ افسر مدینہ میں نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات تمھارے بادشاہ کو میرے اللہ نے ہلاک کرڈالا، جاؤ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبرسُن کر یمن کولوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کردیا ہے اور تخت کا مالک ''شیرویہ'' ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا اور یہ واقعہ منگل کی رات ۱۰ جمادیٰ الاولیٰ ۷ھ میں پیش آیا۔[1]

قارئین! نبی کریم ﷺ کے نامہ مبارک کے الفاظ ''أسلم، تسلم'' پر غور کریں۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہوجائے گا تب سلامت رہے گا۔ یہ تہدید و دھمکی نہ تھی بلکہ اخبار عن الغیب [پیشگوئی] تھا۔

اب باذان نے نبی مکرم ﷺ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہوگیا۔ اس کے دربار اور ملک کا اکثر حصّہ بھی مسلمان ہوگیا۔ جو سفیر نبی اکرم ﷺ نے بھیجا تھا اس نے واپس آکر عرض کیا کہ شاہِ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کرڈالا، اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَزَّقَ مُلْکَهُ»

''اس نے اپنی قوم کے فرمان سلطنت کو چاک کردیا ہے۔''

قارئین! اس مختصر اور پُر ہیبت جملہ کو دیکھیں اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخِ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر بادشاہی کرتی تھی۔[2]

---

[1] فتح الباري (8/127، 128)

[2] رحمة للعالمين (1/154، 155)

نبی مکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی بھی پوری ہوگئی اور اس خاندان کے ہاتھ سے حکومت ہی جاتی رہی۔ نبی اکرم ﷺ کے مکتوبِ گرامی کو پھاڑنے کی سزا یہ ملی کہ حکومت پارہ پارہ ہوتے ہوتے ہمیشہ کے لیے ہاتھ ہی سے نکل گئی۔[1]

(۳۲) کعب ابن اشرف: گستاخانِ رسول ﷺ میں ہی سے ایک کعب بن اشرف بھی تھا۔ یہ یہودی مدینہ منورہ میں رہتا تھا اور اس وقت وہاں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ صرف وہ لوگ رہتے تھے جو آپ ﷺ سے معاہدہ کر چکے تھے لیکن اس کعب یہودی کو ذمی و معاہد ہونے کے باوجود قتل کر دیا گیا کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں ہجو گوئی، سب وشتم، دریدہ دہنی، غدر و دھوکہ دہی، نقضِ عہد، قتلِ مصطفیٰ ﷺ کی سازشیں، مسلمان عورتوں کے حسن و جمال کے معیوب تذکرے، اسلام پر طعن، لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں جنگ پر اکساتا و ابھارتا اور دیگر گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ معاہدے کا یہ معنی تو نہیں تھا کہ وہ ناموسِ رسالت پر ہاتھ ڈالتا پھرے اور شانِ مصطفیٰ ﷺ میں گستاخیاں کیا کرے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس کی بدزبانیوں اور گستاخیوں کے نتیجہ ہی میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((مَنْ لِكَعْبِ ابْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ؟))

''کون ہے جو کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے۔''

((فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ قَالَ: ((نَعَمْ))

[1] فتح الباري (8/ 127-128)

''اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔''

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کس حکیمانہ و دانشمندانہ انداز سے قتل کیا اس کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم کے "باب قتل كعب بن الأشرف" میں مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت محمد ن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو نافذ کرنے کے لیے ہمیں کچھ خلافِ واقعہ باتیں کہنے کی ضرورت پیش آئے گی لہٰذا: ﴿فَأْذَنْ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ شَيْئاً﴾

''مجھے اجازت دیں کہ میں ایسی کوئی بات کہہ سکوں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی کہ جو چاہو کہہ لینا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے صدقہ مانگ رہا ہے اور اس نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔ کعب نے کہا: ابھی تو کچھ بھی نہیں آگے چل کر یہ شخص ایسا ہے کہ تم اس سے اُکتا جاؤ گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فی الوقت تو میں تمھارے پاس ادھار مانگنے کے لیے آیا ہوں۔ کعب نے کہا کہ اس کے عوض میں تمھیں کچھ گروی رکھنا ہوگا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس بدبخت نے کہا کہ اپنی عورتیں گروی رکھ دو۔ انھوں نے کہا کہ بھلا اپنی عورتوں کو کیسے رہن رکھ سکتے ہیں؟ غیرت وحمیت گوارا نہیں کرتی۔

غرض ان کے پس و پیش کرنے پر کہنے لگا کہ اپنے بچے گروی رکھ دو۔ اس پر انھوں نے کہا کہ کل کلاں کو یہ واقعہ بچوں کے لیے باعثِ عار بن جائے گا

کہ یہ ایک دو وسق (عربی پیمانہ) دانوں کے عوض گروی رکھا گیا تھا۔ پھر انھوں نے خود ہی فرمایا کہ ہم اپنا اسلحہ گروی رکھ دیتے ہیں۔

اس پر وہ راضی ہوگیا اور طے پایا کہ آج رات ہی وہ اسلحہ لے کر آئیں گے۔ اور رات کو جب وہ آئے تو ان کے ساتھ ابو نائلہ بھی تھے جو کہ کعب کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔ اس نے انھیں قلعہ میں بلایا اور جب اپنے گھر سے نکل کر قلعہ کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے پوچھا: رات کو اس وقت تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ کوئی غیر نہیں محمد بن مسلمہ (رضی اللہ عنہ) اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ آئے ہیں۔ اس عورت نے کہا میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔ اس نے کہا: گھبراؤ نہیں، وہی دو آدمی ہیں اور اہلِ کرم (شریف آدمی) کو رات کے وقت اگرچہ نیزہ مارنے کے لیے ہی کیوں نہ بلایا جائے تو اسے ضرور ہی جانا چاہیے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین آدمی بھی لائے تھے جن کے نام ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عبّاد بن بشر رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے سر کی خوشبو سونگھنے کا بہانہ کروں گا اور جب تم نے دیکھ لیا کہ میں نے اس کا سر خوب اچھی طرح پکڑ لیا ہے تو تم اس کی گردن کاٹ دینا۔ کعب قیمتی اور خوبصورت چادر اوڑھے باہر نکلا تو اس سے زبردست خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ اس پر اس نے پھولتے ہوئے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ حسین وجمیل عورت ہے۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کا سر قریب سے سونگھ لوں؟ اس نے کہا: سونگھ لو، پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھنے کا موقع

دلوایا اور آخر میں پھر کہنے لگے کہ ایک مرتبہ پھر اجازت دیں۔ اس نے کہا: شوق سے! تو انھوں نے سونگھنے کے بہانے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں سے فرمایا کہ اسے جھپٹ لو۔ اس پر انھوں نے آناً فاناً اسے قتل کر دیا اور پھر آکر نبی کریم ﷺ کو پورے واقعے کی خبر دے دی۔[1]

یہ کعب بن اشرف اگرچہ ذمی و معاہد تھا لیکن نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے کوئی معاہدہ اس کی جان نہ بچا سکا۔ ایسے شخص کے قتل کے حلال ہونے کے بارے میں امام خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے:

" قَالَ مَالِكٌ: مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی قُتِلَ اِلَّا أَنْ يُّسْلِمَ، وَكَذٰلِكَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ اِذَا سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ تَبَرَّأُ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَ احْتَجَّ فِي ذٰلِكَ بِخَبَرِ كَعْبِ ابْنِ الْأَشْرَفِ."[2]

''امام مالک فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ میں سے اگر کوئی شخص نبی ﷺ کو گالیاں دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا، الّا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذمی و معاہد شخص اگر نبی ﷺ کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا ذمہ و معاہدہ ختم ہو جائے گا، اور انھوں نے اپنی اس بات کی دلیل کے طور پر کعب ابن اشرف یہودی کے قتل والی حدیث کو پیش کیا ہے۔''

جبکہ سنن نسائی کے حاشیہ میں علامہ سندھی لکھتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري (4037) صحيح مسلم (1801)

[2] معالم السنن للخطابي مع مختصر سنن أبي داود (6/199)

" اِنَّ الذِّمِّيَّ اِذَا لَمْ يَكُفَّ لِسَانَهُ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَلَا ذِمَّةَ لَهٗ فَيَحِلُّ قَتْلُهٗ." [1]

''کوئی ذمی جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف زبان درازی سے باز نہ آئے تو اس کا معاہدہ و ذمہ ختم سمجھا جائے گا اور اس کا قتل حلال و جائز ہوگا۔''

﴿۴۳﴾ عبد اللہ بن خطل: گستاخانِ رسول ﷺ ہی میں سے ایک شخص عبد اللہ بن خطل بھی تھا۔ فتح مکہ کے دن جن لوگوں کے بارے میں نبی ﷺ نے یہ فرمان جاری فرمایا تھا کہ انھیں کسی بھی حال میں دیکھیں تو قتل کردیں، انھیں میں سے یہ بھی تھا۔ یہ پہلے مسلمان تھا۔ نبی ﷺ نے اسے ایک علاقے کا عامل [گورنر] بھی بنایا تھا مگر اس نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اپنے غلام کو قتل کیا اور مرتد بھی ہوگیا۔ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کو دار الامان قرار دیا تو یہ کعبہ شریف کے پردے سے جا کر لپٹ گیا۔ نبی ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ عبد اللہ بن خطل غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے۔ نبی ﷺ نے حکم فرمایا: ''اسے وہیں قتل کردو۔'' چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمی اور حضرت سعد بن حریث رضی اللہ عنہما نے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہی اس کی گردن اڑا دی۔ اس کی گستاخیوں کی وجہ سے حرم مکہ مکرمہ میں داخل ہوجانا اور خاص خانہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ لینا بھی اسے قتل سے نہ بچا سکا تھا۔

﴿۴۴﴾ مسیلمہ کذّاب: نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے اور ختمِ نبوت میں نقب لگانے والا قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص مسیلمہ کذّاب بن ثمامہ

---

[1] حاشیه سنن النسائي (4/109 طبع بيروت)

[حنفی] بھی تھا جو کہ یمامہ کا باشندہ تھا۔ قصرِ نبوت میں اس کے نقب زنی کرنے کا ذکر خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

''میں سویا ہوا تھا جبکہ مجھے زمین بھر کے خزانے دے دیے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن پہنا دیے گئے۔ یہ بات مجھ پر بڑی گراں گزری جس نے مجھے مغموم کردیا، پھر مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ پھونک ماریں، میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ ان دو سنہرے کنگنوں کی میں نے یہ تعبیر کی کہ میرے بعد نبوت کے دو جھوٹے دعویدار ظاہر ہونگے۔ ان میں سے ایک صنعاء یمن والا اسود عنسی اور دوسرا یمامہ والا مسیلمہ ہے۔''[1]

اس نے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرکے بے ادبی و توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا تھا جبکہ نبی اکرم ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٤٠]

''محمد تمھارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (کے سلسلے کو ختم کردینے والے) ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

خود نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا تھا۔

---

[1] مختصر صحیح مسلم (1514) صحیح الجامع (2858، 2861) البدایۃ و النہایۃ 5/ 49، 50۔ 6/ 200)

چنانچہ سنن ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« اِنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَ لَا نَبِيَّ . . . »[1]

''رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اب میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔''

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم، ترمذی، مسند احمد اور طیالسی میں ارشادِ نبوی ہے:

« مَثَلِيْ وَ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَاراً فَأَكْمَلَهَا وَ أَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنَظَرَ اِلَيْهَا قَالَ:مَا أَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْأَنْبِيَاءُ »[2]

''میری مثال اور انبیائے کرام علیہم السلام کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور اسے انتہائی خوبصورت اور مکمل ترین تیار کروایا سوائے اس کے کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ جو آدمی بھی اس گھر میں داخل ہوتا ہے وہ اس کو دیکھتا اور کہتا ہے کہ یہ کتنا خوبصورت مکان ہے سوائے اس ایک اینٹ کی جگہ کے۔ اور اس اینٹ کی جگہ پر میں آیا ہوں مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔''

ایسے ہی صحیح مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ میں ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

« فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَ طُهُوْراً وَ أُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ »[3]

---

[1] صحيح الجامع (1631) الإرواء (2473)

[2] صحيح الجامع (5857)

[3] مختصر صحيح مسلم (257) صحيح الجامع (4222) الإرواء (285)

''مجھے انبیائے کرام علیہم السلام پر چھ چیزوں کی فضیلت و برتری دی گئی ہے: ① مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں [کوزے میں دریا بند کر دیتا ہوں]، ② رعب و دبدبہ کے ساتھ [دشمن کے خلاف] میری مدد و نصرت کی گئی ہے، ③ میرے لیے ہر طرح کا مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے، ④ میرے لیے ساری زمین کو مسجد و طہارت [برائے تیمّم] بنا دیا گیا ہے، ⑤ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، ⑥ مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔''

جبکہ صحیح بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی اور موطا امام مالک میں ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ لِي [خَمْسَةَ] أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَ أَنَا أَحْمَدُ وَ أَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِ الْكُفْرَ وَ أَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَ أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ» [1]

''میرے کئی [پانچ] نام ہیں: ① میں محمد ہوں، ② میں احمد ہوں، ③ میں ماحی ہوں جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، ④ میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا، ⑤ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت، انکا مقام و مرتبہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا پتہ اس حدیث سے بھی چلتا ہے جو کہ ترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم، معجم طبرانی کبیر اور تاریخ دمشق لابن عساکر میں ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ» [2]

---

1. مختصر مسلم (1950) صحیح الجامع (2189)
2. السلسلة الصحيحة (327) صحيح الجامع (5284)

''اگر میرے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔''

قرآنِ کریم اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کے بعد دوسرا کوئی نبی نہیں آئے گا مگر جھوٹے نبیوں کے دعووں کا پتہ دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد میں وارد احادیث کی رو سے ارشاد فرمایا:

« لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ »[1]

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تقریباً تیس جھوٹے دجال رو پذیر نہ ہونگے اور ان میں سے ہر شخص اس زعمِ باطل میں مبتلا ہوگا کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے۔''

جبکہ مسند ابو یعلیٰ میں وارد حسن درجہ کی ایک روایت میں نبی ﷺ نے ان میں سے بعض کا نام بھی لیا جو کہ مسیلمہ، اسود عنسی اور مختار بن ابو عبید ثقفی کوفی ہیں، جن میں سے یمامہ کے اس نانہجار مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کردیا اور شعبدہ بازیاں شروع کردیں اور سحر و طلاسم کے مظاہرے کرنے لگا۔ اس کی موت حضرت وحشی حبشی کے ہاتھوں ہوئی۔

چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے سے قبل میرے ہاتھوں امیر الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور اسی کے نتیجہ میں مجھے غلامی سے آزادی ملی۔ جب نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو میں طائف بھاگ گیا اور جب اہلِ طائف کا ایک وفد مسلمان ہونے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ ہوا تو میں نے شام، یمن یا کسی دوسرے ملک بھاگ جانے کا ارادہ کرلیا۔ اتنے میں مجھے کسی نے کہا: تیرا بھلا ہو، اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ ایسے کسی

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح الباري (6/616۔617)

شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو کلمہ شہادت پڑھ کر آپ ﷺ کے دینِ اسلام میں داخل ہو جائے۔ یہ سن کر میں بھی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور کلمہ شہادت پڑھا تو نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

''کیا تم ہی وحشی ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں، اے اللہ کے رسول ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیٹھو اور مجھے حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا سارا ماجرا سناؤ۔'' میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور جب اپنی بات مکمل کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے سامنے نہ آیا کرنا۔''

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ اِدھر اُدھر رہا کرتا تا کہ آپ ﷺ کی نگاہوں سے دور رہوں۔

اُدھر مسیلمہ کذّاب نے نبی ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا۔ بڑا مسجّع و مقفّٰی کلام کیا کرتا تھا اور قرآنِ کریم کی آیات سے مشابہ جملے تیار کرتا، مثلاً:

" لَقَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَى الْحُبْلٰى، أَخْرَجَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعٰى، مِنْ بَيْنِ صِفَاقٍ وَحُشٰى."

''اللہ نے حاملہ عورت پر انعام فرمایا، اس کے بطن سے جیتا جاگتا انسان نکالا جو اس کے پیٹ کے وحشت ناک و تاریک مگر نرم گوشوں میں تھا۔''

سورۃ طٰہٰ کی آیات کے مشابہ اس قسم کے جملے گھڑ کر اس نے ثابت کرنا چاہا تھا کہ اس پر بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر کہاں کلامِ الٰہی کا اعجاز و ایجاز اور کہاں اس مسجّع و مقفّٰی کلام کی اُس کے مقابلہ میں عجز و درماندگی؟ اس جعلی نبی کی جعلی وحی کے بعض انتہائی فحش و مضحکہ خیز جملے اور اس کے انتہائی گندے و ننگے

اشعار بھی ملتے ہیں جنھیں نقل کرنے سے بھی طبیعت اِبا کر رہی ہے۔[1]

اس نے جھوٹے دعوائے نبوت کے ساتھ ہی اپنے پیروکاروں کے لیے شراب و زنا کو حلال قرار دے رکھا تھا اور ان کے لیے نماز ختم کروادی تھی۔[2]

وحشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر یمامہ کے اس جھوٹے نبی مسیلمہ کذّاب کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا تو میں نے وہی برچھا لیا جس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور ان لوگوں کے ساتھ ہی روانہ ہوگیا۔ جب مسیلمہ اور اس کے لشکر سے جنگ شروع ہوئی تو میری نظر مسیلمہ پر پڑگئی جو تلوار سونتے کھڑا تھا۔ ایک طرف سے میں نے اسے اپنے برچھے کا نشانہ بنایا اور دوسری طرف سے ایک انصاری نے اس پر تلوار سے وار کردیا، اور اللہ جانتا ہے کہ اسے کس نے قتل کیا؟''

تاہم امام ابن اسحاق سے سیرت ابن ہشام میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو معرکۂ یمامہ میں شریک تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کسی [ہاتفِ غیب] کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ مسیلمہ کو ایک کالے حبشی غلام (یعنی وحشی رضی اللہ عنہ) نے قتل کیا ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اگر وہ میرے ہاتھوں ہی قتل ہوا ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے بہترین لوگوں میں سے [نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا] حضرت

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایة (6/ 321، 426)

[2] سیرت ابن هشام (4/ 165)

حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور اب میں نے ہی دنیا کے بدترین شخص کو بھی مارا [واصلِ جہنم کیا] ہے۔[1]

مسیلمہ کذّاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے مشابہت پیدا کرنے کی کوششیں کیا کرتا تھا مگر نتائج عموماً اس کی مرضی کے خلاف ہی رونما ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے بعض علماءِ تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے:

1. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں اپنا لعابِ مبارک ڈالا تو اس کا پانی بہت بڑھ گیا لیکن اس مسیلمہ کذّاب نے بھی اسی طرح کرنا چاہا اور ایک کنویں میں تھوک دیا تو اس کا پانی بالکل ہی ختم ہوگیا اور وہ کنواں سرے سے سوکھ ہی گیا۔
2. ایک دوسرے کنویں میں تھوک دیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا پانی سوکھا تو نہیں البتہ انتہائی کھاری وکڑوا اور نا قابلِ شُرب ہوگیا۔
3. اس نے وضوء کیا اور اپنے وضوء میں استعمال شدہ پانی کھجوروں کے پودوں کو دے دیا جس سے وہ ہرے بھرے ہونا تو کجا، بالکل سوکھ کر لکڑی ہوگئے۔
4. اس کے پاس چھوٹے بچے لائے گئے تاکہ وہ برکت کے لیے ان کے سر پر ہاتھ پھیرے، وہ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتا گیا اور برکت تو کیا حاصل ہوتی، ایک کا سر مکمل طور پر گنجا ہوگیا اور دوسرے کی زبان ہکلانے لگی۔
5. ایک آدمی کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہوگئی۔ اس نے اس کے لیے شفا کی دعا مانگی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا، نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں۔
6. طلحہ نامی ایک بدو یمامہ آیا اور اس نے پوچھا: مسیلمہ کہاں ہے؟ سامنے والے نے کہا: ٹھہرو! مسیلمہ نہیں، رسول اللہ کہو۔ اس بدو نے کہا: نہیں،

---

[1] سیرت ابن هشام (3/ 21-23)

جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں، رسول اللہ نہیں کہہ سکتا، جب مسیلمہ آیا تو اس بدو نے کہا: کیا تم مسیلمہ ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا: تمھارے پاس کون آتا ہے؟ اس نے جواب دیا: رِجس۔ اس نے سوال کیا: روشنی میں یا اندھیرے میں؟ اس نے جواب دیا: اندھیرے میں۔ یہ سن کر اس بدو نے کہا:

> ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو کذاب و جھوٹا ہے اور محمد ﷺ صادق و سچے ہیں، لیکن بنو ربیعہ کا کذاب بھی ہمیں بنو مضر کے صادق سے زیادہ محبوب ہے۔''

اس نسلی و قبائلی عصبیت میں مبتلا اس ملعون و گنوار بدو نے کذاب کی پیروی قبول کر لی اور معرکۂ عقربا کے دن اسی کے لیے لڑتا ہوا مارا گیا۔[1] لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ

اس خبیث نے صرف نبوت کا جھوٹا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا بلکہ یہ اپنے آپ کو رحمٰن بھی کہلواتا تھا اور رحمان الیمامہ کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اس نے اور بھی کئی دعوے کیے تھے۔[2]

اس مسیلمہ کذاب کے زمانے ہی میں ایک عرب عیسائی عورت سجاح بنت الحارث بن سوید التغلبیہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور اپنی قوم و قبیلہ اور پیروکاروں کی فوج لے کر مسیلمہ پر حملہ کر دیا لیکن مذاکرات کے بعد اس سے مسیلمہ کذاب نے شادی کر لی اور وہ تین دن اس کے پاس رہ کر اپنی قوم میں لوٹ آئی تھی۔ تاریخ امام ابن کثیر کے مطابق ان دونوں کے بعض انتہائی فحش واقعات و قصص بھی رونما ہوئے جن کا تذکرہ بھی شریف آدمی کی طبیعت پر گراں گزرتا ہے۔[3]

---

1. البدایة و النهایة (6/ 327)
2. دیکھیے: سیرت ابن هشام و البدایة و النهایة لابن کثیر (5/ 50)
3. تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایة و النهایة (6/ 320-321)

تاہم امام سہیلی کے بقول تو یہ سجاح حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوگئی تھی جس پر وہ تاحیات قائم رہی اور ایک اچھی مسلمان ثابت ہوئی تھی۔[1]

غرض مسیلمہ نے اپنا خط دے کر دو قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیے تھے جس میں اس نے کہا کہ میں بھی منصبِ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ دار ہوں۔ یہ منصب ہمارے [بنی حنیفہ] اور قریش کے مابین آدھا آدھا مشترک ہے۔اور اس کے اس خط کے جواب میں ۱۰ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے مکتوبِ گرامی ارسال فرمایا تھا اور یہ دونوں خط کتبِ حدیث اور تاریخ و سیرت میں موجود و محفوظ ہیں۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے پوچھا ''کیا تم بھی اس [مسیلمہ] کی نبوت کو مانتے ہو؟'' انھوں نے ہاں میں جواب دیا تو مسند احمد اور معجم طبرانی کبیر کی صحیح سند سے ثابت حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

«لَوْ لَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ، لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»[3]

''اگر کبھی قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا دستور نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔''

امام بیہقی سے نقل کرتے ہوئے امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس نے قرآنِ کریم کے مشابہ کچھ فقرے گھڑ لیے تھے جنہیں وہ قرآن باور کروایا کرتا تھا، اور انھی فقرات میں سے یہ بھی ہیں:

" وَ الطَّاحِنَاتُ طَحْنًا، وَ الْعَاجِنَاتُ عَجْنًا، وَ الْخَابِزَاتُ خُبْزًا،

---

[1] بحوالہ البدایۃ (5/ 51)

[2] دیکھیے: البدایۃ والنہایۃ (5/ 51،6/ 200)

[3] صحیح الجامع الصغیر (5320) والبدایۃ (5/ 51)

وَ الثَّارِدَاتُ ثَرْدًا، وَ اللَّاقِمَاتُ لُقَمًا."[1]

"اور قسم ہے دانے پیسنے والیوں کی اور قسم ہے آٹا گوندھنے والیوں کی اور قسم ہے روٹی پکانے والیوں کی اور قسم ہے ثرید [گوشت روٹی سے تیار کردہ ایک عربی کھانا] بنانے والیوں کی اور قسم ہے لقمے کھلانے والیوں کی۔"

اس کے ان جملوں کو پڑھنے والا بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے یہ جملے تیسویں سپارے کی سورۃ العادیات ﴿وَ الْعَادِيَاتِ ضَبْحًا...﴾ کے مقابلے میں گھڑے تھے۔

معرکہ یمامہ میں اس کو جب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس وقت اس کی عمر ایک سو پچاس (150) سال تھی۔ اس معرکۂ یمامہ میں مسلمانوں میں سے پانچ یا چھ سو مجاہدین شہید ہوئے اور کفار کے دس ہزار اور ایک قول میں 21 ہزار آدمی مارے گئے تھے۔[2]

۳۵ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق: گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں سے ایک یہودی ابو رافع سلام بن ابی الحُقیق بھی تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ مدینہ منورہ کے دو بڑے قبیلوں میں سے قبیلہ بنی اوس کے ہاتھوں تو کعب بن اشرف یہودی واصلِ جہنم ہوا تھا۔ اب قبیلہ بنی خزرج نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں دوسرا بڑا شریر یہودی یہ شخص ہے۔ یہ دونوں قبیلے (اوس وخزرج) کارِ خیر میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ بنی خزرج نے اسے قتل کرنے کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اب قبیلہ بنی

---

[1] بحواله البداية (5/52)

[2] تفصیل کے لیے دیکھیں: البداية والنهاية (6/323۔ 327)

خزرج کے بنی سلمہ خاندان سے چند آدمی روانہ ہوئے جن کی سربراہی نبی مکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عُتیک رضی اللہ عنہ کو سونپی تھی۔ انھوں نے اس کے قلعے میں گھس کر اپنی تلوار سے اسے واصلِ جہنم کیا تھا۔ اسے قتل کر کے انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

((اِنۡطَلِقُوۡا فَبَشِّرُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ))

''تم جاؤ اور جا کر (ابو رافع کی ہلاکت کی) خوش خبری نبی اکرم ﷺ کو دے دو۔''

اور پھر وہ خود بھی اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی پہنچ گئے اور فرماتے ہیں:

((فَبَشَّرۡتُهٗ))[1]

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو (اس کے واصلِ جہنم ہونے کی) بشارت دی۔''

اس حدیث میں ناموسِ رسالت کے درپے ہونے والے نبی کریم ﷺ کے گستاخ و اذیت رساں شخص کے قتل کی اطلاع کو عام خبر نہیں بلکہ بشارت و خوشخبری کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳۶) اسود عنسی: گستاخانِ رسول ﷺ ہی میں سے ایک شخص اسود عنسی بھی تھا جس کا تعلق یمن سے تھا اس نے بھی مسیلمہ کذّاب کی طرح نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا تھا۔ وہ بدبخت اپنی جادوگری، شعبدہ بازی اور طلسموں کے ذریعے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکا کرتا تھا۔[2]

قصرِ نبوت میں اس کے نقب زنی کرنے کا ذکر بھی خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ہے:

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (3022، 4040، کتاب المغازي)

[2] مختصر ابن کثیر (3/374)

''میں سویا ہوا تھا جبکہ مجھے زمین بھر کے خزانے دے دیے گئے۔ اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن پہنا دیے گئے یہ بات مجھ پر بڑی گراں گزری جس نے مجھے مغموم کر دیا، پھر مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ پھونک ماریں، میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ ان دو سنہرے کنگنوں کی میں نے یہ تعبیر کی کہ میرے بعد نبوت کے دو جھوٹے دعویدار ظاہر ہونگے۔ ان میں سے ایک صنعاء یمن والا اسود عنسی اور دوسرا یمامہ والا مسیلمہ ہے۔''[1]

اسود عنسی کا نام عبہلہ بن کعب بن غوث تھا۔ وہ یمن کے علاقہ کہف جنان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۰ھ میں اس لعین کا ظہور ہوا، اس نے اپنے سات سو جنگ بازوں کے ساتھ پہلے نجران پر قبضہ کیا، پھر صنعاء کو فتح کر لیا اور پھر حضر موت حتیٰ کہ پورا یمن ہی اس کے زیرِ نگیں ہوگیا، اور یمن کے بہت سارے لوگ مرتد ہوکر اس کے زیرِ اثر آ گئے۔ اس نے یمن کے ایرانی حاکم شہر بن باذان کو قتل کیا اور اس کی بیوی ازاذ سے خود شادی رچالی جو کہ حضرت فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ کی عمزاد و رضاعی بہن اور ایک نہایت حسین و جمیل عورت تھیں لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والی اور نیک خاتون تھیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جھوٹے دعوائے نبوت کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یمن کے نام ایک خط لکھا جس میں اسود عنسی سے جنگ کرنے اور اسے کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حکم دیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبِ گرامی کا مضمون لوگوں تک پہنچایا۔

---

[1] مختصر صحیح مسلم (1514) صحیح الجامع (2858، 2861) البدایة و النهایة 5/49، 50-6/200)

یمن کے مختلف علاقوں کے امراء نے تعاون کی یقین دہانی کروادی اور مسلمان اس کا خاتمہ کرنے کے لیے متفق ہوگئے، اور بالآخر ایک رات جبکہ وہ اپنے نرم ریشمی بستر پر سویا ہوا تھا بعض مسلمان اس کی مسلمان بیوی ازاذ اور اس کے عمزاد و رضاعی بھائی حضرت فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ کے تعاون سے اس کے محل میں گھس گئے اور اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹ لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ ہی نے اسود عنسی کو قتل کیا تھا۔[1]

اور اس امکان کو ردّ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کا تعاون ان کے دوسرے ساتھیوں نے بھی کیا ہو، چنانچہ جب صبح ہوئی تو اس کے قاتلوں میں سے ایک شخص حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ یا حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر کی فصیل پر کھڑے ہوکر نعرے لگانے شروع کردیے اور جب لوگ اکٹھے ہوگئے تو کہا:

((أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ أَنَّ عَبْهَلَةَ كَذَّابٌ))

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولِ برحق ہیں اور عبہلہ [اسود عنسی] کذّاب وجھوٹا ہے۔''

یہ کہتے ہوئے اس کا کٹا ہوا سر لوگوں کی طرف پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور دوسرے لوگ بھی ان کے پیچھے ہی آگئے اور اسلام و اہلِ اسلام کا بول بالا اور جھوٹے مدعی نبوت کا منہ کالا ہوگیا۔ اس کے دعوائے نبوت اور یمن پر قبضہ و غلبہ کی کل مدت صرف تین اور ایک قول کے مطابق چار ماہ تھی۔[2]

---

1. التقريب (ص: 786) بتحقيق الشيخ أبو الاشبال شاغف.
2. البداية (6/ 307-310) خروج الأسود العنسي

(۴۷) **اُبیُ بن خلف:** نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے، دھمکیاں دینے، مقامِ نبوت میں گستاخیاں کرنے اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والا ایک شخص ابی بن خلف بھی تھا۔ امامِ سیرت ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ سے ملتا تو کہا کرتا کہ میں ایک گھوڑا پال رہا ہوں جسے روزانہ ایک فرق [تقریباً بارہ پاؤنڈ] خصوصی دانہ و بھوسہ کھلاتا ہوں اور میں اس پر بیٹھ کر تمھیں قتل کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ جواب میں فرمایا کرتے:

''اگر میرے اللہ نے چاہا تو تم مجھے نہیں بلکہ میں تمھیں قتل کروں گا۔''

چنانچہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوکر پہاڑی گھاٹی پہ کچھ ستانے کے لیے چڑھ گئے تو یہ پیچھے ہی وہاں تک پہنچ گیا اور کہنے لگا:

"أَيُ مُحَمَّدُ! لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَوْتَ."

''اگر تم میرے ہاتھ سے بچ گئے تو میں زندہ نہیں لوٹوں گا۔''

نبی ﷺ کے جانثاروں نے عرض کیا: ''کیا ہم میں سے کوئی شخص اس کی خبر لے؟'' نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے آنے دو۔''

جب وہ قریب آ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہ سے برچھا لیا، اسے اپنے دستِ مبارک میں لے کر اس کی گردن پر ایسا وار کیا کہ وہ اس کے نتیجے میں لڑھکتا ہوا نیچے تک چلا گیا۔

جب قریش کے پاس لوٹا تو کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! محمد ﷺ نے مجھے قتل کردیا ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ کیا اس معمولی سے زخم سے تم مر جاؤ گے؟'' اس نے کہا: ''اس نے مکہ میں ہوتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ تجھے میں قتل کروں گا، اللہ کی قسم! وہ مجھ پر صرف تھوک بھی پھینک دے تو میں مر جاؤں گا۔'' اس طرح میدانِ اُحد سے واپس لوٹتے ہوئے مکہ سے چھ میل

پہلے ہی مقامِ سرف پر یہ جھوٹا مدعیٔ نبوت واصلِ جہنم ہوگیا۔[1]

(۳۸) **عامر بن طفیل اور اس کے ساتھی:** بنی عامر کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان میں ہی عامر بن طفیل بھی تھا جو کہ وفد کا ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کے تین سرداروں میں سے ایک تھا جبکہ دوسرے دو میں سے ایک اربد بن قیس اور دوسرا جبار بن سلمیٰ تھا۔ وفد کی حاضری کے دوران اس عامر نے غداری کا پروگرام بنا رکھا تھا اور اربد کو سکھلا رکھا تھا کہ میں اس شخص [حضرت محمد ﷺ] کو باتوں میں الجھا کر اس کا خیال بٹا دوں گا اور تم فوراً تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دینا لیکن اللہ کا وعدۂ تحفظِ رسول ﷺ سچا ہے جو اس نے سورۃ المائدۃ میں فرما رکھا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة: ٦٧]

”اے پیغمبر! جو ارشادات آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں کرتا۔“

جب یہ لوگ ناکام واپس ہوئے تو عامر نے اربد سے پوچھا کہ تم نے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کو قتل کیوں نہ کیا؟ تو اس نے بتایا کہ میں جب بھی تلوار اٹھاتا میرے سامنے وہ نہیں بلکہ تم ہوتے تھے لہٰذا میں تم پر کیسے تلوار چلاتا؟

ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے کیا گیا انتظامِ تحفظ تھا۔ جب یہ غدار نبی

[1] سیرت ابن ھشام (31/3)

مکرم ﷺ کے پاس سے نکل گئے تو نبی اکرم ﷺ نے اس عامر کے لیے یہ بددعا فرمائی تھی:

« اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ »

''اے اللہ ! عامر بن طفیل کے معاملے میں تو ہی میری طرف سے کافی ہوجا۔''

یہ لوگ اپنے قبیلے کی طرف لوٹ رہے تھے کہ راستے میں ہی اس کی گردن میں طاعون کا پھوڑا نکل آیا اور اسی کے ذریعے اللہ نے اسے ہلاک کردیا۔[1]

(۳۹) اربد بن قیس: عامر بن طفیل کے ساتھی اربد بن قیس نے بھی اپنی قوم و قبیلہ میں پہنچ کر نبی کریم ﷺ کے خلاف گستاخی و بدزبانی کی تھی، نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک دو ہی دن گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر صاعقہ [آسمانی بجلی] نازل کردی جس نے اسے جلا کر خاکستر کردیا۔

امام ابن ہشام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ عامر اور اربد کے بارے ہی میں سورۃ الرعد کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ

---

[1] سیرت ابن ھشام (4/ 158-159)

سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ هُوَ الَّذِیْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ [الرعد: ۸ تا ۱۳]

''اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔ وہ دانائے نہاں و آشکار ہے سب سے بزرگ (اور) عالی رتبہ ہے۔ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اُس کے نزدیک) برابر ہے۔ اُس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ اُس (نعمت و حالت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بچ نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ اور وہی تو ہے جو تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے برق (چمکنے والی بجلی) دکھاتا ہے اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور رعد (کڑکنے والی بجلی) اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور وہی صواعق (جلانے والی بجلیاں) بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ بڑی قوت والا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان آیات میں ''معقّبات'' [چوکیدار] اللہ کی طرف سے مامور (فرشتے) ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں اور صواعق [جلانے والی بجلیوں] سے آسمانی بجلیاں مراد ہیں جن میں ہی سے ایک نے اربد کو جلا کر خاکستر کیا تھا۔[1]

(۴۰) گستاخانِ رسول کے سلسلہ ہی میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ''الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة'' میں لکھا ہے کہ ایک منگول شہزادہ پادریوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر عیسائی ہو گیا۔ اسی خوشی میں عیسائیوں نے ایک بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا جس میں بہت سارے عیسائی پادری بطورِ خاص شریک ہوئے، ان میں سے ایک پادری تقریر کرنے لگا، دورانِ تقریر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا شروع کردی تو قریب ہی موجود ایک شکاری کتے نے بھونکنا شروع کردیا۔ جب وہ عیسائی بدزبانی سے باز نہ آیا تو وہ کتا اس پر جھپٹ پڑا مگر لوگوں نے اسے بچا لیا، اسے صرف بعض خراشیں ہی آئیں۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء کیا اور مذاق اڑایا ہے لہٰذا اس کتے نے تم پر حملہ کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں، یہ کتا بڑا خود دار واقع ہوا ہے، میں دورانِ تقریر میں اشارے کر رہا تھا تو یہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ شاید میں اسے برا بھلا کہہ رہا ہوں اور اسے مارنا چاہتا ہوں، اس لیے اس نے حملہ کیا ہے، ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اب اس نے پھر تقریر میں بدزبانی شروع کردی تو کتے نے زنجیر توڑی اور یوں حملہ آور ہوا کہ سیدھا اس عیسائی گستاخ کو گلے سے جا دبوچا

[1] سيرة ابن هشام (4/159)

اور اسے جان سے مار کر ہی دم لیا۔ اس واقعہ کے نتیجے میں چالیس ہزار لوگ مسلمان ہوئے۔[1]

(۴۱) **مرزا غلام احمد قادیانی:** گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ ہی میں سے ایک شخص مسیلمۂ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے جو پنجاب [ہندوستان] کے شہر قادیان کا رہنے والا تھا اور اسی مناسبت سے اسے مرزا قادیانی کہا جاتا ہے۔ اس نے بھی اپنے خبثِ باطن کا اظہار یوں کیا کہ انگریزوں کے سکھلانے اکسانے پر نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ علامہ محمد نسیب الرفاعی نے مختصر تفسیر ابن کثیر (سورۃ الاحزاب، آیت: ۴۰) کے حاشیہ پر لکھا ہے:

"جھوٹے دعویدارانِ نبوت ہی میں سے ایک کذّاب و افّاک، زندیق و کافر اور مشرک شخص وہ ہے جس نے ہندوستان کے ایک گاؤں قادیان میں نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا، اس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ لَعَنَهُ اللّٰهُ لَعْنَاتٍ مُتَتَابِعَاتٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

"وہ نبی ہونے کے زعم میں مبتلا ہوگیا اور یہ باور کروانے لگا کہ اس پر بھی اللہ کی طرف سے وحی اترتی ہے، اسی میں سے یہ بھی ہے:

"اے احمد! تو میرے لیے بیٹے کی جگہ ہے اور تو میری توحید وتفرید کا مظہر ہے۔"

"یہ خبیث کافر ہلاک ہوا تو اس کا بیٹا اس کا خلیفہ بن بیٹھا۔ اس گمراہ جماعت کے لوگ مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، یہ فرقہ دراصل ہندوستان میں انگریز کا کاشت کردہ پودا ہے اور اسی کی سرپرستی و

---

[1] الدرر الكامنة بحواله "مقترحات و أفكار لنصرة المختار ﷺ" على بن محمد العزباني.

نگرانی میں یہ پودا پروان چڑھا۔ اُس خبیث کافر نے اپنے ماننے والوں کو یہ وصیت کی تھی کہ جب مسلمانوں اور انگریزوں میں جنگ ہو تو تم انگریزوں کا ساتھ دینا۔

''دمشق [شام] میں بھی ان کے تھوڑے سے لوگ تھے اور انھوں نے شہر حلب میں اپنا زہر پھونکنے کی بھر پور کوششیں کیں اور اپنا ایک مبلّغ بھی بھیجا جس کا نام بھی غلام احمد تھا مگر اس کے مقابلے کے لیے ہمارے سلفی العقیدہ لوگوں کی جماعت بھی حرکت میں آگئی اور اللہ کے فضل و کرم کے بعد بعض اہلِ علم اور حکومت کے تعاون سے ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۹۵۱ء میں اس کافر و خبیث مبلّغِ قادیانیت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئی اور ہر جگہ اس کا تعاقب کیا اور اس کی کافرانہ و فاجرانہ دعوت و تبلیغ کے تمام راستے بند کر دیے۔ اللہ نے ہمیں فتح و نصرت سے نوازا اور اسے ہم نے حلب [شام] سے ایسا نکالا کہ وہ کبھی دوبارہ بھی نہ آسکے گا۔ ان شاء اللہ۔ یوں اس خبیث و کافر کی تبلیغ قادیانیت کی نجاست و گندگی سے حلب کی سرزمین پاک ہوگئی ہے۔''[1]

یہ تو مرزا قادیانی اور قادیانیت کے بارے میں ملکِ شام کے ایک عالم کی نگارشات تھیں جبکہ اس شجرۂ خبیثہ کے اصل وطن ہندوستان [پاک و ہند] کے بکثرت علماءِ کرام نے اس مسیلمۂ پنجاب کی مذمت و تردید میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور حکومتِ پاکستان نے تو اپنے دستور ساز ادارہ ''نیشنل اسمبلی'' کے ذریعے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے قادیانیوں کے کافر ہونے کے بارے میں باقاعدہ ایک قانون پاس کیا ہے جس کی تفصیلات بھی مولانا بشیر احمد صاحب

[1] حاشیہ مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعي (3/ 374-375)

سیالکوٹی نے کتابی شکل میں اپنے ادارہ دار العلم آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد کی طرف سے انگلش میں شائع کردی ہیں۔

عالمی شہرت یافتہ شخصیت، خطیبِ شعلہ نوا اور واعظ آتش بیان یادش بخیر علاّمہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ [اسلامک یونیورسٹی] مدینہ منورہ میں اپنی طالب علمی کے دوران ہی ایک کتاب ''القادیانیہ'' عربی زبان میں لکھ کر شائع کردی تھی جو بعد میں انگلش (QADYANIAT)، اردو ''مرزائیت اور اسلام'' اور کتنی ہی دوسری زبانوں میں بھی شائع ہوچکی ہے۔

علامہ موصوف کے علاوہ بھی بہت سارے اہلِ علم وقلم نے ردِ قادیانیت پر کام کیا جن میں سے ''اسلام اور قادیانیت'' کے مصنف عبد الغنی پٹیالوی، ''أشد العذاب علیٰ مسیلمة البنجاب'' کے مؤلف مرتضیٰ حسن چاند پوری، ''تحریکِ ختمِ نبوت'' کے مصنف آغا شورش کاشمیری، ''خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مصنف مصباح الدین، سب سے پہلے ''فتوائے تکفیر'' کے مرتّب حبیب الرحمٰن، ''شہادۃ القرآن'' کے مصنف حافظ حضرت العلاّم محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، ''علماءِ اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ تکفیرِ مرزا'' کے مرتّب ومجلّہ اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر اور مرزا کے پڑوسی، جنھیں خود مرزا نے اپنے ردّ میں لکھنے والوں میں سے سب سے آگے قرار دیا تھا، وہ ہیں: مولانا محمد حسین بٹالوی، ''فسانۂ قادیاں'' اور ''مرزا کے دس جھوٹ'' کے مصنف حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری، ''محمدیہ پاکٹ بک'' کے مصنف محمد عبد اللہ معمار، شاعرِ مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال، مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید سلیمان ندوی، سید قاضی سلیمان سلمان منصوپوری اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے نہ صرف ''تاریخِ مرزا''، ''عجائباتِ مرزا''، ''شہاداتِ مرزا''، ''الہاماتِ مرزا''، ''شاہِ انگلستان اور مرزا'' اور ''بطشِ قدیر'' وغیرہ تیس

(۳۰) سے زیادہ زبردست کتابیں لکھیں بلکہ اپنے بکثرت مضامین میں اس کی خوب خوب خبر لی اور اس کے جھوٹے دعووں کی اچھی طرح قلعی کھولی، اور بالآخر ''فاتحِ قادیان'' قرار پائے کیونکہ انھوں نے نہ صرف مرزا قادیانی کا تحریری تعاقب جاری رکھا بلکہ انھوں نے مباہلہ کی دعوت بھی دی لیکن وہ ہمیشہ اس سے راہِ فرار اختیار کرتا گیا۔

مولانا امرتسری مرزا قادیانی کو مناظرے، مقابلے اور مباہلے کی دعوت دیتے ہی رہا کرتے تھے اور وہ حیلوں بہانوں سے فرار اختیار کر جایا کرتا تھا، مولانا یہ بھی کہا کرتے تھے ؎

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈھو گے چراغِ رخِ زیبا لے کر
نہ تیر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور مباہلہ کے لیے تو وہ صرف ایک مرتبہ ہی ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں میدان میں آیا اور اسے اس وقت میدان میں لانے کی سعادت مولانا عبد الحق غزنوی کے حصے میں آئی تھی۔[1]

تاہم فاتحِ قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مرزا کے مابین اللہ تعالیٰ سے فیصلہ لینے کے لیے مرزا قادیانی نے ایک اشتہار ۱۹۰۷ء میں شائع کیا جو ''آخری فیصلہ'' کے زیرِ عنوان تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ سے صادق کی زندگی میں کاذب کی موت کی دعاء مانگی گئی تھی۔ چنانچہ ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو اللہ تعالیٰ

[1] مکتوبات أحمدیه، (جلد: 5، نمبر:3، ص: 121-122) بحوالہ تحریکِ ختم نبوت (3/15-16 از ڈاکٹر بہاء الدین)

نے صادق و سچے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی زندگی میں کذاب و جھوٹے مرزا قادیانی کو ذلت ناک موت عطا کر کے حق و باطل کے درمیان عدیم المثال فیصلہ فرمادیا تھا جبکہ مولانا امرتسری اس کی موت کے بعد چالیس سال کے طویل عرصہ تک اپنے مضامین مطبوعہ ہفت روزہ ''اہلحدیث'' امرتسر اور ماہنامہ ''مرقع قادیانی'' امرتسر اور اپنی تصنیفات کے ذریعے خدمتِ دین کی توفیق سے بہرہ ور رہے ؎

یوں کہا کرتا تھا مرجائیں گے اور
اور تو زندہ ہیں خود ہی مرگیا
اس کی بیماریوں کا ہوگا کیا علاج
کالرہ سے خود مسیحا مر گیا

مرزا کی وفات کے بعد مولانا امرتسری کا ہفت روزہ ''اہلحدیث'' چالیس سال تک تحریک ختمِ نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت سے عدیم المثال خدمات سر انجام دیتا رہا۔ مرزا غلام احمد تو اپنی اشتہاری دعا کے نتیجے میں ۱۹۰۸ء میں راہی ملکِ عدم ہوگیا لیکن یہ اخبار یکم اگست ۱۹۴۷ء تک سرگرم رہا اور مذکورہ تاریخ کو اس کا آخری شمارہ شائع ہوا تھا۔

صرف مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ہی نہیں بلکہ مرزا سے مناظرہ و مباہلہ کرنے کی دعوتیں دینے والے کارکنان تحریکِ ختمِ نبوت مولانا سید عبد الحق غزنوی، سید عبد الجبار غزنوی، سید عبد الواحد غزنوی، محمد بخش جعفر زٹلی. سید ابوالحسن تبتی اور مولانا محمد حسین بٹالوی سمیت سب کی زندگی میں ہی مرزا قادیانی اس جہاں سے کوچ کر گیا۔

نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مرزا قادیانی کے بارے میں مذکورہ کتب کے علاوہ ابھی حال ہی میں ایک کتاب بلکہ اس موضوع پر ایک دائرۂ

معارف (ENCYCLOPEDIA) بنام ''تحریکِ ختم نبوت'' جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔[1] جس کے مصنف ہمارے دوست ڈاکٹر محمد بہاء الدین [محمد سلیمان اظہر، برمنگھم] ہیں جو صاحبِ دانش و بینش، غیور و با بصیرت، رمز شناسِ تاریخ اور اس منہ زور فتنۂ استعمار ''قادیانیت'' کو لگام دینے اور اس کا پول کھولنے والوں میں سے ہیں۔

ان کی اس کتاب کا ابتدائی حصہ ساٹھ قسطوں میں ماہنامہ ''صراط مستقیم'' برمنگھم میں شائع ہوا اور بعد میں ادارہ ''صراطِ مستقیم'' نے وہ نگارشات بعنوان ''تحریکِ ختم نبوت'' حصہ اول (۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۶ء) لاہور سے شائع کر دیں۔ پھر وہ کتاب دہلی سے بھی شائع ہوگئی۔ اور ''تحریکِ ختم نبوت'' حصہ دوم (۱۸۹۷ء تا ۱۹۰۵ء) بھی دہلی سے شائع ہوگئی اور اب ''تحریکِ ختم نبوت'' حصہ سوم (۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۲ء) مکتبہ ترجمان دہلی نے دسمبر ۲۰۰۵ء میں چھاپ دی ہے۔ تینوں جلدوں کے ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ صفحات ہیں اور ہر ہر صفحہ لعل و جواہرات سے عبارت ہے۔

(۴۲) **ایک مصری گستاخ کا انجام:** مشہور شامی عالم وخطیب شیخ محمد صالح المنجد [الخبر] نے اپنا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ معروف مصری محدّث علامہ احمد محمد شاکر کے والد شیخ محمد شاکر [سابق وکیل جامعہ ازہر] بیان کرتے ہیں کہ ایک حکومت نواز و دولت پرست بلند پایہ خطیب ایک شہزادے کی مدح سرائی میں رطب اللسان تھا جس نے ڈاکٹر طٰہٰ حسین کو ایوارڈ کے اعزاز سے نوازا تھا، جب معروف مصری ادیب مگر بصارت و بصیرت ہر دو اعتبار سے نابینا شخص ڈاکٹر طٰہٰ حسین اس شہزادے کی مجلس میں داخل ہوا تو اس خطیب

---

[1] لیکن اس کے بعد یہ سلسلہ کتاب بارہویں جلد تک طبع ہو چکا ہے اور ابھی اس کی کئی جلدیں باقی ہیں۔

نے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ قرآن کی آیات کا حلیہ بگاڑتے ہوئے، نبی اکرم ﷺ کی ناموسِ مقدس پر انگلی اٹھاتے ہوئے اور آپ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑاتے ہوئے دورانِ خطاب ہی میں کہہ دیا:

"جَآءَهُ الْأَعْمٰى، فَمَا عَبَسَ بِوَجْهِهٖ وَ مَا تَوَلّٰى."

''اس کے پاس نابینا آیا اور اس نے نہ ترشروئی دکھلائی اور نہ ہی بے رخی برتی۔''

اس انداز سے اس نے گویا اپنے خبثِ باطنی کا اظہار کرتے ہوئے پھبتی یہ کسی کہ اُس وقت ایک نابینا آیا تھا تو نبی اکرم ﷺ کے چہرے پر ناگواری و ترشی کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے ان سے لاپرواہی و بےتوجہگی برتی تھی لیکن اِس شہزادے کے پاس بھی ایک نابینا آیا ہے مگر اِس نے نہ تو ترشروئی کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ ہی اس سے ناگواری و بے رخی برتی ہے۔

اس خطیب کو اپنے اس اہانت آمیز جملے کا خمیازہ اس طرح بھگتنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑلیا اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر کردی، پہلے امامت و خطابت گئی، پھر عقل نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔

علامہ احمد شاکر کہتے ہیں:

اس کی وہ بے آبروئی ہوئی کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے قاہرہ کی ایک مسجد کے دروازے پر ذلیل و خوار ہوتے ہوئے ایک خادم کی حیثیت سے نمازیوں کے جوتے اٹھاتے سنبھالتے دیکھا ہے۔[1]

شیخ محمد صالح المنجد ہی نے ایک دوسرے سکالر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے

[1] بروایت شیخ محمد صالح المنجد۔ خطبہ جمعہ۔ آڈیو کیسٹ وسی ڈی۔ جمعیۃ تحفیظ القرآن.

کہ وہ کسی مغربی ملک میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، اس کے آخری امتحانات اور حصولِ سرٹیفکیٹ کا وقت آ گیا تو اس کے عیسائی استاذ نے مطالبہ کیا کہ تمھیں اپنے مقالہ [تھیسز] میں اپنے نبی مکرم ﷺ کے خلاف کچھ لکھنا ہوگا، اس نے پس وپیش کیا تو استاذ نے دھمکی دے دی کہ اگر نہ لکھو گے تو پاس نہ ہوگے اور نہ ہی ڈگری حاصل کرسکو گے۔ اس پر اس شخص نے حرصِ دنیا اور ہوائے نفس میں مبتلا ہوکر یہ گستاخی کرلی اور ناموس و شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کا نتیجہ اس نے جلد ہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یورپ سے واپس لوٹا تو گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا اور اس حادثہ میں اس کے سارے اہلِ خانہ بیوی بچے لقمۂ اجل بن گئے۔[1]

غرض ان سب گستاخانِ رسول ﷺ کا انجام انتہائی ذلت ناک وعبرت ناک ہوا۔[2]

(۴۳) گستاخ ایڈیٹر زندہ جل مرا:

ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے اپنی ایک اشاعت میں صفحہ (۱۲) کے حاشیہ میں لکھا ہے:

> ''اخبارات میں اخبار کے گستاخِ رسول ﷺ ایڈیٹر کی پر اسرار طور پر جل جانے کی خبر چھپ چکی ہے۔'' (حافظ عبدالوحید، مدیر الاعتصام)

اور اسی شمارے (ص:۲۳) میں چوکھٹہ لگا کر اس میں یہ خبر شائع کی ہے:

> ''ڈنمارک کے اخبار [جالنڈز ''پولانو'' پوسٹن] کا بدبخت ایڈیٹر ایلیٹ بیک گزشتہ دنوں آگ کے عذاب سے ہلاک ہوگیا۔''

---

1. بحواله سابقه.
2. تفصیل کے لیے دیکھیے: کتبِ تاریخ و سیرت مثلاً: البداية و النهاية ابن كثير، سيرت ابن هشام، رحمة للعالمين ﷺ، تحريكِ ختمِ نبوت وغيره.

سعودی عرب کے ایک اخبار کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک آگ بھڑک اٹھی، اس آگ کے عذاب میں ایلیٹ بھسم ہوکر جہنم واصل ہوگیا۔ یہ وہی بدبخت ایڈیٹر ہے جس نے ۳۰ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو اپنے اخبار میں رسول کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر کے مسلمانانِ عالم کے دل زخمی کیے تھے۔ ﴿فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾[1]

پس منظر:

لاہور سے بھی کم رقبے اور آبادی والے ایک ملک ڈنمارک کے ایک یہودیت نواز اخبار جیلنڈز [یولانو] پوسٹن (Jyllands Posten) نے، جس کی پیشانی پر یہودیوں کا چھ کونوں والا ڈیوڈ سٹار بنا ہوتا ہے، اس نے ۳۰ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو امام الانبیاء والرسل ﷺ کی شانِ اقدس میں حد درجہ گستاخی و بے ادبی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے (۱۲) نازیبا و دلآزار کاٹون شائع کیے تھے جن میں ہی سے ایک میں نبی اکرم ﷺ کو عمامہ مقدس میں بم باندھے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ ایسے ہی بعض کارٹونوں میں آپ ﷺ کو اسلحہ کے ساتھ عورتوں کی جھرمٹ میں کھڑے دکھانے کی گستاخانہ جسارت کی گئی تھی۔

اس ڈینش اخبار کی اس گستاخی اور توہینِ رسالت کا پس منظر یہ ہے کہ اس ملک کی ملکہ مارگریٹ [ii] نے اس واقعہ سے دس ماہ قبل ۱۴ر اپریل ۲۰۰۵ء میں سرکاری سطح پر اپنی بائیوگرافی [سوانح حیات] شائع کروائی جس میں اس نے اپنی اسلام دشمنی کا کھل کر اظہار کیا تھا اور برلن میں ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندے ہنا کلیور(Hannah Cleaver)نے ۱۵ر اپریل کو ہی رپورٹ میں اس ملکہ کا

---

[1] ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد :58 شمارہ : 24 بابت: 26ر جمادی الاولیٰ 1427ھ 23 جون 2006ء۔

بیان یوں لکھا کہ ملکہ نے اپنے عوام کو اسلام دشمنی کی دعوت دیتے ہوئے کہا ہے:

"Show Our Opposition To Islam"

''آیئے! اسلام کے خلاف ہم اپنی مخالفت کھل کر ظاہر کریں۔''[1]

ستمبر ۲۰۰۵ء ہی میں ڈنمارک پیپلز پارٹی کی ایک سرکردہ رکن لوئس فریورٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا:

''ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوان بھی بنیاد پرستانہ تعلیم سے آراستہ ہیں جو ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی، چونکہ ہمارا قانون دشمنوں کو سرِعام قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے ان مجرموں سے نپٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انھیں حوالۂ زنداں کر دیا جائے یا پھر انھیں روس کے جیل خانوں میں بھیج دیا جائے۔''

جبکہ اسی عورت نے ایک دوسرے مضمون میں مسلمانوں کو ایسے کینسر سے تشبیہ دی جس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں۔

اور ستمبر ۲۰۰۵ء ہی میں ان کے ایک ریڈیو چینل نے کہا:

''مسلمان کا واحد علاج یہ ہے کہ اگر ہم انھیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم یورپ سے باہر تو ضرور دھکیل دیں۔''[2]

غرض پہلے اس ایک اخبار نے ۱۲ کارٹون شائع کر کے مسلمانوں کی دلآزاری کی مگر مسلم دنیا کا ردّعمل نرم رہا لہٰذا اس جلتی آگ کو مزید بھڑکانے، اس پر تیل ڈالنے اور مزید تیز کرنے کے لیے جنوری ۲۰۰۶ء میں ۲۲ ممالک کے ۱۷۵ اخبارات نے انھیں دوبارہ شائع کیا اور ۲۰۰ ریڈیو ٹی وی چینلوں پر انھیں دوبارہ

---

1. بحوالہ حرمتِ رسول نمبر ماہنامہ الدعوۃ لاہور، جلد: 17، شمارہ: 3، مارچ 2006ء.
2. بحوالہ ماہنامہ ''والضحیٰ'' گوجرانوالہ جلد: 16، شمارہ: 3، 4، مارچ اپریل 2006ء.

نشر کیا گیا حتیٰ کہ ہالینڈ کے ایک اخبار نے لکھا کہ ہم یہ کارٹون ہر ہفتے شائع کیا کریں گے تاکہ مسلمان ان کے عادی ہو جائیں۔ جبکہ اٹلی کے ایک وزیر نے ان کی ایک شرٹ خود استعمال کی اور اسے فیشن کے طور پر فروغ دینے کے پروگرام کا بھی اعلان کیا۔

یہ محض چند کارٹون نہیں بلکہ ان کی اشاعت ایک وسیع تر مہم کا حصہ ہے۔ پوری اسلامی دنیا کے عقیدے اور تہذیب کے خلاف برملا جنگ ہے، تکبر و خود پسندی کے مقام سے استہزاء، تذلیل اور اہانت کے ہتھیاروں سے امت مسلمہ کی غیرت و عزت پر حملہ ہے۔

یہ کارٹون محض اتفاقی طور پر ہی شائع نہیں ہو گئے تھے بلکہ ان کا ایک خاص پس منظر ہے۔ یولانو پوسٹن کے ثقافتی امور کے ایڈیٹر فلیمنگ روز (Flemming Rose) نے باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت اس فکری و تہذیبی جنگ کا آغاز کیا۔ اس اقدام سے ایک سال پہلے وہ امریکہ گیا اور وہاں اسلام دشمنی کی مہم چلانے والوں کے سرخیل ڈینیل پائپس سے خصوصی صلاح و مشورہ ہوا۔ ڈینیل پچھلے ۴۰ سالوں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قلمی جنگ کر رہا ہے۔ دسیوں کتابوں اور سینکڑوں مضامین و مقالات کا مصنف ہے، صہیونی تحریک میں اونچا مقام رکھتا ہے اور فلسطینیوں کے بارے میں کھلے عام کہتا ہے کہ انھیں فوجی قوت سے نیست و نابود کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ امریکی صدر بُش نے اسے ایک ایسے تھنک ٹینک کا مشیر بنایا تھا جس کے مصارف سرکاری خزانے سے برداشت کیے جاتے ہیں۔

اس مشاورت کے نتیجے میں فلیمنگ روز نے ۴۰ کارٹونسٹوں کو دعوت دی جن میں سے ۱۲ افراد کے کارٹون شائع کیے گئے اور اس دعویٰ سے کہ اس طرح

مسلمانوں کی ''تنگ نظری'' کا علاج ہو سکے گا۔ یہ ناخوشگوار، اشتعال انگیز اور توہین آمیز کارٹون محض ڈنمارک کے ایک اخبار یا اس ملک کی شرارت نہیں بلکہ یہ ایک عالمی اسلام دشمنی مہم ہے جس میں ڈنمارک کو محض ذریعہ بنایا گیا ہے ورنہ یوروپین یونین کے صدر نے مسلمانوں سے ہمدردی کے اظہار کے ساتھ ہی نام نہاد آزادیٔ صحافت کے نام پر ان کارٹونوں کی اشاعت کی مذمت سے انکار کردیا بلکہ امریکی صدر بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے اپنے اپنے خبثِ باطن کے اظہار کے لیے ڈنمارک کے وزیر اعظم کو ٹیلی فون کر کے اپنے تعاون کا یقین دلایا:

"Islamic World Must Realise We Are Not Isolated."

''اسلامی دنیا کو محسوس کرنا چاہیے کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔''[1]

مغرب کی دہری پالیسیاں یا منافقت اور آزادیٔ اظہار کی حقیقت:

مغرب کی منافقت اور دہری پالیسیوں کی فہرست طویل ہے تاہم ان میں سے یہ بھی ہے کہ:

① اگر کوئی شخص جرمنی میں ہٹلر کے ہاتھوں گیس چیمبرز میں ٦٠ لاکھ یہودیوں کے قتلِ عام (HOLO CAUST) کو مبالغہ و افسانہ کہے تو یہ بات یورپی ممالک میں جرم ہے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والے ایک برطانوی مؤرخ اور آسٹریلیا میں تاریخ کے پروفیسر ڈیوڈ ارونگ (DAVID IRVING) کو ٧ سال بعد پکڑ کر ایک سال آسٹریلیا میں قید رکھا گیا اور ٢٠ر فروری ٢٠٠٦ء کو وہاں کی عدالت نے اسے تین سال کی

---

[1] انٹرویو ڈیلی ٹائمز (14ر فروری 2006ء بحوالہ ترجمان القرآن لاہور جلد 133 شمارہ 3، مارچ 2006ء)

سزا سنادی حالانکہ اس نے عدالت کے سامنے بیان دیا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی اور میں نے اپنے خیالات سے رجوع کرلیا ہے۔ اور وہ آسٹریلیا کا باشندہ بھی نہیں مگر اسے آسٹریلیا میں سزادی گئی اور اسرائیل میں باقاعدہ یہ قانون ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی شخص ہولو کاسٹ کو چیلنج کرے تو اسرائیل کو حق ہے کہ اسے اغوا کر کے لے آئے اور اسے سزا دے۔

آج کم ازکم سات ممالک میں قانونی طور پر ہولو کاسٹ کو چیلنج کرنا جرم ہے جبکہ دوسری طرف عیسائیت کے بعد دنیا کے سب سے پہلے اور بڑے دینِ اسلام کے مقتدا و پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف جو بھی بد زبانی اور سوقیانہ پن اختیار کیا جائے اسے آزادئ صحافت، آزادئ رائے اور آزادئ اظہار کی آڑ میں جائز وروا قرار دیا جارہا ہے!!

② اسی طرح یورپ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین (BLASPHAMY) ایک جرم ہے اور اسی بدنامِ زمانہ اخبار جیلینڈز [جیلانو] پوسٹن کے پاس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی توہین آمیز کارٹون لائے گئے تو اس نے یہ کہہ کر شائع کرنے سے انکار کر دیا کہ اس سے عیسائی عوام میں اشتعال پھیل سکتا ہے لیکن جب نبی کریم ﷺ کی باری آئی تو باقاعدہ کارٹون بنوائے اور چھپوائے گئے۔

③ اسی پر بس نہیں بلکہ یورپ میں ایک عام آدمی اور ہر کس و ناکس کی توہین کرنا جرم ہے لیکن آزادئ اظہار و رائے اور آزادئ صحافت کے نام سے اسلام کو تختۂ مشق بنانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔

④ انگلستان کے ایک اخبار انڈی پنڈنٹ نے کسی نبی یا یہودی مذہبی لیڈر ایریل شیرون کے بارے میں ایک کارٹون شائع کیا تھا جس پر ساری دنیا

میں ہنگامہ ہوگیا۔ برطانوی یہودیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور جرمنی کے اخبار نے اس کارٹون کو چھاپنے سے انکار کر دیا۔[1]

⑤ فرانس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک فلم میں رکیک جنسی حوالوں کی وجہ سے ہنگامے ہوئے۔ ایک سینما کو آگ لگا دی گئی اور ایک شخص جل کر مر گیا۔

⑥ آج یورپی ممالک میں بلند آواز سے میوزک سننا منع ہے کہ اس سے پڑوسیوں کی سمع خراشی ہوتی ہے، سڑک پر ہارن بجانا خلافِ قانون ہے اور گاڑی میں زور سے گانا نہیں سنا جاسکتا مگر دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کے جذبات پر نشتر چلانے کی آزادی ہے۔

آزادیٔ اظہارِ رائے، آزادیٔ صحافت، آزادیٔ فکر و غیرہ کی آڑ میں مغرب اور امریکہ کی دوغلی پالیسیاں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ اور پھر آزادی کا مطلب مادر پدر آزادی بھی نہیں۔ آزادی تو صرف اسی وقت ممکن ہوسکتی ہے جب اس کی حدود کا واضح تعین ہو۔ اور ایک کی آزادی دوسروں کے لیے دست درازی اور غلامی کا طوق نہ بن جائے۔

جرمن مفکر ایمانویل کانٹ (IMMANUL KANT) نے بڑے پتے کی بات کہی ہے جو اب زبان زدِ خاص و عام ہو چکی ہے۔

آزادی کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے اس نے کہا تھا:

"I AM FREE TO MOVE MY HAND BUT THE FREEDOM OF MY HAND ENDS WHERE YOUR NOSE BEGINS"

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: ماہنامہ الدعوۃ لاہور ''حرمتِ رسول ﷺ'' نمبر جلد: 17، شمارہ: 3 و ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، جلد: 133، شمارہ: 3.

''میں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے میں آزاد ہوں لیکن جہاں سے تمھاری ناک شروع ہوتی ہے وہاں پر میرے ہاتھ کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ آزادی و انارکی کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آزادی اگر حدود سے آزاد ہوجائے تو پھر وہ انارکی بن جاتی ہے اور دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ غرض آزادی اور ذمہ داری یا آزادی اور حدود کی پاسداری لازم وملزوم ہیں۔

آزادیٔ اظہار کے نام پر نہ تو دوسروں کی آزادی اور حقوق کو پامال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی آزادیٔ اظہار کو دوسروں کی عزت سے کھیلنے اور ان کے کردار کو مجروح کرنے کا ذریعہ بننے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نظام میں آزادی کو قانونی و اخلاقی اور ملکی سلامتی کی حدود میں پابند کیا جاتا ہے۔ جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے فریم ورک ہی میں آزادی کارفرما ہوسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ قومی سلامتی، معاشرے کی بنیادی اقدار کا تحفظ اور شخصی عزت وعفت کا احترام ہر نظام کا حصہ ہے۔

اقوامِ متحدہ کا انسانی حقوق (HUMAN RIGHTS) کا چارٹر بھی آزادی اور حقوق کو ملکی قانون اور معاشرے کی اقدار سے غیر منسلک (DELINK) نہیں کرتا بلکہ انسانی حقوق کی کمیٹی (HUMAN RIGHTS COMMITTEE-HRC) کی ایک رپورٹ میں آزادی کے اظہار کا واضح یقین کردیا گیا ہے کہ '' آزادیٔ اظہارِ رائے کے حق کا استعمال اپنے ساتھ خصوصی فرائض اور ذمہ داریاں رکھتا ہے۔''[1]

ہمارے یہاں بھی ایک جملہ بڑا معروف ہے کہ ''جو جہاں لگا ہوا ہے

[1] آرٹیکل 20[25] بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن ایضاً.

ٹھیک ہے'' ہر کوئی آزاد ہے لیکن ایسی مادر پدر آزادی کو نبی اسلام ﷺ نے ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے خصوصاً جب ایسی آزاد روی کو روکنے والا اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرنے والا بھی غافل ہوجائے اور اس واجب کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگے تو پھر آزاد روی کا انجام سب کی ہلاکت بتایا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف، سنن ترمذی اور مسند احمد میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰی حُدُوْدِ اللّٰهِ وَ الْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلٰی سَفِيْنَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اِسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقاً وَ لَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ تَرَكُوْهُمْ وَ مَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعاً وَ إِنْ أَخَذُوْا عَلٰی أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَ نَجَوْا جَمِيْعاً »[1]

''اللہ کی حدود کا پاس رکھنے والوں اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کی مثال اس قوم کی سی ہے جو ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے۔ کچھ لوگوں کو جہاز کے عرشے [اوپر والی منزل] پر جگہ ملی اور بعض کو نچلی منزل پر۔ نیچے والوں کو پانی کی ضرورت پڑتی تو وہ اوپر جا کر لاتے۔ انھوں نے سوچا کہ ہم اوپر والوں کو تکلیف و اذیّت سے بچانے کے لیے نیچے والے اپنے حصے میں کہیں سوراخ کر کے پانی حاصل کر لیتے ہیں۔ اب اگر انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (2493، 2686) سنن الترمذي، رقم الحديث (2173) مسند أحمد (4/268، 269، 270، 273)

تو سارے جہاز والے ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر انھیں روک دیا گیا تو وہ بھی بچ جائیں گے اور دوسرے بھی محفوظ رہیں گے۔''

﴿لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ﴾ ''بظاہر شرّ میں خیر کے پہلو'':

یہود و نصاریٰ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہی آرہے ہیں اور حال ہی میں کفارِ مغرب نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں پھر گستاخی کی جس سے مسلمانوں کی نہ صرف دلآزاری ہوئی بلکہ وہ غم و غصہ سے آگ بگولا ہو گئے اور وہ سراپا احتجاج بنے رہے۔ یہ سب اپنی جگہ بجا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بعض امور بظاہر بڑے شر سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان میں بھی مسلمانوں کے لیے خیر کے کئی پہلو چھپائے ہوئے ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النور کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے اُس معروف واقعہ کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں نبی ﷺ کی زوجۂ طاہرہ و مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کے تہمت لگانے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی واقعہ کے ضمن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡا بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾ [النور: ۱۱]

''جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمھارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔''

اہلِ مغرب کے گستاخانِ رسول ﷺ کی اس حرکتِ شنیعہ سے بھی مسلمانوں کے دل بہت دکھے ہیں انھیں بہت رنج پہنچا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں بھی کئی اعتبار سے خیر کے بہت سارے پہلو اور بھلائی کے بکثرت مناظر سامنے آئے ہیں۔

① کفار کے مخفی بغض و کینہ کا اندازہ:

لوگوں کو اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے دین اور ان کے نبی ﷺ کے خلاف کس قدر بغض و کینہ اور حسد و حقد کا زہر بھرا ہوا ہے، اور یہ تو ظاہر ہے جبکہ ان کے دلوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [آل عمران: ١١٨]

''مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا، یہ لوگ تمھاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح بھی ہو) تمھیں تکلیف پہنچے، اُن کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔''

② مسلمانوں کے ایمان میں رسوخ اور پختگی:

اس واقعہ توہینِ رسالت ﷺ سے نبی اکرم ﷺ پر مسلمانوں کے ایمان

میں مزید رسوخ اور پختگی آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ جنھیں زندگی بھر قوائے کفر نے اذیت رسانی کا نشانہ بنائے رکھا وہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باز نہیں آ رہے۔

3 کفار کا قبولِ اسلام:

اس واقعہ کے نتیجہ میں خود اہلِ مغرب کی توجہ نبی اکرم ﷺ کے حالات معلوم کرنے کی طرف ہوگئی ہے اور وہ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے ہیں جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان میں سے بہت سارے سلیم الفطرت لوگوں کے ایمان لانے کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے اور مزید ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اور واقعی بے شمار کفار کے اسلام لانے کی خبریں عام آ رہی ہیں۔

4 بشارتِ فتح:

توہینِ رسالت و استہزاءِ مصطفیٰ ﷺ ایک ایسا فعل ہے کہ جب کبھی بھی دشمنانِ اسلام نے اس کا ارتکاب کیا انھیں اس کے نتیجہ میں کسی نہ کسی طرح شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الصارم المسلول'' میں لکھا ہے:

> ''اللہ ہر اس شخص سے انتقام لے لیتا ہے جو بھی اس کے رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی کو ہدفِ طعن و تشنیع بنائے، سبّ و شتم کرے اور گالی گلوچ پر اتر آئے، اور اگر مسلمان ایسے شخص پر شرعی حدّ قائم نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب اور جھوٹے کے جھوٹ کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ ہمیں متعدد ثقہ قسم کے فقہاء اور اہلِ علم نے بتایا ہے کہ انھوں نے بارہا اس بات کا مشاہدہ و تجربہ کیا ہے کہ شام کے ساحلی

علاقوں پر واقع شہروں اور قلعوں کے محاصروں میں ایسے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں کہ جیسے ہی کفار کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں تو مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ اب ہماری فتح کا وقت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں جب مسلمانوں نے بنی اصفر [رومیوں] کا محاصرہ کیا اور ایک قلعے یا شہر کے محاصرہ پر ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وہ فتح نہیں ہورہا تھا حتیٰ کہ ہم مایوسی کی حدود کے قریب پہنچ گئے کہ اندر سے محاصرہ شدہ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو سبّ و شتم کیا، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی اور ناموسِ رسالت پر حملہ کیا تو ہمیں بہت آسانی سے اور جلد فتح نصیب ہوگئی۔ صرف ایک یا دو ہی دن میں محاصرہ کامیاب ہوگیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ایسے مواقع پر ہمیں پتہ چلتا کہ اندر سے کسی نے نبی ﷺ کو گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے تو ان کے خلاف ہمارے دلوں کے غم وغصہ سے بھر جانے کے ساتھ ہی اسے ہم اپنی فتح کی بشارت بھی سمجھتے تھے۔“[1]

5 یہود ونصاریٰ کے احبار کا قبولِ اسلام:

دورِ حاضر کے یہود ونصاریٰ کے بکثرت احبار و رہبان، ان کے حاخام و پادری بلکہ بشپ تک نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پڑھ سن کر مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں چنانچہ جریدۂ رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے (شمارہ ۱۸۹۹ بابت ۱۹/ ۶/ ۱۴۲۶ھ الموافق ۲۵/ ۷/ ۲۰۰۵ء [انٹرنیٹ]) میں ایسے کتنے ہی لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے فلسطین میں اسرائیلی یہودیوں میں سے مسلمان ہونے

---

1 الصارم المسلول (ص: 117)

والوں میں سے خاص طور پر قابلِ ذکر لوگ یہ ہیں:

① معروف یہودی حاخام یوسف کوہن جس کے اسلام لانے کا واقعہ بہت مشہور ہوا اور اس نے اپنا اسلامی نام یوسف خطاب رکھا۔

② دوسرا مشہور حاخام میخائیل شروبسکی۔ اس نے اپنا اسلامی نام محمد المہدی رکھا۔ یہ یہودِ شروبسکی کے حاخاموں میں سے سرکردہ حاخام کا بیٹا ہے۔

③ تیسرا شخص پولینڈ کا حاخامِ اکبر ہے جو کہ اپنے مذہبی گروہ حسید یہ کا قائد تھا۔ یہ گروہ یہودیوں کا سب سے متشدّد گروہ شمار ہوتا ہے اور یورپ میں اس کا مقام عیسائیوں کے سب سے بڑے پوپ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا حتیٰ کہ اسرائیلی ذرائعِ ابلاغ اسے بابائے یہود کہا کرتے تھے۔

④ چوتھا آدمی شروبسکی ہے جو یہودیوں کے اسلام لانے والے حاخامات میں سے ۷۵۲ ویں نمبر کے شخص ہیں جو باقاعدہ سرکاری طور پر اسلام لائے۔ یہ اعداد و شمار ۱۹۹۸ء سے لیکر ۲۰۰۶ء کے مابین اسلام لانے والوں کے ہیں اور حکومتِ اسرائیل کے ۱۹۴۸ء میں قیام سے لیکر اس شخص تک مسلمان ہونے والے یہودیوں کی تعداد ۱۵۴۷۸ ہوگئی ہے۔

⑤ پانچواں آدمی رفائل ہیرش ہے جس نے اپنے لیے اسلامی نام خالد بن ولید پسند کیا۔ یہ واقعہ دلآزاری کے سال جنوری ۲۰۰۶ء میں مسلمان ہوا۔ یہ متشدد یہودیوں کے نوجوانوں کی عسکری تنظیم "جيش شبان التلال اليهودي" کا ممبر تھا۔

اور یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ یہودیوں میں سے اسلام لانے کی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو دینی اعتبار سے غلوّ و مبالغہ پسند اور متشدد قسم کے یہودی تھے۔[1]

---

[1] حواله مذكوره، نقلاً عن عظيم قدر نبينا محمد ﷺ و حقه علىٰ الانس و الجن للدكتور عبد الرحيم الهاشم استاذ كلية التربية، الإحساء (ص:40۔ 42)

توہینِ رسالت کا مرتکب کافر اور اس کی سزا قتل ہے

گستاخانِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت پر کیچڑ اچھالنے والوں کو قرآنِ کریم، سنتِ رسول ﷺ، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اجماعِ امت اور قیاسِ صحیح کی رو سے کافر قرار دیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے، آپ ﷺ کا مذاق اڑانے اور استہزا کرنے والوں کی سزا قتل طے پائی ہے۔ چنانچہ آیئے ان تمام دلائل پر باری باری سرسری سی نظر ڈالتے جائیں کیونکہ دورِ حاضر کے بعض بقلم خود ''روشن خیال'' و ''اعتدال پسند'' لوگ شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کی اس سزا کو غلو و تشدد باور کروانے پر تلے ہوئے ہیں لہٰذا جب مذکورہ دلائل آپ کے سامنے آجائیں گے تو ان لوگوں کی باتوں کا آپ خود بھی وزن کرسکیں گے۔

شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کا کفر: قرآنِ کریم کی نظر میں:

قرآنِ کریم کے متعدد مقامات شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کے کفر و ارتداد پر دلالت کرتے ہیں جن میں سے چند مقامات درجِ ذیل ہیں۔

① توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے کے کافر و مرتد ہونے کی پہلی دلیل سورۃ التوبہ کی آیات ہیں جن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي

الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ﴾ [التوبة: ٥٦ تا ٥٨]

''اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمھیں میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں اصل یہ ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اگر ان کو کوئی بچاؤ کی جگہ (جیسے قلعہ) یا غار یا (زمین کے اندر) گھسنے کی جگہ مل جائے تو اسی طرح رسیاں تڑاتے ہوئے بھاگ جائیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ (تقسیم) صدقات میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں اگر ان کو اس میں سے (خاطر خواہ حصہ) مل جائے تو خوش رہیں اور اگر (اس قدر) نہ ملے تو جھٹ خفا ہو جائیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی تقسیمِ غنائم و صدقات میں لمز وطعن اور عیب جوئی و نکتہ چینی کرنے اور نبی کو غیر منصف باور کروانے والے شخص کو بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے قسمیں کھانے والے منافقین کو نبی کریم ﷺ کی جماعت کے لوگوں سے خارج قرار دیا ہے۔ لمز وطعن والی یہ آیت اگرچہ بعض خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے ایک شخص ذو الخویصرہ نے کہا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِعْدِلْ."

''اے اللہ کے رسول ﷺ! عدل و انصاف کریں۔''

اس پر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

《وَيْلَكَ، وَ مَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ أَعْدِلُ؟》

''افسوس ہے تجھ پر، اگر میں نے بھی انصاف نہ کیا تو پھر اور کون انصاف کرے گا؟''

«قَدْ خِبْتُ وَ خَسِرْتُ اِنْ لَّمْ أَكُنْ أَعْدِلُ»[1]

''اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں خائب و خاسر اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا۔''

اسی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں کہ میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں؟''

مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جانے دو۔'' ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی جماعت کی نشانیاں بتائیں کہ اس کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے:

① تم اپنی نماز ان کی نماز کے سامنے حقیر و معمولی سمجھو گے۔
② تم اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر و معمولی محسوس کرو گے۔
③ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کی ہنسلیوں [گلے] سے نیچے نہیں اترے گا بس وہ حلق تک ہی رہے گا۔ اور آخر میں فرمایا:

«يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ»

''وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔''

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدٍ»[2]

---

[1] صحیح البخاري (3609) و مسلم، کتاب الزکوٰة، باب ذکر الخوارج (4351)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (4351)

"اگر میں نے ان کو پالیا تو میں انھیں قومِ ثمود کی طرح قتل کروں گا۔"

② قرآنِ کریم کے ایک دوسرے مقام پر سورۃ التوبہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

[التوبة: ٦١]

"اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کان [کا کچا] ہے (ان سے) کہہ دیں کہ (وہ) کان (کا کچا) ہے تو تمھاری بھلائی کے لیے، وہ اللہ کا اور مومنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ رسول اللہ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لیے عذابِ الیم تیار ہے۔"

اور اسی سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة: ٦٣]

"کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لیے جہنم کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا، یہ بڑی رسوائی ہے۔"

اس آیت میں وارد الفاظ ﴿يُحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ بتا رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والا اللہ و رسول ﷺ کا محاد و دشمن ہے، اور اللہ و

رسول ﷺ کا محاد و محارب اور اذیت رساں کافر ہوتا ہے کیونکہ یہاں اس کے لیے یہ سزا طے پائی ہے:

﴿ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾

[التوبة: ٦٣]

''اس کے لیے جہنم کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا، یہ بڑی رسوائی ہے۔''

③ شاتمِ رسول اور گستاخِ مصطفیٰ ﷺ کے کفر کی تیسری دلیل سورۃ التوبۃ ہی کی آیات ہیں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ [التوبة: ٦٤ تا ٦٦]

''منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے، کہہ دیں کہ ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کر دے گا۔ اور اگر آپ ان سے (اس بارے میں) دریافت کریں تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہیں: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول

سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو
چکے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری
جماعت کو سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔''

یہ اس بات پر صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا استہزاء و مذاق اڑانا کفر ہے اور سب وشتم تو مذاق اڑانے سے بھی بدترین فعل ہے، لہٰذا سنجیدگی سے ہو یا ازراہِ مزاح، نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور ناموسِ رسالت پر انگلی اٹھانے والا کافر ہو جاتا ہے۔

غرض یہ آیت نازل تو بعض خاص لوگوں کے بارے میں ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ جو بھی نبی ﷺ پر طعن اور شانِ رسالت میں گستاخی کرے گا وہی اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا، جیسا کہ اہلِ علم نے کہا ہے۔[1]

(4) سب وشتم اور استہزاء و مذاق یا کسی بھی انداز سے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں، مقامِ نبوت پر انگلی اٹھانے والوں اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والوں کے کفر کی چوتھی دلیل سورۃ الاحزاب کی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۞ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: ٥٧، ٥٨]

''جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اُس نے ذلیل کرنے والا

---

1. الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول لشیخ الاسلام ابن تیمیة (ص: 33-34)

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو
ایسے کام (کی تہمت) سے جو انھوں نے نہ کیا ہو اِیذا دیں تو انھوں
نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔"

اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول ﷺ کو اپنی اطاعت سے اور اذیتِ رسول ﷺ کو اپنی اذیت سے ملا کر بیان فرمایا ہے اور جو شخص نبی اکرم ﷺ کو اذیت دے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی وہ کافر حلال الدم ہے۔

دوسرے یہ کہ ناموسِ رسالت پر حرف گیری کرنے والے کے لیے دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلّت ناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جو ایسے شخص کے کفر کی واضح دلیل ہے کیونکہ ذلت ناک عذاب قرآنِ کریم میں صرف کفار کے لیے ہی آیا ہے۔[1]

یہی سزا ان لوگوں کے لیے بھی ذکر کی گئی ہے جو واقعۂ افک کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ اور خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں کیونکہ یہ بھی نبی ﷺ کے لیے طعن وعیب اور اذیت کا باعث ہے۔

چنانچہ سورۃ النور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [النور: ٢٣]

"جو لوگ پرہیز گار اور بُرے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔"

---

[1] دیکھیے: الصارم المسلول (ص: 49)

البتہ عام مومن عورتوں پر تہمت اور وعید وسزا کا ذکر سورۃ النور ہی میں ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور: ٤، ٥]

''اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی دُرے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔ ہاں جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور (اپنی حالت) سنوار لیں تو اللہ (بھی) بخشنے والا مہربان ہے۔''

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والے کے لیے توبہ کا ذکر نہیں ہے جبکہ عام مومنات پر بہتان تراشی کرنے والے کے لیے توبہ کا ذکر آیا ہے اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[1]

⑤ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی، ناموسِ رسالت پر کیچڑ اچھالنے اور کوئی اہانت آمیز انداز اختیار کرنے والے کے کفر و ارتداد کی پانچویں دلیل سورۃ النور کی آیت ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: ٦٣]

---

[1] الصارم المسلول (ص: 45)

''مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو بیشک اللہ کو وہ لوگ معلوم ہیں جو تم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جو لوگ ان [پیغمبر] کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

اس آیت میں وارد لفظ ﴿فِتْنَةٌ﴾ کی تفسیر کفر و ارتداد سے بھی کی گئی ہے۔[1]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے قرآنِ کریم کے ان پانچ مقامات کے علاوہ بھی تین مقامات و آیات جملہ آٹھ مقامات سے توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے کے کفر پر استدلال اور وجہ و طریقۂ استدلال ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل کے لیے ان کی معروف کتاب ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' [ص: ۲۱ تا ۶۰] دیکھی جا سکتی ہے۔

توہینِ رسالت کے مرتکب کا قتل۔ احادیثِ شریفہ کی روشنی میں:

تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے جس طرح قرآنِ کریم کی متعدد آیات اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے آدمی کو قتل کر دینا ضروری ہے، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرنے، نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے اور آپ ﷺ سے استہزاء کرنے والوں کے واجب القتل ہونے اور ان کے خون کے رائیگاں جانے کا پتہ بکثرت احادیثِ رسول ﷺ سے بھی چلتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث ذکر کی جا چکی ہیں ان کی طرف ہم محض اشارہ کریں گے اور جو ذکر نہیں کی گئیں، انھیں باحوالہ آپ کے سامنے رکھیں گے۔

---

[1] الصارم المسلول (ص: 56)

① پہلی حدیث تو ابو داود و مسند احمد میں اس نابینا شخص والی ہے جس نے نبی مکرم ﷺ کو گالیاں دینے والی ایک یہودی عورت کو گلا دبا کر قتل کر دیا تھا اور صبح جب معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا۔[1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ اس عورت کے قتل میں نص ہے کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ اور یہ حدیث کسی ایسے مسلمان مرد وزن یا ذمّی کے واجب القتل ہونے کی بھی بالاولیٰ دلیل ہے جو نبی مکرم ﷺ کو سبّ وشتم کرے کیونکہ وہ یہودی عورت اہلِ ذمّہ و معاہدین میں سے تھی۔[2]

② نبی کریم ﷺ کو دشنام طرازی کرنے والے گستاخ کے واجب القتل ہونے کی دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ابو داود و نسائی اور مسند احمد کی وہ حدیث ہے جس میں ایک صحابی نے اپنے دو لعل و جواہر جیسے خوبصورت بچوں کی ماں [کنیز امِ ولد] کو نبی ﷺ کو گالیاں دینے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا، اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«أَلَا! اِشْهَدُوْا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ»[3]

”خبردار ہو جاؤ اور اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ اس کا خون ضائع و رائیگاں گیا ہے۔“

③ نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی طرح اذیت پہنچانے والے کے لیے سزائے

---

[1] الصارم المسلول (ص: 61) وقال ابن تیمیة: هذا الحدیث جید.

[2] الصارم المسلول (ص: 62)

[3] الصارم المسلول (ص: 67-68) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

موت و قتل کی تیسری دلیل بخاری و مسلم میں وارد کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا مشہور واقعہ ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

یہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا اور ذمّی و معاہد تھا۔ نبی کریم ﷺ کی ہجو اور مسلمان عورتوں کے بارے میں بدتمیزیاں کرکے نبی مکرم ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اس کے اس جرم کی بنا پر معاہد ہونے کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا باقاعدہ حکم فرمایا تھا۔

◈ نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے، آپ کو سبّ وشتم کرنے اور غیظ و غضب دلانے والے شخص کے واجب القتل ہونے کی چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ سنن ابی داود میں صحیح سند کے ساتھ اور اس کے علاوہ سنن نسائی وغیرہ میں بھی ہے، جس میں حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور بہت ہی غضبناک کردیا تو میں نے عرض کیا:

"اِئْذَنْ لِیْ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ! أَضْرِبْ عُنُقَهٗ؟"

"اے خلیفۂ رسول ﷺ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار دوں۔"

میری یہ بات سن کر ان کا غصہ کافور ہوگیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور اندر چلے گئے۔ ایک آدمی بھیج کر مجھے منگوایا اور فرمایا: "ابھی ابھی تم نے کیا کہا؟" میں نے عرض کیا: "مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں؟" انھوں نے فرمایا: "اگر میں حکم دے دیتا تو کیا تم ایسا کر گزرتے؟" میں نے عرض کیا: "جی ہاں!" تب انھوں نے فرمایا:

«لَا وَ اللّٰهِ! مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ»[1]

''نہیں، اللہ کی قسم! نبی ﷺ کے بعد یہ مقام دوسرے کسی کے لیے نہیں ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ امام ابو داود، اسماعیل القاضی اور قاضی ابو یعلی وغیرہ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دینے والے مسلم و کافر ہر شخص کے قتل کے جواز کی دلیل اخذ کی ہے جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے واضح طور پر سمجھ میں آرہی ہے، اور لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کے قتل کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تاکیدی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ناموس و حرمت وفات کے بعد تو زندگی سے بھی بڑھ کر ہے۔[2]

⑤ اہلِ علم نے شاتم و گستاخِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت کے درپے ہونے والے بدبخت کی سزائے قتل کی پانچویں دلیل کے طور پر وہ حدیث ذکر کی ہے جو کہ سنن ابی داود میں صحیح سند کے ساتھ، اسی طرح سنن نسائی، مستدرک حاکم، مسند احمد و ابو یعلی اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ فتح مکہ کے دن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! عبد اللہ سے بیعت لے لیں۔''

نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور بیعت کرنے سے

---

[1] سنن أبي داود، سنن النسائي، الصارم المسلول (ص:93) و صححه ابن تيمية

[2] الصارم (ص: 94)

انکار ظاہر فرمایا۔ اور پھر تیسری مرتبہ کے بعد اس سے بیعت لے لی۔ اور اس کے چلے جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

« أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هٰذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِيَ عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ؟ »

''تم میں سے کوئی بھی اتنا صاحبِ عقل و دانش نہ ہوا کہ جب وہ دیکھتا کہ میں نے اس شخص سے بیعت لینے سے اپنے ہاتھ کو روک لیا ہے تو وہ اٹھتا اور اسے قتل کر دیتا؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ﷺ ہی نے ہمیں اشارہ کر دیا ہوتا۔''

یہ بات کہنے والا کون تھا؟ اس سلسلہ میں تین نام ملتے ہیں:

① حضرت عبّاد بن بشر۔ ② حضرت ابو الیسر۔ ③ حضرت عمرِ فاروق۔[1]

اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ »[2]

''کسی نبی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ چور نگاہوں سے دیکھے۔''

جبکہ ابو داود اور مسند احمد میں ہے:

« إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُومِضَ »[3]

''کسی نبی کے لیے روا نہیں کہ وہ مخفی اشارے کرے۔''

---

[1] الصارم المسلول (ص: 115)

[2] سنن أبي داود و صحيح الجامع (2412،2426) الصحيحة (1723) و قال ابن تيمية: بإسنادٍ صحيح، الصارم المسلول (ص: 109)

[3] صحيح الجامع (2412) الصحيحة (1723)

سنن ابی داود میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ ابن ابی سرح نبی اکرم ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کیا کرتا تھا اور شیطان کے بہکاوے میں آکر مرتد ہوگیا اور کفار سے جا ملا تھا۔

امامِ سیرت ابن اسحاق کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ابن ابی سرح مسلمان ہوا اور کاتب وحی بن گیا اور پھر مرتد ہوا اور مکہ جا نکلا۔ پھر اس نے یہ گستاخیاں شروع کر دیں کہ میں جدھر اور جیسا چاہتا تھا انھیں [نبی ﷺ کو] پھیر لیتا، وہ مجھے کچھ لکھنے کو کہتے اور میں کہتا کہ یا ایسے ایسے لکھوں تو وہ اسی پر موافقت کر دیتے۔ آپ [ﷺ] "علیمٌ، حلیمٌ" لکھواتے اور میں کہتا کہ "عزیزٌ، حکیمٌ" لکھ لوں تو آپ (ﷺ) فرما دیتے کہ دونوں طرح سے ایک ہی بات ہے۔ اور اس نے اہلِ مکہ کو یہ تک کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! میں چاہوں تو میں بھی ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں جیسی محمد کہتا ہے، میں بھی ویسی ہی وحی پیش کر سکتا ہوں جیسی وہ پیش کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ اس پر بھی وحی نازل ہوتی ہے اور وحی میں جو کمی بیشی ہوتی ہے اسے میں ہی پورا اور صحیح کرتا ہوں۔

ابن اسحاق نے شرحبیل بن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورۃ الانعام کی آیت اسی ابن ابی سرح کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [الأنعام: ٩٣]

''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب اللہ نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔ اور کاش تم ان ظالم (یعنی مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لیے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔''

اس کی ایسی ہی مذکورہ گستاخیوں کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا تھا۔

ایک اور کاتبِ وحی کی ایسی گستاخیوں اور ارتداد کا تذکرہ ہم نے صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے کیا تھا جس کی گستاخی کے نتیجہ میں مسند احمد کی صحیح سند سے ثابت روایت کے مطابق نبی مکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

«اِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهٗ»[1] ''زمین اسے قبول نہیں کرے گی۔''

اور واقعی اسے زمین نے بھی جگہ نہیں دی تھی اور بار بار قبر نے اسے باہر نکال پھینکا تھا۔ اس کا واقعہ گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کے ذکر میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اسے قبر کا قبول نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی یہ سزا محض مرتد ہونے پر نہیں تھی کیونکہ کتنے ہی لوگ مرتد ہوئے مگر وہ اس سزا سے دوچار نہ کیے گئے لیکن اس کے ساتھ ایسا ہوا کیونکہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں

[1] مسند أحمد و صححه ابن تيمية، الصارم (ص: 122)

گستاخیاں کی تھیں اور لوگوں میں یہ مشہور کرنے کی کوشش کی تھی نبی کریم ﷺ صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا میں لکھ دیتا، اور یہ توہینِ رسالت ارتداد سے بھی بڑا جرم و گناہ ہے۔ اور جس گستاخِ رسول ﷺ پر لوگ حدِ شرعی قائم نہ کرسکیں اس سے اپنے رسول کی اہانت، طعن و تشنیع اور سب و شتم کا انتقام خود اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور اپنے دین کو غالب کر کے دکھلا دیتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس واقعہ کو ذکر کر کے اپنے زمانے کے بعض واقعات کا تذکرہ کیا اور لکھا ہے:

> ''ہمیں اہلِ علم و فقہ اور اہلِ تجربہ نے اپنے مجرب و آپ بیتے واقعات بتائے ہیں کہ ہم نے شام کے ساحلی شہروں اور قلعوں کا محاصرہ کیا اور اندر رومی قلعہ بند تھے۔ کبھی کبھی ہم کسی شہر یا قلعہ کا مہینہ بھر یا اس سے بھی زیادہ عرصہ محاصرہ کیے رکھتے مگر کامیابی نہ ہوتی حتیٰ کہ ہم مایوس ہونے لگتے۔ اسی اثنا میں قلعہ میں محصور لوگوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی خبر ملتی کہ وہ ناموسِ رسالت کے درپے ہوئے ہیں تو ہمیں اس کے بعد دو ایک دن میں جلد ہی اور آسانی سے فتح حاصل ہوجاتی بلکہ ہم جب محصور لوگوں کی طرف سے شانِ رسالت میں گستاخیوں کی خبر سنتے تو اسے فتح کے لیے پیشگی خوشخبری شمار کرتے تھے، اگرچہ اس سے ہمارے دل ان کے خلاف غیظ و غضب سے بھی بھر جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے بعض ثقہ احباب نے ہمیں بتایا ہے کہ اہلِ مغرب مسلمانوں کے ساتھ بھی نصاریٰ کے مقابلے میں ایسی ہی صورتِ حال رونما ہوتی ہے اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ وہ کبھی تو اپنے دشمنوں کو خود ہی

عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اپنے مومن بندوں کے ہاتھوں انھیں سزا دلواتا ہے۔[1]

◈ ۶ اہلِ سیرت و سوانح کے یہاں معروف و مستفیض واقعہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن خطل کی دو گویّا کنیزوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا جو کہ نبی ﷺ کی ہجو میں لکھے ہوئے ابن خطل کے شعر گایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک کا نام فرتنیٰ اور دوسری کا نام قرینہ یا ارنب تھا۔ اور ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا جبکہ فرتنیٰ ایمان لے آئی اور اسے امان دے دی گئی۔ اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک زندہ رہی۔[2]

ان دو کنیزوں کے قتل کے حکم میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ انھیں ان کے جرم توہینِ رسالت ﷺ کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم فرمایا گیا تھا ورنہ صحیحین و سنن کے حوالے سے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ نبی ﷺ نے نہ صرف امن بلکہ جنگ کی حالت میں بھی غیر محارب عورتوں اور بچوں وغیرہ کو قتل کرنے سے منع فرما رکھا تھا۔

◈ ۷ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے کی سزا قتل ہونے کی ایک دلیل عبد اللہ بن خطل کا واقعہ بھی ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے جبکہ آپ ﷺ نے سرِ اقدس پر لوہے کا خود پہنا ہوا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ البتہ چند لوگوں کے نام لے لے کر فرمایا:

---

[1] الصارم المسلول (ص: 117)

[2] طبقات ابن سعد، ذکر فرتنیٰ فقط، الصارم المسلول (ص: 110، 126 تا 128)

« اُقْتُلُوْهُمْ وَ اِنْ وَجَدْتُّمُوْهُمْ تَحْتَ أَسْتَارِ الْكَعْبَةِ »[1]

''انھیں قتل کردو چاہے تم انھیں غلافِ کعبہ سے چمٹے ہوئے ہی کیوں نہ پاؤ۔''

اور انھیں میں سے ایک یہ ابن خطل بھی تھا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی کہ ابن خطل غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ اسے وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ گئے اور انھوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔

اس ابن خطل کے کئی جرائم تھے:

1. نبی ﷺ نے اسے صدقہ کے مال کا انچارج بنایا اور خدمت کے لیے ایک ساتھی بھی مہیا کیا۔ یہ اپنے اس خادم ساتھی پر ناراض ہوا اور اسے قتل کردیا۔
2. اب اسے اپنے اس جرمِ قتل کی پاداش میں پکڑے اور قتل کیے جانے کا خوف لاحق ہوا لہٰذا وہ مرتد ہوگیا۔
3. جاتے ہوئے صدقے کے اونٹ ہانک کرلے گیا۔
4. یہ شاعر تھا اور اپنے اشعار میں نبی اکرم ﷺ کی ہجو اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔
5. یہ اپنی کنیزوں سے کہا کرتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی ہجو پر مبنی میرے ان اشعار کو لوگوں کے سامنے گا کر سنایا کرو۔

اس کے ان جرائم میں سے قتل، ارتداد اور نبی ﷺ کی توہین وہجو تینوں ہی اسے واجب القتل بناتے تھے لیکن اسے خصوصاً صرف توہینِ رسالت کی وجہ سے قتل کردیا گیا تھا کیونکہ قتل میں وارث معاف بھی کرسکتے ہیں اور ارتداد کی توبہ بھی ہے

---

[1] صحيح البخاري [ ] صحيح مسلم [ ]

مگر اس کے قتل کا یہ سخت حکم اس کے جرمِ توہینِ رسالت اور گستاخیٔ رسول کریم ﷺ کی وجہ سے تھا کہ وہ اپنے شعروں میں نبی مکرم ﷺ کو سبّ و شتم کیا کرتا تھا۔[1]

⑧ جن لوگوں کو توہینِ رسالت کے جرم میں نبی اکرم ﷺ نے قتل کروایا تھا انھی میں سے ابن الزِّبَعْرَیٰ بھی ہے جیسا کہ حضرت سعید بن میسّب رحمہ اللہ کی مرسل روایت میں آیا ہے، اور ان کی مراسیل کے انتہائی جید ہونے پر اہلِ علم کو کوئی کلام نہیں۔

اسی طرح امامِ سیرت و مغازی ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے تمام توہین و ہجو کرنے والوں اور ناموسِ رسالت کے درپے ہوکر نبی مکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں کو قتل کروادیا تھا۔ تاہم یہ ابن الزِّبعریٰ اور ہبیرہ بن ابی وہب نجران کی طرف بھاگ نکلے تھے اور بالآخر یہ تائب اور مسلمان ہوکر لوٹا مگر نبی کریم ﷺ نے اس کے جرمِ توہینِ رسالت کی وجہ سے اس کا خون رائیگاں قرار دے دیا اور ابن ہبیرہ نجران میں حالتِ کفر و شرک ہی میں مرگیا۔[2]

عدم استطاعت پر:

گستاخانِ رسول ﷺ میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جنھیں ایک ایک کرکے قتل کروادیا گیا تھا اور یہ بھی قانونِ قدرت ہے کہ جسے اہلِ ایمان اس کی اہانت و گستاخی کی سزا نہ دے سکیں تو اس سے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کا انتقام لیتا ہے اور وہ ہی کافی ہوجاتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ پر وحی کے سلسلہ میں جھوٹ بولنے والوں کی عبرتناک موت ذکر کی جاچکی ہے جنھیں قبر کی زمین نے بھی جگہ نہیں دی تھی اور کسریٰ ایران نے نبی اکرم ﷺ کے مکتوبِ گرامی کو چاک

---

[1] الصارم المسلول (ص: 135۔ 136)

[2] الصارم المسلول (ص: 137)

کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کی حکومت تو کیا رہتی اچھائی سے نام لیوا بھی کوئی نہ بچا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ کی بشارت کو ہر جگہ سچ کر دکھایا اور اپنے وعدے ﴿إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ کو بھی پورا کیا۔

اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول" میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم و گستاخ اور دریدہ دہن کی سزا قتل ہے اور اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے، اور پھر متعدد واقعات سے اس اجماع کو ثابت بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ میں اس سے زیادہ بلیغ اجماع کا دعویٰ ممکن ہی نہیں اور اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اس اجماع کے خلاف کسی ایک بھی صحابی یا تابعی کا کوئی اختلاف قطعاً ثابت نہیں ہے۔[1]

اجماعِ امت:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول" کے شروع ہی میں "المسئلة الأولیٰ" کے آغاز میں لکھا ہے:

" مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ فَإِنَّهُ يَجِبُ قَتْلُهُ، هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ الْعِلْمِ."[2]

"عام اہلِ علم کا مذہب یہی ہے کہ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کرنا واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔"

اور آگے چل کر انھوں نے مختلف ائمہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں، مثلاً:

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: الصارم المسلول (ص: 200 تا 206)

[2] الصارم المسلول (ص: 3، المسئلة الأولیٰ)

1 امام ابن المنذر فرماتے ہیں:

" أُجْمَعَ عَوَامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ حَدَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ الْقَتْلُ، وَ مِمَّنْ قَالَهُ مَالِكٌ وَ اللَّيْثُ وَ أَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ وَ هُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ."

''عام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے اس کی حد وسزا قتل ہے۔ یہ امام مالک، لیث، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔''

2 امام ابوبکر الفارسی، جو کہ امام شافعی کے ساتھیوں میں سے ہیں، کہتے ہیں:

"أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ حَدَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ الْقَتْلُ."

''تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی حد اور سزا قتل ہے۔''

اور انھوں نے جس اجماع کا ذکر کیا ہے اس سے مراد صدر الاسلام کے مسلمانوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا اجماع ہے یا پھر ان کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے مسلمان کے واجب القتل ہونے پر سب کا اجماع ہے، اور قاضی عیاض نے بھی یہی قید لگائی ہے۔

3 قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى قَتْلِ مُتَنَقِّصِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ سَابِّهِ وَ كَذٰلِكَ حُكِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدِ الْإِجْمَاعُ عَلَى قَتْلِهِ وَ تَكْفِيْرِهِ."

''ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور تحقیر و تنقیص کرنے والے اور آپ ﷺ کو گالی دینے

والے مسلمان کو قتل کیا جائے، اور اس کے کفر و ارتداد اور قتل پر متعدد اہلِ علم کی طرف سے اجماع نقل کیا گیا ہے۔"

۴ امام اسحاق بن راہویہ، جو کہ کبار ائمہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

"أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی أَنَّ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ أَوْ سَبَّ رَسُوْلَهٗ ﷺ أَوْ دَفَعَ شَيْئاً مِّمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا مِنْ أَنْبِيَآءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: أَنَّهٗ كَافِرٌ بِذٰلِكَ وَ اِنْ كَانَ مُقِرًّا بِكُلِّ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ."

"تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی یا اس کے رسول اکرم ﷺ کو گالی دی یا اللہ کی نازل کردہ کسی بھی چیز کا انکار کیا یا اللہ عزوجل کے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو قتل کیا وہ اس سے کافر ہو گیا، اگرچہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہر چیز کا اقرار کرنے والا ہو۔"

۵ امام محمد بن سحنون فرماتے ہیں:

"أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ ﷺ وَ الْمُنْتَقِّصَ لَهٗ كَافِرٌ، وَ الْوَعِيْدُ جَآءَ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ لَهٗ وَ حُكْمُهٗ عِنْدَ الْأُمَّةِ الْقَتْلُ، وَ مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَ عَذَابِهٖ كُفْرٌ."

"علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی مکرم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ ﷺ کی تحقیر و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے اور پوری امت کے نزدیک اس کا حکم و سزا قتل ہے۔ اور جس نے اس کے کفر اور عذاب و سزا میں شک کیا وہ بھی کافر قرار دیا جائے گا۔"

۶ امام خطابی کہتے ہیں:

" لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْتَلَفَ فِيْ وُجُوْبِ قَتْلِهٖ، وَ لٰكِنْ اِذَا كَانَ السَّابُّ ذِمِّيًّا فَقَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْيَهُوْدِ وَ النَّصَارٰى قُتِلَ اِلَّا أَنْ يُّسْلِمَ، وَ كَذٰلِكَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ اِذَا سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ تَبَرَّأُ مِنْهُ الذِّمَّةُ، وَ احْتَجَّ فِيْ ذٰلِكَ بِخَبَرِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، وَ حُكِيَ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهٗ قَالَ: لَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِشَتْمِ النَّبِيِّ ﷺ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ."

''میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے ایسے آدمی کے قتل کیے جانے میں اختلاف کیا ہو لیکن اگر گالی دینے والا کافر و ذمّی ہو تو اس کے بارے میں اختلاف ہے:

امام مالک بن انس فرماتے ہیں:

''یہود و نصاریٰ میں سے جو شخص نبی اکرم ﷺ کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا سوائے اس کے کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اسی طرح ہی امام احمد بن حنبل نے بھی کہا ہے، جبکہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ذمّی نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اسے قتل کیا جائے گا اور انھوں نے دلیل کے طور پر کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا ہے:

''ذمّی کو نبی ﷺ کو گالی دینے پر قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ جس شرک پر قائم ہیں وہ اس سبّ و شتم سے بھی بڑا جرم ہے۔''[1]

ان ائمہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد خود امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

[1] معالم السنن للخطابي [255/3/2] مع مختصر أبي داود للمنذري [199/6]

" وَ تَحْرِيْرُ الْقَوْلِ فِيْهِ: أَنَّ السَّابَّ اِنْ كَانَ مُسْلِماً فَاِنَّهٗ يُكَفَّرُ وَ يُقْتَلُ بِغَيْرِ خِلَافٍ وَ هُوَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَ غَيْرِهِمْ وَ قَدْ تَقَدَّمَ مِمَّنْ حَكَى الْاِجْمَاعَ عَلٰى ذٰلِكَ اِسْحَاقُ ابْنُ رَاهُوَيْهِ وَ غَيْرُهٗ، وَ اِنْ كَانَ ذِمِّيّاً فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اَيْضاً فِيْ مَذْهَبِ مَالِكٍ وَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ هُوَ مَذْهَبُ اَحْمَدَ وَ فُقَهَاءِ الْحَدِيْثِ."[1]

"اس مسئلہ میں فیصلہ کن اور طے شدہ بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلمان ہو تو اسے کافر قرار دیتے ہوئے بلا اختلاف قتل کیا جائے گا۔ یہ ائمہ اربعہ وغیرہ کا قول ہے، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور اگر گالی دینے والا ذمّی ہو تو وہ بھی امام مالک اور اہلِ مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا اور امام احمد وفقہاءِ حدیث کا بھی یہی مذہب ہے۔"

قیاس:

اسی طرح علامہ موصوف رحمہ اللہ نے شاتمِ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے دلائل میں سے قرآن و سنت کی نصوص، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماعِ تابعین رحمہم اللہ کے تذکرہ کے علاوہ اجماعِ امت کے سلسلہ میں ائمہ کی نقول بھی پیش کی ہیں، اور آخر میں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے شخص کے واجب القتل ہونے پر اعتبار و قیاس سے بھی استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ کئی قیاسی وجوہات بھی ناموسِ رسالت پر حرف گیری کرنے والے شخص کے قتل کی متقاضی ہیں اور پھر انھوں نے دس وجوہات ذکر کی ہیں اور آخر میں متعلقہ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔ یہ موضوع تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔[2]

---

[1] الصارم المسلول (ص: 3-4، 253،254)

[2] الصارم المسلول (ص: 206 تا 253)

فقہی مکاتبِ فکر:

① زیرِ بحث مسئلہ میں چاروں معروف فقہی مکاتبِ فکر کے ائمہ و اصحاب کی آراء و افکار کی کھوج لگائیں تو پتہ چلتا ہے کہ فقہاءِ احناف عام ائمہ وفقہا کی طرح ذمّی شاتمِ رسول ﷺ کے قتل کی رائے تو نہیں رکھتے تاہم ان کے نزدیک بھی جس طرح کسی تعزیر والے گناہ [مثلاً جماع فی غیر القبل] کا بار بار ارتکاب کرنے والے شخص کو امام و قاضی مصلحتاً قتل کروا سکتا ہے اور اِسے شرعی حد کے طور پر قتل کروانا نہیں بلکہ سیاستاً قتل کروانا کہا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم ذمّی نبی اکرم ﷺ کو بار بار گالی گلوچ کرے تو اسے بھی سیاستاً قتل کروایا جا سکتا ہے۔[1]

جبکہ خود حنفی مذہب کے عالم امام ابو بکر جصاص نے مسلمان شاتمِ رسول ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"وَ لَا اِخۡتِلَافَ بَیۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ أَنَّ مَنۡ قَصَدَ النَّبِيَّ ﷺ بِذٰلِكَ فَهُوَ مِمَّنۡ یَّنۡتَحِلُ الۡاِسۡلَامَ وَ اَنَّهٗ مُرۡتَدٌّ یَسۡتَحِقُّ الۡقَتۡلَ."

"مسلمانوں میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے نبی ﷺ کو قصداً گالی دی وہ اسلام کا محض لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور وہ مرتد ہے اور وہ قتل کا سزاوار و مستحق ہے۔"[2]

• فقہ حنفی کی معتبر کتاب "رد المحتار شرح الدر المختار" المعروف فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

"وَ فِي الۡأَشۡبَاهِ : لَا تَصِحُّ رِدَّةُ السَّکۡرَانِ اِلَّا الرِّدَّةَ بِسَبِّ

---

① الصارم المسلول (ص: 10-11)

② أحكام القرآن للجصّاص (3/86)

النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّهُ يُقْتَلُ وَ لَا يُعْفَى عَنْهُ.»[1]

''اور الاشباہ میں ہے کہ نشے میں مست آدمی کے ارتداد کا اعتبار صحیح نہیں البتہ اگر کوئی آدمی نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو [مرتد شمار کر کے] قتل کر دیا جائے گا اور اس گناہ کو معاف نہیں کیا جائے گا۔''

② ائمہ و فقہاءِ احناف کے بعد جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو خود امام مالک رحمہ اللہ اور تمام اہلِ مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ذمّی نبی اکرم ﷺ کو سبّ و شتم کرے اور توہینِ رسالت کا مرتکب ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔

" وَ إِنَّ السَّابَّ وَ إِنْ كَانَ ذِمِّيّاً فَإِنَّهُ يُقْتَلُ أَيْضاً فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.»[2]

''اگر گالی دینے والا ذمّی ہو تو اسے بھی امام مالک اور اہلِ مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا۔''

③ جہاں تک شافعی مکتبِ فکر کے ائمہ و فقہا کی شاتمِ رسول ﷺ ذمّی کے بارے میں رائے کی بات ہے تو خود امام شافعی رحمہ اللہ سے امام ابن المنذر اور امام خطابی نے نقل کیا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَ أَمَّا الشَّافِعِيُّ فَالْمَنْصُوصُ عَنْهُ نَفْسُهُ أَنَّ عَهْدَهُ يَنْتَقِضُ بِسَبِّ النَّبِيِّ ﷺ وَ أَنَّهُ يُقْتَلُ هٰكَذَا حَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَ

---

[1] فتاوىٰ شامي (4/224)

[2] الصارم المسلول (ص: 4)

الْخَطَّابِيُّ وَ غَيْرُهُمَا.[1]

''خود امام شافعی سے بالنص ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے ذمّی کا عہد و ذمہ ختم ہو جائے گا اور اسے قتل کیا جائے گا۔ امام ابن المنذر اور خطابی وغیرہ نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔''

جہاں تک عام شافعی ائمہ و فقہا کی رائے ہے تو ان کے بارے میں تفصیلات ذکر کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَالَّذِي نَصَرُوْهُ فِي كُتُبِ الْخِلَافِ أَنَّ سَبَّ النَّبِيِّ ﷺ يُنْقِضُ الْعَهْدَ وَ يُوْجِبُ الْقَتْلَ كَمَا ذَكَرْنَا عَنِ الشَّافِعِيِّ نَفْسَهٗ."[2]

''مسائلِ اختلافیہ پر مشتمل کتب میں جس رائے کی تائید و نصرت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینا معاہدہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ فعل اس کے قتل کو واجب کر دیتا ہے جیسا کہ ہم نے خود امام شافعی سے ذکر کیا ہے۔''

اسی طرح امام شوکانی نے شاتمِ رسول ﷺ کے بارے میں ائمہ و فقہاءِ شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَ نَقَلَ أَبُوْبَكْرِ الْفَارِسِيُّ أَحَدُ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ فِيْ كِتَابِ الْإِجْمَاعِ أَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ بِمَا أَقْذَفَ صَرِيْحٌ كُفْرَ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ فَلَوْ تَابَ لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ الْقَتْلُ لِأَنَّ حَدَّ قَذْفِهِ الْقَتْلُ وَحَدَّ الْقَذْفِ لَا يَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ."[3]

''ائمہ شافعیہ میں سے ابو بکر فارسی نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی اور صریحاً قذف و تہمت

---

1. الصارم المسلول (ص: 8)
2. الصارم المسلول (ص: 10)
3. نيل الأوطار (4/7/214)

لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے نبی اکرم ﷺ پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ التوبۃ کی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

" طَعَنُوا ...... أَيْ عَابُوْهُ وَ انْتَقَصُوْهُ وَ مِنْ هُنَا أُخِذَ قَتْلُ مَنْ سَبَّ الرَّسُوْلَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهُ عَلَيْهِ أَوْ مَنْ طَعَنَ فِي دِيْنِ الْإِسْلَامِ أَوْ ذَكَرَهُ بِنَقْصٍ." [1]

''یہاں نبی اکرم ﷺ پر طعن کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ پر عیب لگایا اور تنقیص و تحقیر کی اور اسی سے نبی مکرم ﷺ کو گالی دینے والے کے قتل کی سزا اخذ کی گئی ہے۔ اسی طرح جس نے دین اسلام میں طعن کیا اور اسے تحقیر و تنقیص کے ساتھ ذکر کیا اس کی سزا بھی قتل ہے۔''

(۴) اب رہے ائمہ و فقہاءِ حنابلہ تو خود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ شاتمِ رسول ﷺ کی حد و سزائے قتل کے قائل تھے وہ مسلمان ہو یا کافر و ذمّی۔ چنانچہ حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے سنا ہے:

''كُلُّ مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ تَنَقَّصَهُ۔ مُسْلِماً كَانَ أَوْ كَافِراً۔ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ، وَ أَرَىٰ أَنْ يُّقْتَلَ وَ لَا يُسْتَتَابَ."

''ہر وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ کی شان میں تنقیص و تحقیر کرے اس کی سزا قتل ہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کردیا جائے اور اس سے توبہ نہ کروائی جائے۔''

---

[1] تفسیر ابن کثیر (2/ 447)

وہ مزید فرماتے ہیں:

''جو کافر ذمّی عہد شکنی کرے یا اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز ایجاد کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے قتل ہی کرنا چاہیے۔ انھیں عہد و ذمّہ امان اس لیے تو نہیں دیا گیا تھا کہ وہ جو جی چاہے کرتے پھریں۔ اور شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کے قتل کی دلیل کے طور پر انھوں نے عہدِ نبوی ﷺ و عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعدد واقعات پیش کیے ہیں۔''[1]

نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والا شخص کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ و معافی کے باوجود اس پر سزائے موت کی شرعی حد نافذ کی جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو اور تو اور حرم شریف میں پائے جانے کی شکل میں بھی قتل کر دینے کے احکام جاری فرمائے تھے۔ اور ابن خطل کو غلافِ کعبہ سے چمٹنا بھی قتل سے نہ بچا سکا تھا جیسا کہ کتبِ تاریخ و سیرت اس پر شاہد ہیں۔ اب رہا معاملہ اس کی توبہ و معافی کا تو یہ اس کے اور اس کے رب کے مابین ہے۔ ہاں! اگر نبی اکرم ﷺ خود زندہ ہوتے تو آپ ﷺ کسی کو معاف کر سکتے تھے بقول امام ابن تیمیہ:

" أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَمَّنْ شَتَمَهُ وَ سَبَّهُ فِي حَيَاتِهٖ وَ لَيْسَ لِأُمَّتِهٖ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْ ذٰلِكَ."

''یہ حق خود نبی اکرم ﷺ کا ہے کہ اپنی زندگی میں سب و شتم کرنے والے جس شخص کو چاہیں معاف کر دیں۔ آپ ﷺ کی امت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے خلاف بدزبانی کرنے والے کسی شخص کو معاف کرے۔''

---

[1] الصارم المسلول (ص: 4، 5)

اور آپ نے واقعی بعض لوگوں کی توبہ و معافی کو قبول بھی فرمایا۔[1]

لیکن آپ ﷺ کے بعد کسی دوسرے کے لیے یہ روا نہیں ہے کیونکہ یہ نبی اکرم ﷺ کا حق اور آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا یہ حق آپ ﷺ کی حیات سے بھی زیادہ واجب ہو گیا ہے لہٰذا توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے گستاخِ رسول ﷺ پر قابو پانے کی شکل میں اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اس پر توہینِ رسالت کی حد ثابت ہونے پر اسے قتل کیا جائے۔ قرآن وسنت، اجماعِ صحابہ اور علماءِ امت سب اس پر متفق ہیں۔

اب رہے بعض لا دین عناصر یا لبرل کہلوانے والے لوگ تو وہ اسے ایک جذباتی مسئلہ سمجھتے اور گستاخِ رسول ﷺ کے قتل کی سزا کو شدّت پسندی قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شاتم و گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنے کا مسئلہ جذباتی نہیں بلکہ خالص شرعی و علمی مسئلہ ہے کیونکہ اسلام کا تو مزاج ہی مرنجاں مرنج ہے حتیٰ کہ اسلام تو اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اہلِ باطل کے معبودانِ باطلہ کو بھی گالی نہ دو تا کہ وہ عناد و ضد میں آ کر تمھارے حقیقی معبودِ برحق کو نہ گالی دینے لگیں۔

چنانچہ سورۃ الانعام میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام: ۱۰۸]

”اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں اُن کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بغیر سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں۔ اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال (اُن کی نظروں میں)

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: الصارم المسلول.

اچھے کر دکھائے ہیں پھر ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے
تب وہ اُن کو بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔"

اب جو دین اپنا یہ مزاج پیش کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کی اس انداز سے تربیت کرتا ہے کہ دوسروں کے باطل معبودان کو بھی گالی نہ دو تو وہ اس بات کو کیسے پسند کرے گا کہ کوئی شخص نبئ برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑائے، استہزاء کرے، سبّ وشتم کا رویہ اپنائے یا گستاخی اور توہین وتنقیصِ رسالت کا ارتکاب کرے؟ اگر کوئی مسلمان اس فعل کا ارتکاب کرے تو وہ کافر و مرتد اور زندیق ہو جائے گا اور اگر کوئی کافر ایسا کرتا ہے تو وہ بھی اس جرمِ توہین وتنقیص کا مرتکب قرار پائے گا اور اسلامی حکومت پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو سزائے موت دے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" اِنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ فَاِنَّهٗ يَجِبُ قَتْلُهٗ، هٰذَا مَذْهَبٌ عَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ الْعِلْمِ. "[1]

"جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی وہ مسلمان ہو یا کافر اس کا قتل واجب ہے اور اکثر و بیشتر علما کا یہی مسلک ہے۔"

اس کا غیر مسلم ذمّی ہونا اس کی جان بخشی نہیں کروا سکتا کیونکہ اپنے اس کرتوت سے وہ تحفظ کی ضمانت کھو بیٹھا ہے جیسا کہ سنن نسائی کے حاشیہ پر امام سندھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" اِنَّ الَّذِيْ اِذَا لَمْ يَكُفَّ لِسَانَهٗ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَلَا ذِمَّةَ لَهٗ فَيَحِلُّ قَتْلُهٗ. "[2]

---

[1] الصارم المسلول (ص: 3 المسئلة الأولىٰ)

[2] حاشية السندي على سنن النسائي [109/4]

''کوئی ذمّی شخص جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف زبان درازی سے باز نہ آئے تو اس کا معاہدہ ختم اور اس کا قتل حلال و جائز ہو جاتا ہے۔''

انھی خیالات کا اظہار امام خطابی نے کیا ہے اور اسے ہی امام مالک و شافعی اور احمد بن حنبل کا قول بتایا ہے۔ اور یہ بھی ذمّی کے سلسلہ میں ہے جبکہ مسلمان کے قتل پر تو انھوں نے اجماع نقل کیا ہے۔ (معالم السنن)

غرض گستاخِ رسول ﷺ کی دنیوی عقوبت و سزا کے بارے میں بعض ''روشن خیال'' لوگ جو یہ دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں کہ اس کی سزا قتل نہیں کیونکہ اس کا آغاز ہی عباسی دور میں ہوا تھا، یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے جو آزادیٔ صحافت کے بھی منافی ہے۔

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تو بڑے رحم دل بلکہ رحمۃ للعالمین تھے، اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرمادیا کرتے تھے، آپ ﷺ کسی کو قتل کرنے کا کیسے حکم فرماسکتے ہیں؟

یہ اور اسی قسم کے تمام اعتراضات و اشکالات گزشتہ صفحات میں ذکر کیے گئے دلائلِ قرآن وسنت سے رفع ہوجاتے ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ لَهُ الْمِنَّةُ

اور اس کے ساتھ ہی یہ موضوع ایک حد تک اختتام پذیر ہوا۔

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ، وَ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلٰى نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهٖ أَجْمَعِیْنَ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔



فہرست مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمِ کتاب	نمبر شمار	اسمِ کتاب
1	القرآن الکریم۔	17	الدر المنثور للسیوطی۔
2	الادب المفرد۔	18	رد المختار المعروف فتاویٰ شامی۔
3	البدایہ والنہایہ ابن کثیر۔	19	رحمت اور لعنت ام حمزہ کیلانی۔
4	ارواء الغلیل للالبانی۔	20	ریاض الصالحین امام نووی۔
5	آداب الزفاف للالبانی۔	21	رحمۃ للعالمین علامہ منصور پوری، اردو وعربی [جامعہ سلفیہ بنارس]۔
6	الاحادیث المختارۃ للضیاء۔		
7	اللؤلؤ والمرجان محمد فؤاد عبد الباقی۔	22	زاد المعاد ابن القیم۔
8	احکام القرآن ابن العربی۔	23	سنن ابی داود۔
9	"تحریکِ ختم نبوت ڈاکٹر بہاء الدین، برطانیہ	24	سنن کبریٰ بیہقی۔
10	تفسیر ابن کثیر۔	25	سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی۔
11	تفسیر القرطبی۔	26	سنن الدارمی۔
12	تفسیر احسن البیان حافظ صلاح الدین یوسف	27	سنن ابن ماجہ۔
13	الترغیب والترہیب للمنذری۔	28	سنن نسائی۔
14	جلاء الافہام علامہ ابن القیم۔	29	سیرت ابن ہشام۔
15	جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر۔	30	شرح السنۃ بغوی۔
16	دوستی اور دشمنی محمد اقبال کیلانی۔	31	شرح الشفاء قاضی عیاض وملا علی قاری

32 صحیح البخاری۔
33 صحیح مسلم۔
34 صحیح ابن خزیمہ۔
35 صحیح ابن حبان۔ الاحسان۔
36 صحیح الجامع الصغیر للالبانی۔
37 صحیح البخاری مع الفتح۔
38 صحیح مسلم مع نووی۔
39 صحیح ابی داؤد للالبانی۔
40 صور من حیاۃ الصحابۃ رأفت باشا مصری۔
41 صفۃ الصلوٰۃ علی النبی ﷺ
42 صحیح ترمذی للالبانی۔
43 صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی۔
44 صحیح نسائی للالبانی۔
45 الصارم المنکی فی الرد علیٰ السبکی ابن عبد الہادی
46 الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ﷺ امام ابن تیمیہ۔
47 ضعیف الجامع الصغیر للالبانی۔
50 عمدۃ القاری علامہ عینی۔
51 عظیم قدر نبینا محمد ﷺ و حقہ علی الانس والجن ڈاکٹر عبد الرحیم الہاشم۔
52 غایۃ المرام للالبانی فی تخریج الحلال والحرام ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔
53 فتح الباری ابن حجر عسقلانی۔
54 الفتح الربانی احمد عبد الرحمٰن البنّا۔
55 فضائل القرآن ....۔
56 فرشتوں کا درود اور لعنت پانے والے، ڈاکٹر فضل الٰہی۔
57 مختصر ابن کثیر للرفاعی۔
58 مسند احمد۔
59 مستدرک حاکم۔
60 مسند ابویعلیٰ۔
61 مصنف ابن ابی شیبہ۔
62 المعجم الکبیر للطبرانی۔
63 مجمع الزوائد للہیثمی۔

48 طبقات ابن سعد۔
49 عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی۔
66 المنتقیٰ ابن الجارود۔
67 مختصر مسلم۔
68 مشکوٰۃ۔
69 المرعاۃ شرح المشکوٰۃ۔
70 موارد الظمآن للہیثمی۔
71 100 وسیلہ لنصرۃ المصطفیٰ۔ محبۃ النبی ﷺ بین الاتباع والابتداع۔
72 مقدمۃ ابن خلدون۔
64 مصنف عبد الرزاق۔
65 مؤطا امام مالک۔
73 معالم السنن خطابی۔
74 منتقی الاخبار للمجد ابن تیمیہ۔
75 ماہِ محرم للمؤلف ابو عدنان۔
76 اسلامی سالِ نو کے آغاز پر صحیح طرزِ عمل اور تذکرہ چند بدعات کا للمؤلف ابو عدنان
77 محبتِ رسول ﷺ مولانا مقصود الحسن فیضی۔
78 نیل الاوطار امام شوکانی۔

جرائد و مجلّات

79 روزنامہ اردو نیوز، جدہ۔
80 ماہنامہ الدعوۃ لاہور۔
81 ماہنامہ طیبات لاہور۔
82 ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔
83 ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔
84 ماہنامہ والضحیٰ گوجرانوالہ۔
85 مقالۃ الانتصار لرسول اللہ ﷺ للشیخ خالد الشائع انٹرنیٹ۔
86 أعظم انسان، منوعات لنصرۃ الرسول ﷺ الجمعیۃ الخیریۃ لتحفیظ القرآن، سی ڈی۔
87 خطبۃ الجمعہ للشیخ محمد صالح المنجد، سی ڈی۔



دین اسلام کی عمارت توحید ربانی اور اطاعت رسول ﷺ کے دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے، جس کی بدولت نبی کریم ﷺ کی محبت وعقیدت اور اطاعت شعاری ہر مسلمان کے دین وایمان کا جز ولاینفک ہے۔

نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کو قرآن مجید میں مخالفین کے لیے حق وصداقت کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جو صحرائے ضلالت میں سرگرداں انسانیت کے لیے راہِ حق کی علمبردار اور مینارۂ نور ہے۔ چنانچہ یہ سیرت نبوی کا اعجازی پہلو ہے کہ اپنے وقت میں عالم کفر کے رؤساء ہوں یا عوام، سب آپ ﷺ کی سیرت اور کردار کی طہارت اور پاکیزگی کی گواہی میں یک زباں ہیں لیکن اس اقرار وشہادت کے باوجود بعثت نبوی کے اولین دور ہی میں ضد وعدوان کی بدولت مخالفینِ دعوت نے آپ ﷺ کو استہزاء وتمسخر کا نشانہ بنایا تاکہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوسکیں لیکن اس راہ میں بھی وہ ناکام ونامراد ہی رہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کی عصمت وحرمت کا پاسبان خود اللہ رب العالمین ہے جس ذاتِ بابرکات نے آپ ﷺ کو ہر مقام پر فتح وسرخروئی عطا فرمائی۔

عصر حاضر میں عالم کفر کی جانب سے نت نئے انداز میں توہین رسالت کی ناروا جسارتیں انھیں قدیم ہتھکنڈوں کی نقالی ہیں تاکہ نورِ الٰہی کو مٹایا جاسکے لیکن یہ نقال بھی اسی انجام سے دوچار ہوں گے جس کا سامنا ان کے آباء واجداد کو کرنا پڑا تھا۔ **خسر الدنیا والآخرة ذلك هو الخسران المبين !**

موجودہ حالات میں حرمتِ رسالت کے خلاف دشمنانِ دین کی یورش کی جوابدہی کی خاطر مسلمانانِ عالم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے دفاع کی خاطر نتیجہ خیز اور مؤثر اقدامات اٹھائیں اور ہر سطح اور زاویے سے حرمتِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لیے کوشاں ہوں، خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبہ سے منسلک ہوں۔

زیرنظر کتاب میں ایک مسلمان کے انھیں حقوق وفرائض کو اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی اجتماعی وانفرادی زندگی میں کس طرح دفاعِ رسالت کا حق ادا کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں ایک طرف اہل اسلام کو کفر واسلام کی آویزش اور کفار کے عزائم سے خبردار کیا گیا ہے تو دوسری طرف کفار کے سامنے نبی کریم ﷺ کی رحمت پر مبنی سیرت وتعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے جس کا پیغام یہ ہے کہ ایسی پاکیزہ تعلیمات کے حامل پیغمبر کی طرف کوئی عقلمند دہشت گردی کی نسبت کرسکتا ہے؟!

یقیناً اس کتاب کے مؤلف فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے ایک دینی وملّی فریضہ ادا کیا اور اس گراں قدر تالیف کے ذریعہ سیرت نبوی کے عظیم پہلوؤں کو نمایاں کیا، عالم کفر کی سازشوں سے پردہ اٹھایا اور ہر مسلمان کو اس کے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا تاکہ ہم سب حرمتِ رسول ﷺ کے دفاع وتحفظ کی خاطر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہوں۔

حافظ شاہد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی

UMM UL QURA PUBLICATIONS
Sialkot Road, Fattomand Gujranwala
www.umm-ul-qura.org